جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ
القرآن الحکیم ۱۲:۶۵

النور

امان ۱۳۸۷ ہش
مارچ ۲۰۰۸ء

Centenary Khilafat Ahmadiyya 1908 - 2008

"I was an embodiment of God's Omnipotence and after me there will be other persons who will be second manifestation of God's Omnipotence."

المسیح الموعود نمبر

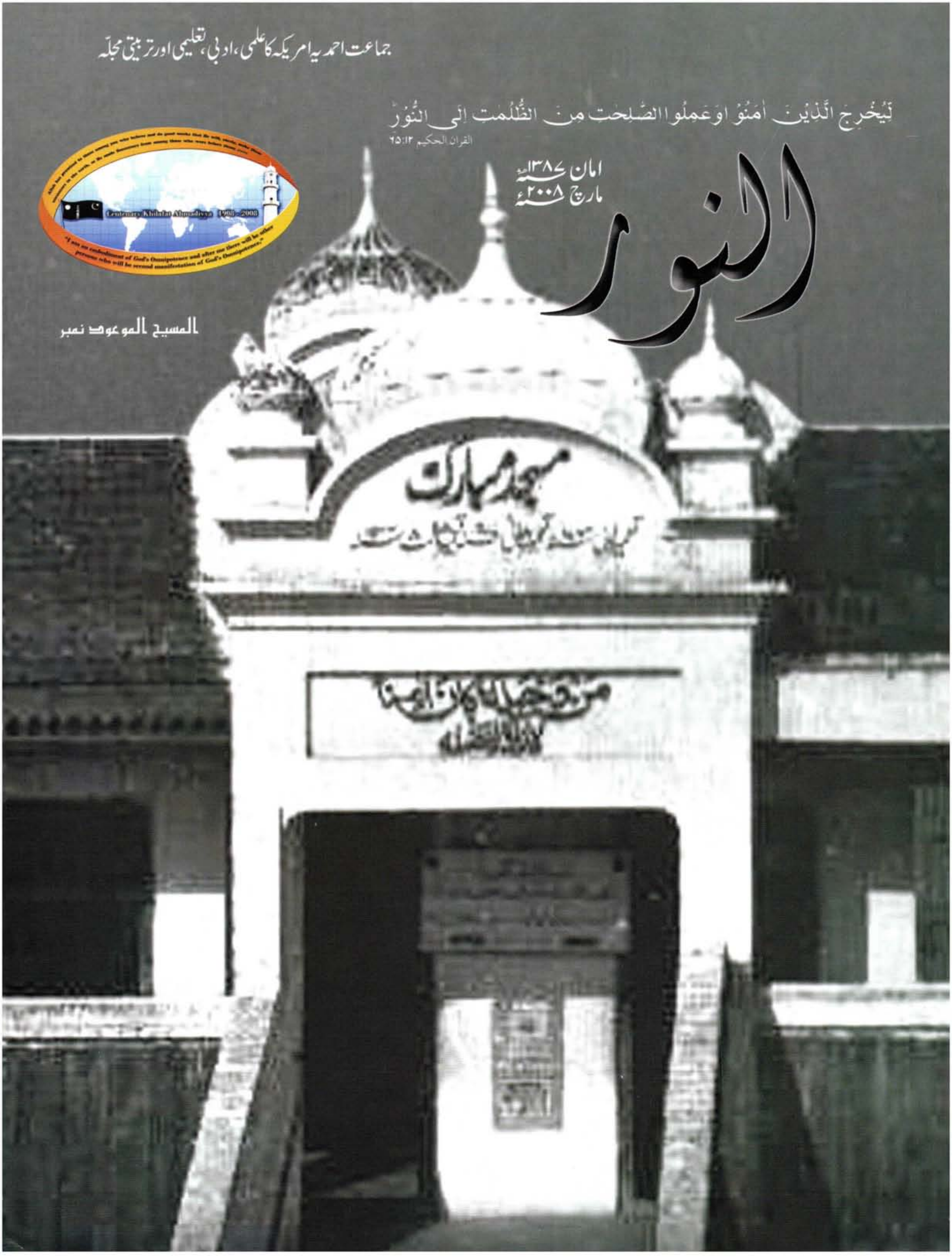

Southwest Regional Waqfeen-e-Nau Ijtema,

November 10, 2007

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۵ۭ (2:258)

النور

مارچ 2008

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

قرآن کریم 2
احادیث مبارکہ 3
ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام 4
کلام امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام 5
خطاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمودہ یکم مئی 1908 6
منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ 12
جماعتِ احمدیہ کا سنگِ بنیاد 13
تبرکات: حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے متعلق چند حسین یادیں 15
حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور، اس کی ضرورت اور اس کی علامات 18
انفاخِ قدسیہ 34
ذکر حبیب علیہ السلام 39
نظم۔ 'سو سال مبارک ہوں خلافت ہو مبارک' ڈاکٹر امتہ الرحمٰن احمد غزلؔ 50
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض درخشندہ گوشے 51
''سچے احمدی کی ماں زندہ باد'' 69
نظم۔ 'خلافت' چودھری مہدی علی 70
ظہورِ مہدی کی صدی 71
نظم۔ 'آمدِ مہدیٔ موعود علیہ السلام' صادق باجوہ 83
نظم۔ 'درشان امام آخر زمان علیہ السلام' محمد ظفر اللہ خان 83

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

وَاِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۵ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ط وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍO (لقمٰن:33)

اور جب انہیں موج سایوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہے وہ اللہ کو اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔ پس جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لے جاتا ہے تو ان میں سے کچھ (ایسے بھی ہوتے) ہیں جو میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں۔ اور ہمارے نشانات کا کوئی انکار نہیں کرتا مگر ہر ایک وہ جو سخت دھوکہ باز (اور) بہت ناشکرا ہے۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 49}

قرآن کریم

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ○

(البقرة: 31)

اور (یاد رکھ) جب تیرے ربّ نے فرشتوں سے کہا کہ یقیناً میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا تو اُس میں وہ بنائے گا جو اُس میں فساد کرے اور خون بہائے جبکہ ہم تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اُس نے کہا یقیناً میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

تفسیر: حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اگرچہ بظاہر یہ بات نہایت دُور از ادب معلوم ہوتی ہے کہ خدائے تعالیٰ اور اُس کے مقدس نبیوں میں اضافہ انوار وحی کیلئے کوئی اور واسطہ تجویز کیا جائے لیکن ذرا غور کرنے سے بخوبی سمجھ آجائے گا کہ اس میں کوئی سوئے ادب کی بات نہیں بلکہ سراسر خدائے تعالیٰ کے اُس عام قانون قدرت کے مطابق ہے جو دُنیا کی ہر یک چیز کے متعلق کھلے کھلے طور پر مشہود و محسوس ہو رہا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بھی اپنے ظاہری جسم اور ظاہری قویٰ کے لحاظ سے انہی وسائط کے محتاج ہیں اور نبی کی آنکھ بھی گو کیسی ہی نورانی اور بابرکت آنکھ ہے مگر پھر بھی عوام کی آنکھوں کی طرح آفتاب یا اُس کے کسی دوسرے قائم مقام کے بغیر کچھ دیکھ نہیں سکتے اور بغیر توسط ہوا کے کچھ سُن نہیں سکتے لہٰذا یہ بات بھی ضروری طور پر ماننی پڑتی ہے کہ نبی کی روحانیت پر بھی ان سیارات کے نفوس نورانیہ کا ضرور اثر پڑتا ہے قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبوں کے متعلق ایک ایک روح رکھتے ہیں جن کو نفوس کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہیں اور جیسے کواکب اور سیاروں میں باعتبار اُن کے قالبوں کے طرح طرح کے خواص پائے جاتے ہیں جو زمین کی ہر یک چیز پر حسب استعداد اثر ڈال رہے ہیں ایسا ہی اُن کے نفوس نورانیہ میں بھی انواع اقسام کے خواص ہیں جو باذن حکیم مطلق کائنات الارض کے باطن پر اپنا اثر ڈالتے ہیں اور یہی نفوس نورانیہ کامل بندوں پر بشکل جسمانی متشکل ہو کر ظاہر ہو جاتے ہیں اور بشری صورت سے متمثل ہو کر دکھائی دیتے ہیں اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ تقریر از قبیل خطابیات نہیں بلکہ یہ وہ صداقت ہے جو طالب حق اور حکمت کو ضرور ماننی پڑے گی کیونکہ جب ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ضرور کائنات الارض کی تربیت اجرام سماویہ کی طرف سے ہو رہی ہے اور جہاں تک ہم بطور استقراء اجسام ارضیہ پر نظر ڈالتے ہیں اس تربیت کے آثار ہر یک جسم پر خواہ وہ نباتات میں سے ہے خواہ جمادات میں سے خواہ حیوانات میں سے ہے بدیہی طور پر ہمیں دکھائی دیتے ہیں پس اس صریح تجربہ کے ذریعہ سے ہم اس بات کے ماننے کے لئے بھی مجبور ہیں کہ روحانی کمالات اور دل اور دماغ کی روشنی کا سلسلہ بھی جہاں تک ترقی کرتا ہے بلاشبہ ان نفوس نورانیہ کا اُس میں بھی دخل ہے۔‘‘

(تفسیر قرآن کریم حضرت مسیح موعودؑ)

☆☆☆☆☆☆

احادیث مبارکہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَنْزِلَ الرُّوْمُ بِالْاَعْمَاقِ اَوْ بِدَابِقَ فَیَخْرُجُ اِلَیْهِمْ جَیْشٌ مِنَ الْمَدِیْنَةِ مِنْ خِیَارِ اَهْلِ الْاَرْضِ یَوْمَئِذٍ فَاِذَا تَصَافُّوْا قَالَتِ الرُّوْمُ خَلُّوْا بَیْنَنَا وَبَیْنَ الَّذِیْنَ سُبُوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ فَیَقُوْلُ الْمُسْلِمُوْنَ: لَا وَاللّٰهِ! لَانُخَلِّیْ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَ اِخْوَانِنَا فَیُقَاتِلُوْنَهُمْ فَیَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَایَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ اَبَدًا وَیُقْتَلُ ثُلُثٌ هُمْ اَفْضَلُ الشُّهَدَآءِ عِنْدَ اللّٰهِ وَیَفْتَتِحُ الثُّلُثُ لَایُفْتَنُوْنَ اَبَدًا فَیَفْتَتِحُوْنَ قُسْطَنْطِیْنِیَّةَ فَبَیْنَمَا هُمْ یَقْتَسِمُوْنَ الْغَنَآئِمَ قَدْ عَلَّقُوْا سُیُوْفَهُمْ بِالزَّیْتُوْنِ اِذْ صَاحَ فِیْهِمُ الشَّیْطَانُ اِنَّ الْمَسِیْحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِیْ اَهْلِیْكُمْ فَیَخْرُجُوْنَ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَاِذَا جَآءُوا الشَّامَ خَرَجَ فَبَیْنَمَا یَعِدُّوْنَ لِلْقِتَالِ یُسَوُّوْنَ الصُّفُوْفَ اِذْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَیَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فَاَمَّهُمْ فَاِذَا رَاٰهُ عَدُوُّ اللّٰهِ ذَابَ كَمَا یَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَآءِ فَلَوْ تَرَكَهُ لَانْذَابَ حَتّٰی یَهْلِكَ وَلٰكِنْ یَقْتُلُهُ اللّٰهُ بِیَدِهٖ فَیُرِیْهِمْ دَمَهٗ فِیْ حَرْبَتِهٖ۔

(مسلم كتاب الفتن باب فی فتح قسطنطنية)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت قائم ہونے سے پہلے اعماق اور دابق میں روم یعنی عیسائیوں کی فوجیں اتریں گی مدینہ سے ایک لشکر ان کے مقابلے کیلئے جائے گا یہ لشکر زمین کے بہترین لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ جب مقابلہ شروع ہوگا تو رومی قومیں کہیں گی تم ہمارے مقابلہ سے ہٹ جاؤ اور ان لوگوں سے مقابلہ کرنے دو، جو ہمارے دین کو چھوڑ گئے ہیں لیکن مسلمان کہیں گے ہم اپنے بھائیوں کو تمہارے سپرد نہیں کریں گے جب جنگ شروع ہوگی تو مسلمانوں کے لشکر کا تیسرا حصہ بھاگ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔ اس فوج کا دوسرا ثلث شہید ہو جائے گا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین شہیدوں میں شمار ہوں گے بقیہ تیسرا حصہ فتح حاصل کرے گا۔ جو پھر کبھی آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا۔ یہ لشکر قسطنطنیہ فتح کرے گا اسی اثناء میں یہ فوج اس فتح کی غنیمتیں تقسیم کر رہی ہوگی اور اس نے اپنی تلواریں زیتون کے درختوں کے ساتھ لٹکائی ہوئی ہوں گی کہ شیطان چیخ کر کہے گا کہ مسیح الدجال تمہارے پیچھے علاقہ میں گھس آیا ہے۔ جب وہ وہاں سے نکلیں گے تو معلوم ہوگا کہ خبر غلط ہے لیکن شام میں پہنچتے پہنچتے دجال کا خروج حقیقت نظر آنے لگے گا۔ مسلمان بھی مقابلہ میں آجائیں گے۔ اسی دوران میں جب وہ صفیں ٹھیک کر رہے ہوں گے اور نماز کیلئے اقامت ہو رہی ہوگی کہ عیسیٰ بن مریم نزول فرما ہوں گے جو مسلمانوں کی امامت فرمائیں گے جب مسیحؑ دجال کو دیکھے گا تو اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ سے دجال کو ہلاک کرائے گا۔ اور وہ لوگوں کو اپنے خنجر میں دجال کا خون بھی دکھائے گا۔

☆……☆……☆……☆……☆……☆……☆……☆

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سوال کیا گیا کہ خلیفہ کے آنے کا مدعا کیا ہوتا ہے؟

فرمایا:

اصلاح۔ دیکھو حضرت آدم سے اس نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور ایک مدت دراز کے بعد جب انسانوں کی عملی حالتیں کمزور ہو گئیں اور انسان زندگی کے اصل مدعا اور خدا کی کتاب کی اصل غایت بھول کر ہدایت کی راہ سے دُور جا پڑے تو پھر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ایک مامور اور مرسل کے ذریعہ سے دنیا کو ہدایت کی اور ضلالت کے گڑھے سے نکالا۔ شان کبریائی نے جلوہ دکھایا اور ایک شمع کی طرح نور معرفت دنیا میں دوبارہ قائم کیا گیا۔ ایمان کو نورانی اور روشنی والا ایمان بنا دیا۔

غرض اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہی سنت چلی آتی ہے کہ ایک زمانہ گزرنے پر جب پہلے نبی کی تعلیم کو لوگ بھول کر راہ راست اور متاع ایمان اور نور معرفت کو کھو بیٹھتے ہیں اور دنیا میں ظلمت اور گمراہی، فسق و فجور کا چاروں طرف سے خطرناک اندھیرا چھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات جوش مارتی ہیں اور ایک بڑے عظیم الشان انسان کے ذریعے سے خدا تعالیٰ کا نام اور توحید اور اخلاق فاضلہ پھر نئے سرے سے دنیا میں اس کی معرفت قائم کر کے خدا تعالیٰ کی ہستی کے بیّن ثبوت ہزاروں نشانوں سے دیئے جاتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ کھویا ہوا عرفان اور گمشدہ تقویٰ طہارت دنیا میں قائم کی جاتی ہے اور ایک عظیم الشان انقلاب واقع ہوتا ہے۔ غرض اسی سنت قدیمہ کے مطابق ہمارا یہ سلسلہ قائم ہوا ہے۔

یاد رکھو کہ ایمان ہی ایمان کو پہچانتا ہے اور روشنی سے روشنی کی شناخت ہوتی ہے سورج دنیا میں موجود ہے مگر جس کی آنکھ میں ہی نور نہ ہو وہ سورج سے فائدہ ہی کیا اٹھا سکتا ہے۔ مُنہ سے یہ دعویٰ کر دینا کہ ہمیں کسی امام یا مصلح کی کیا ضرورت ہے، بڑا خطرناک ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے پانے کے واسطے بڑی بڑی سخت مشکلات اور دشوار گزار گھاٹیاں ہیں۔ ایمان صرف اسی کا نام نہیں کہ زبان سے کلمہ پڑھ لیا۔ لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ ایمان ایک نہایت باریک اور گہرا راز ہے اور یا ایسے یقین کا نام ہے جس سے جذبات نفسانیہ انسان سے دور ہو جاویں اور ایک گناہ سوز حالت انسان کے اندر پیدا ہو جاوے۔ جن کے وجود میں ایمان کا سچا نور اور حقیقی معرفت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کی حالت ہی کچھ الگ ہو جاتی ہے اور وہ دنیا کے معمولی لوگوں کی طرح نہیں بلکہ ممتاز ہوتے ہیں کوئی ایک گناہ چھوڑ کر ایسا مغرور ہو جانا اور مطمئن ہو جانا کہ بس اب ہم مومن بن گئے اور تمام مدارج ایمان ہم نے طے کر لئے یہ ایک اپنا خیال ہے۔''

(ملفوظات جلد دہم صفحات 274-275)

کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آفتابِ صبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ
دن سے ہیں بیزار اور راتوں سے وہ کرتے ہیں پیار
روشنی سے بُغض اور ظلمت پہ وہ قربان ہیں
ایسے بھی شپّر نہ ہونگے گرچہ تم ڈھونڈو ہزار
سَر پہ اک سورج چمکتا ہے مگر آنکھیں ہیں بند
مرتے ہیں بن آب وہ اور دَر پہ نہرِ خوشگوار
طُرفہ کیفیت ہے ان لوگوں کی جو مُنکر ہوئے
یُوں تو ہردم مشغلہ ہے گالیاں لیل ونہار
پر اگر پوچھیں کہ ایسے کاذبوں کے نام لو
جن کی نصرت سالہا سے کررہا ہو کردگار
مُردہ ہوجاتے ہیں اس کا کچھ نہیں دیتے جواب
زرد ہو جاتا ہے مُنہ جیسے کوئی ہو سوگوار
انکی قسمت میں نہیں دِیں کیلئے کوئی گھڑی
ہوگئے مفتُونِ دُنیا دیکھ کر اس کا سنگار
جی چرانا راستی سے کیا یہ دیں کا کام ہے
کیا یہی ہے زُہدوتقویٰ کیا یہی راہِ خیار
کیا قسم کھائی ہے یا کچھ پیچ قسمت میں پڑا
روزِ روشن چھوڑ کر ہیں عاشقِ شبہائے تار
انبیاء کے طور پر حُجّت ہوئی ان پر تمام
انکے جو حملے ہیں ان میں سب نبی ہیں حصہ دار
میری نسبت جو کہیں کیں سے وہ سب پر آتا ہے
چھوڑ دینگے کیا وہ سب کو کفر کر کے اختیار
مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مُہر
یہ تو ہے سب شکل انکی ہم تو ہیں آئینہ وار
ساٹھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اس گھڑی
سال ہے اب تیسواں دعویٰ پہ ازرُوئے شمار
تھا برس چالیس کا میں اس مسافرخانہ میں
جبکہ مَیں نے وحیِ ربّانی سے پایا افتخار
اس قدر یہ زندگی کیا افتراء میں کٹ گئی
پھر عجب تر یہ کہ نصرت کے ہوئے جاری بحار
ہر قدم میں میرے مولیٰ نے دیئے مجھ کو نشاں
ہر عدُو پر حُجّتِ حق کی پڑی ہے ذوالفقار
نعمتیں وہ دِیں مرے مولیٰ نے اپنے فضل سے
جن سے ہیں معنیٰ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ آشکار

خطاب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے 1400 برس بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے تھے اسی طرح یہاں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد چودھویں صدی ھی میں مسیح موعود آیا ھے اور جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلسلہ موسوی کے خاتم الخلفاء تھے۔ اسی طرح ادھر بھی مسیح موعود خاتم الخلفاء ھو گا۔

خلفاء کے آنے کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک لمبا کیا ہے اور اسلام میں یہ ایک شرف اور خصوصیت ہے کہ اس کی تائید اور تجدید کے واسطے ہر صدی پر مجدد آتے رہے اور آتے رہیں گے

یکم مئی 1908 بعد نمازِ جمعہ

سوال کیا گیا کہ ہم اللہ اور اس کی کتاب قرآن شریف اور اس کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدق دل سے مانتے ہیں اور نماز وغیرہ اعمال سبھی بجا لاتے ہیں پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ آپ کو بھی مانیں۔

فرمایا:

’’دیکھو جس طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور کتاب کو ماننے کا دعویٰ کر کے ان کے احکام کی تفصیلات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تقویٰ طہارت کو بجا نہ لاوے اور ان احکام کو جو تزکیہ نفس، ترک شر اور حصول خیر کے متعلق نافذ ہوئے ہیں چھوڑ دے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور اس پر ایمان کے زیور سے آراستہ ہونے کا اطلاق صادق نہیں آسکتا۔ اسی طرح سے جو شخص مسیح موعود کو نہیں مانتا یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ بھی حقیقت اسلام اور غایت نبوت اور غرض رسالت سے بے خبر محض ہے اور وہ اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ اس کو سچا مسلمان، خدا اور اس کے رسول کا سچا تابعدار اور فرمانبردار کہہ سکیں کیونکہ جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے آنخضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قرآن شریف میں احکام دیئے ہیں اسی طرح سے آخری زمانہ میں ایک آخری خلیفہ کے آنے کی پیشگوئی بھی بڑے زور سے بیان فرمائی ہے اور اس کے نہ ماننے والے اور اس سے انحراف کرنے والوں کا نام فاسق رکھا ہے۔ قرآن اور حدیث کے الفاظ میں فرق (جو کہ فرق نہیں بلکہ بالفاظ یگر قرآن شریف کے الفاظ کی تفسیر ہے) صرف یہ ہے کہ قرآن شریف میں خلیفہ کا لفظ بولا گیا ہے اور حدیث میں اسی خلیفہ آخری کو مسیح موعودؑ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پس قرآن شریف نے جس شخص کے مبعوث کرنے کے متعلق وعدے کا لفظ بولا ہے اور اس طرح سے اس شخص کی بعثت کو ایک رنگ کی عظمت عطا کی ہے وہ مسلمان کیسا ہے جو کہتا ہے کہ ہمیں اس کے ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

خلفاء کے آنے کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک لمبا کیا ہے اور اسلام میں یہ ایک شرف اور خصوصیت ہے کہ اس کی تائید اور تجدید کے واسطے ہر صدی پر مجدد آتے رہے اور آتے رہیں گے دیکھو اللہ تعالیٰ نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ کَمَا کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے۔ شریعت موسوی کے آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ تھے جیسا کہ خود وہ فرماتے ہیں کہ میں آخری اینٹ ہوں اسی طرح شریعت محمدی میں بھی اس کی خدمت اور تجدید کے واسطے ہمیشہ خلفاء آئے اور قیامت تک آتے رہیں گے اور اس طرح سے آخری خلیفہ کا نام بلحاظ مشابہت اور بلحاظ مفوضہ خدمت کے مسیح موعود رکھا گیا۔

اور پھر یہی نہیں کہ معمولی طور سے اس کا ذکر ہی کر دیا ہو بلکہ اس کے آنے کے نشانات تفصیلاً کل کتب ساوی میں بیان فرما دیئے ہیں۔ بائبل میں، انجیل میں، احادیث میں اور خود قرآن شریف میں اس کی آمد کی نشانیاں دی گئی ہیں اور ساری قومیں یہودی، عیسائی اور مسلمان متفق طور سے اس کی آمد کے قائل اور منتظر ہیں۔ اس کا انکار کر دینا کس طرح سے اسلام ہو سکتا ہے اور پھر جبکہ وہ ایک ایسا شخص ہے کہ اس کے واسطے آسمان پر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید میں نشان ظاہر کئے اور زمین پر بھی معجزات دکھائے۔ اس کی تائید کے واسطے طاعون آیا اور کسوف و خسوف اپنے مقررہ وقت پر بموجب پیشگوئی عین وقت پر ظاہر ہو گیا۔ تو کیا ایسا شخص جس کی تائید کے واسطے آسمان نشان ظاہر کرے اور زمین الوقت کہے وہ کوئی معمولی شخص ہو سکتا ہے کہ اس کا ماننا برابر ہو اور لوگ اسے نہ مان کر بھی مسلمان اور خدا کے پیارے بندے بنے رہیں؟ ہر گز نہیں۔

یاد رکھو کہ موعود کے آنے کی کل علامات پوری ہو گئی ہیں۔ طرح طرح کے مفاسد نے دنیا کو گندہ کر دیا ہے۔ خود مسلمان علماء اور اکثر اولیاء نے مسیح موعود کے آنے کا یہی زمانہ لکھا ہے کہ وہ چودھویں صدی میں آئے گا۔ حجج الکرامہ میں بھی اسی چودھویں صدی کے متعلق لکھا ہے اور کوئی بھی نہیں جو اس صدی سے آگے بڑھا ہو۔ تیرھویں صدی سے تو جانوروں نے بھی پناہ مانگی تھی اور لکھا ہے کہ اب چودھویں صدی مبارک ہوگی۔ اس قدر متفقہ شہادت کے بعد بھی جو کہ اولیاء اور اکثر علماء نے بیان کی۔ اگر کوئی شبہ رکھتا ہو تو اسے چاہیئے کہ قرآن شریف میں تدبّر کرے اور سورۃ النور کو غور سے مطالعہ کرے۔ دیکھو جس طرح حضرت موسیٰ سے 1400 برس بعد حضرت عیسیٰ آئے تھے اسی طرح یہاں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد چودھویں صدی ہی میں مسیح موعود آیا ہے اور جس طرح حضرت عیسیٰؑ سلسلہ موسوی کے خاتم الخلفاء تھے۔ اسی طرح ادھر بھی مسیح موعود خاتم الخلفاء ہوگا۔

اسلام اس وقت اس بیمار کی طرح تھا جس کی زندگی کا جام لبریز ہو چکا ہو۔ اسلام پر ظلم کیا گیا اور بڑی بے رحمی سے دشمن چاروں طرف سے اپنے پورے ہتھیاروں سے اس کو نیست و نابود کرنے کے واسطے مسلّح و تیار ہو کر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اسلام اس وقت مردہ ہو چکا تھا اور اندرونی اور بیرونی حملوں سے نیم جان۔ اسلام کی شمع کا اب آخری وقت تھا اور اس کی گردن پر چھری پھیری جا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ انّا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحفظون کس وقت کے لئے کیا گیا تھا؟ کیا ابھی کوئی اور مصیبت بھی رہ گئی تھی جو اسلام پر آنی باقی ہو؟ یاد رکھو حفاظت سے اوراق کی حفاظت ہی مراد نہیں بلکہ اس کی تشریح ایک حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایک زمانہ ایسا آوے گا کہ قرآن شریف دنیا سے اٹھ جائے گا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ لوگ قرآن کو پڑھتے ہوں گے تو اُٹھ کیسے جائے گا؟ فرمایا کہ میں تو تمہیں عقلمند خیال کرتا تھا مگر تم بڑے بیوقوف ہو کیا عیسائی انجیل نہیں پڑھتے؟ اور کیا یہودی توریت نہیں پڑھتے؟ قرآن شریف کے اُٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ قرآن شریف کا علم اُٹھ جاوے گا اور ہدایت دنیا سے نابود ہو جاوے گی انوار اور اسرار قرآنیہ سے لوگ بے بہرہ ہو جاویں گے اور عمل کوئی نہ کرے گا۔ قرآن جس کے سکھانے کو آیا ہے لوگ اس راہ کو ترک کر دیں گے اور اپنی ہوا و ہوس کے پابند ہو جاویں گے۔ جب یہ حال ہوگا تو ابنائے فارس میں سے ایک شخص آوے گا اور وہ دین کو از سرِ نو زندہ واپس لائے گا اور دین کو اور قرآن کو از سرِ نو تازہ کرے گا۔ قرآن کی کھوئی ہوئی عظمت اور بھولی ہوئی ہدایت اور ثریا پر چڑھ گیا ہوُا ایمان دوبارہ دنیا میں پھیلاوے گا۔ لو کان **الایمان معلقًا عند الثریا لناله رجلٌ من ھٰؤلآءِ۔**

غرض قرآن شریف سے اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس امت میں آخری زمانہ میں ایک خلیفہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے اور اس کے علامات اور نشانات بھی بتا دیئے گئے ہیں۔ ہمیں مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ ہے۔ اب ہر شخص کا جو خدا اور رسول سے پیار کرتا ہے اور اپنے ایمان کو سلامت رکھنا چاہتا ہے فرض ہے کہ اس معاملہ میں غور کرے کہ آیا ہم نے جو دعویٰ کیا ہے سچا ہے کہ جھوٹا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں کے

ساتھ خدائی نشان ہوتے ہیں۔ صرف نراز بانی دعویٰ قابل پذیرائی نہیں ہوتا۔

منجملہ اور علامات کے جو ہمارے آنے کے واسطے اللہ اور رسول کی کتابوں میں مندرج ہیں ایک اونٹوں کی سواریوں کا معطل ہو جانا بھی ہے۔ چنانچہ اس مضمون کو قرآن شریف نے بالفاظ ذیل تعبیر کیا ہے وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۔ اور حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں اس مضمون کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ وَلَیُتْرَکُنَّ الْقِلَاصُ فَلَا یُسْعٰی عَلَیْھَا۔ اب سوچنے والے کو چاہیئے کہ ان امور میں جو آج سے تیرہ سو برس پہلے خدا اور اس کے رسول کے مُنہ سے نکلے اور اس وقت وہ الفاظ بڑی شان اور شوکت سے پورے ہو کر اپنے کہنے والوں کے جلال کا اظہار کر رہے ہیں۔ دیکھئے اب اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے کیسے کیسے سامان پیدا ہو رہے ہیں حتّٰی کہ حجاز ریلوے کے تیار ہو جانے پر مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے سفر بھی بجائے اُونٹ کے ریل کے ذریعہ ہوُا کریں گے اور اونٹنیاں بیکار ہو جاویں گی۔

رہی یہ بات کہ ان پیشگوئیوں کو مسیح موعود کے لفظ سے کیا تعلق ہے کیونکہ قرآن شریف میں تو مسیح موعود کا نام کہیں نہیں آیا۔ سو اس کے واسطے یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم خاتم الخلفاء ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور خاتم الخلفاء کا قرب قیامت کے وقت ظہور ہونے کا وعدہ قرآن شریف میں موجود ہے پھر ہمیں بار بار بذریعہ الہام الٰہی اس امر کی بھی اطلاع دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود بھی ہمارا ہی نام رکھا ہے جس کے آنے کے متعلق احادیث میں وعدہ تھا۔ یاد رکھو کہ جو شخص احادیث کو ردّی کی طرح پھینک دیتا ہے وہ ہرگز ہرگز مومن نہیں ہو سکتا کیونکہ اسلام کا بہت بڑا حصہ ایسا ہے کہ جو بغیر مدد احادیث ادھورا رہ جاتا ہے جو کہتا ہے کہ مجھے احادیث کی ضرورت نہیں وہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتا۔ اسے ایک دن قرآن کو بھی چھوڑنا پڑے گا۔

پس قرآن شریف میں جس شخص کا نام خاتم الخلفاء رکھا گیا ہے اسی کا نام احادیث میں مسیح موعود رکھا گیا ہے۔ اور اسی طرح سے دونوں ناموں کے متعلق جتنی پیشگوئیاں ہیں وہ ہمارے ہی متعلق ہیں۔ خلیفہ کہتے ہیں پیچھے آنے والے کو۔ اور کامل وہ ہے جو سب سے پیچھے آوے۔ اور ظاہر ہے کہ جو قرب قیامت کے وقت آوے گا وہی سب سے پیچھے ہوگا۔ لہٰذا وہی سب سے اکمل اور افضل ہوا۔ صرف تغیر الفاظ ہی ہے۔ قرآن شریف نے خلیفہ کے لفظ سے پکارا ہے اور حدیث میں اس کو مسیح موعود کے نام سے نامزد کیا گیا ہے۔ رہا یہ کہ ہمارے اس دعویٰ کا ثبوت کیا ہے۔ سو یاد رکھو کہ ہماری صداقت کا ثبوت وہی ہے جو ہمیشہ سے انبیاء اور ماموروں کا ہوتا رہا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا جو ثبوت کوئی شخص پیش کر سکتا ہے اسی دلیل سے ہم اپنے دعویٰ کا صدق ظاہر کر سکتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے آنے والے خدا تعالےٰ ہی کی گواہی سے سچے ٹھہرا کرتے ہیں۔ دعویٰ تو صادق بھی کرتا ہے اور کاذب بھی۔ اور نفسِ دعویٰ کرنے میں تو دونوں یکساں ہیں مگر اُن میں مابہ الامتیاز بھی تو ہوتا ہے۔

بھلا فرض کرو کہ مسیح موعودؑ کا ذکر قرآن میں بھی نہ ہوتا اور حدیث میں بھی پایا نہ جاتا تو پھر کیا تھا۔ پھر بھی صادق اپنے نشانوں سے شناخت کر لیا جاتا۔ دیکھو حضرت موسیٰ ؑ کا ذکر بھلا کس پہلی کتاب میں درج تھا؟ کوئی بتا سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ کے آنے کی خبر اور پیشگوئی کس کتاب میں موجود تھی؟ پھر حضرت موسیٰ ؑ کس طرح نبی مان لئے گئے؟ یاد رکھو کہ خدا تعالےٰ کی تازہ بتازہ گواہی ہی صدق کی دلیل ہو سکتی ہے۔ صرف دعویٰ بلا دلیل صدق کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جس دعویٰ کے ساتھ خدائی شہادت نہ ہو وہ جھوٹا ہے اور خدا کے مؤاخذہ کے قابل ہے۔ جھوٹے مدعی کو خدا خود ہلاک کرتا ہے اور اس کو مہلت نہیں دی جاتی کیونکہ وہ خدا پر افتراء کرتا ہے اور حق و باطل میں گڑبڑ ڈالنا چاہتا ہے۔

میں کوئی نئی بات نہیں لایا اور نہ ہی میں نے کوئی نئی شریعت قائم کی ہے۔ میں اسی شریعت کی خدمت اور تجدید کے واسطے آیا ہوں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔ اور میری سچائی دعویٰ کے لئے بھی منہاج نبوت پر ہی نشان موجود ہیں۔ میں نے اپنی کتابوں میں اُن کا ذکر کیا ہے۔ ابھی ایک تازہ کتاب حقیقۃ الوحی میں نے لکھی ہے اس کا مطالعہ کر کے دیکھ لیا جاوے کہ کس قدر نشان خدا تعالیٰ نے میری تائید کے واسطے ظاہر فرمائے۔ کیا یہ کسی جھوٹے کے واسطے بھی دکھائے جاتے ہیں؟

دیکھو بعض انبیاء صرف ایک معجزہ سے صادق قبول کر لئے گئے۔ مگر یہاں تو ہزاروں نشان موجود ہیں۔ پھر ہم اگر کسی نئے دین کا دعویٰ کرتے۔ کتاب اللہ کے خلاف کوئی نیا حکم اپنی طرف سے بیان کرتے۔ سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں کمی بیشی کرتے یا ان کو منسوخ کرنے کا دعویٰ کرتے۔ نماز، روزہ اور حج

کے مسائل میں کوئی تغیر تبدل کرتے تو اس قسم کا کوئی دغدغہ اور شک و شبہ بھی بجا تھا۔ مگر ہم تو کہتے ہیں کہ کافر ہے وہ شخص جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے ذرہ بھر بھی ادھر ادھر ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے روگردانی کرنے والا ہی ہمارے نزدیک جب کافر ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال جو کوئی نئی شریعت لانے کا دعویٰ کرے یا قرآن اور سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں تغیر تبدل کرے یا کسی حکم کو منسوخ جانے ہمارے نزدیک تو مومن وہی ہے جو قرآن شریف کی سچی پیروی کرے اور قرآن شریف ہی کو خاتم الکتب یقین کرے اور اسی شریعت کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں لائے تھے۔ اسی کو ہمیشہ تک رہنے والی مانے اور اس میں ایک ذرّہ بھر اور ایک شوشہ بھی نہ بدلے اور اس کی اتباع میں فنا ہو کر اپنا آپ کھودے اور اپنے وجود کا ہر ذرّہ اسی راہ میں لگائے۔ عملاً اور علماً اس کی شریعت کی مخالفت نہ کرے تب پکا مسلمان ہوتا ہے۔ البتہ ہمارے اوپر جو کلامِ الٰہی نازل ہوتا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہم نے کسی نئی اور تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے بلکہ مکالمہ مخاطبہ کی کثرت کیا بلحاظ کمیّت اور کیا بلحاظ کیفیت کی وجہ سے نبی کہا گیا ہے۔ اب اس مجلس میں اگر کوئی صاحب عبرانی یا عربی سے واقف ہے تو وہ جان سکتا ہے کہ نبی کا لفظ نبأ سے نکلا ہے اور نبأ کہتے ہیں خبر دینے کو۔ اور نبی کہتے ہیں خبر دینے والے کو۔ یعنی خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک کلام پا کر جو غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچانے والا اسلامی اصطلاح کی رُو سے نبی کہلاتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے **انبئونی باسماء ھٰؤلاء** اصل میں ہماری اور ان لوگوں کی نزاع صرف لفظی ہے۔

ہمارے مخالف اگر تقویٰ طہارت نہ چھوڑیں اور تعصب اور عناد نہ کریں تو سب جانتے ہیں اور متقدمین بزرگ اور اولیاء اللہ صاف لکھ گئے ہیں۔ **وللّٰہ باولیاء ہ مکالمات و مخاطبات** دنیا میں صدہا نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں ہیں جن کو سچی خوابیں آتی ہیں بلکہ سچی خواب تو بعض اوقات بلا امتیاز نیک و بد کافر و مسلم کو بھی آجاتی ہے۔ بعض وقت زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کو، چوہڑے چماروں کو بھی سچی خوابیں آجاتی ہیں۔ پھر مومن کو جو کہ بوجہ اپنے ایمان صحیح کے ان سے بڑھ کر اس بات کا مستحق ہے کیوں سچی خواب یا کشوف اور الہامات نہ مانے جاویں۔ بلکہ مومن کو بہت بڑھ چڑھ کر یہ سب باتیں میسّر آسکتی ہیں۔

اس سے یہ مت خیال کرو کہ اس طرح صادقوں اور مامورین انبیاء و رسل کی رؤیا اور کشوف اور الہامات کی بے رونقی ہوتی ہے یا ان کی شان میں کوئی فرق یا بے وقعتی لازم آتی ہے نہیں بلکہ یہ امور تو اس وحی نبوت اور خدا تعالیٰ کے مکالمات مخاطبات کے واسطے جو کہ اس کے انبیاء اور رسولوں کو اس کی طرف سے عطا کئے جاتے ہیں ان کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کی صداقت کی ایک قوی دلیل ہیں کیونکہ اگر اس کا بیج ان لوگوں میں نہ پایا جاتا تو ممکن تھا کہ وہ فاسق فاجر اور بے دین لوگ وحی اور الہام کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتے اور پھر ان کا اعتراض قوی ہوتا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل حکمت سے انبیاء اولیاء کے مکالمات اور مخاطبات اور وحی نبوت کے واسطے بطور تخم ریزی یہ ایک شہادت ہر طبقہ کے لوگوں میں خود ان کے نفسوں میں پیدا کر دی تا کہ انسان کو انکار کرنے کے واسطے کوئی مفر نہ رہ جائے اور اندر ہی اندر ملزم ہوتا رہے۔

قاعدہ کی بات ہے کہ انسان کو اگر کسی چیز کا نمونہ نہ دیا جاوے تو اس کے متعلق شبہات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ بات صرف اسلام ہی میں پائی جاتی ہے اور یہ صداقت مذہب کی ایک اعلیٰ دلیل ہے جو کسی دوسرے مذہب میں پائی نہیں جاتی۔ اسلام ہی خدا کو پسند اور خدا تعالےٰ کا مقرب و مقبول مذہب ہے۔ اس واسطے اس نے محض اپنے رحم سے اسلام میں مسلمانوں کو ٹھوکر اور شبہات سے بچانے کے واسطے سلسلہ مکالمات اور مخاطبات کا ہمیشہ جاری رہنے والا اکمل فیضان عطا کیا۔ لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے خیالات اکثر جاگزیں ہو جایا کرتے ہیں کہ میں بھی انسان ہوں اور یہ مدعی الہام بھی آخر میری ہی طرح کا انسان ہے تو کیا وجہ ہے کہ مجھے الہام اور مکالمہ الٰہیہ نہیں ہوتا اور اس کو ہوتا ہے۔ اس واسطے ایسے شبہات کا قلع قمع کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں اس فیضان کی ایک جھلک بطور نمونہ رکھ دی۔ دیکھو جس طرح ایک پیسہ لاکھ دو لاکھ پیسوں کے وجود کے لئے اور ایک روپیہ کروڑ دو کروڑ روپوں اور خزائن کے واسطے دلیل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح سے ایک سچا خواب الہام کے واسطے دلیل صحیح ہو سکتا ہے۔ سچے خواب بطور ایک نمونہ کے فطرت انسانی میں

ودیعت کئے گئے ہیں تا کہ اس نقطہ سے اس انتہائی کمال فیضان کا وجود یقین کر لیا جاوے۔ جب ایک خواب معمولی بلکہ ادنیٰ درجہ کے انسان کو بھی ممکن ہے تو کیا وجہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کے کامل اور پاک مطہر انسان میں اس خواب کا اعلیٰ مرتبہ جس کو الہام کہتے ہیں موجود نہ ہو۔ کیونکہ سچا خواب بھی کمالات نبوت کا ایک ادنیٰ ترین حصہ ہے۔

یاد رکھو کہ سلسلہ مکالمہ مخاطبہ اسلام کی روح ہے۔ ورنہ اگر اسلام کو یہ شرف حاصل نہ ہوتا تو یقیناً اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح ایک مردہ مذہب ہوتا۔ اس بات کو خوب سمجھ لو کہ اگر اسلام اس فضل الٰہی اور برکت سے خالی ہوتا تو یقیناً اسلام میں بھی کوئی وجہ فضیلت نہ تھی۔ یہ خدا تعالےٰ کا خاص فضل ہے کہ وہ اس قسم کے زندہ نمونے اسلام میں ہر صدی کے سر پر بھیجتا رہا ہے اور اس طرح سے ہمیشہ اسلام کا زندہ مذہب ہونا دنیا پر ثابت کرتا رہا ہے۔

اسلام ایک وقت وہ مذہب تھا کہ ایک شخص کے مُرتد ہو جانے سے قیامت برپا ہو جاتی تھی۔ مگر اب وہی اسلام ہے کہ لاکھوں انسان اس سے مرتد اور بے دین ہو گئے۔ اندرونی بیرونی دشمنوں کے حملوں سے اسلام کو نابود کرنے کی کوشش کی گئی اور اسلام کی ہتک کی گئی۔ پاؤں کے نیچے رونداا ور کچلا گیا۔ خود مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے دین کی حقیقت سے بے خبر ہو کر دین کے دشمن ہو رہے ہیں۔ اب بتاؤ کہ وہ کونسی ضلالت اور گمراہی باقی ہے جس کی اب انتظار کی جاتی ہے۔ عیسائیوں میں پادری فنڈر کی کتابیں مطالعہ کر کے دیکھ لو۔ وہ لکھتا ہے کہ اسلام میں ایک بھی پیشگوئی نہیں جو کی گئی اور نہ ہی کوئی پوری ہوئی۔ الم غلبت الروم والی پیشگوئی کو بھی وہ ظنّی اور ڈھکوسلا بتاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (نعوذ باللہ) واقعات موجودہ کو دیکھ کر ایسا اندازہ کر لیا تھا اور اس طرح سے پیشگوئی کر دی تھی۔ اس کے سوا اور سینکڑوں کتابیں اور رسائل ہیں جو اسلام کے خلاف لکھے گئے۔ کوئی مسلمان کسی عیسائی کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اور دشمنانِ اسلام کو کوئی دندان شکن جواب نہیں دے سکتا۔ اگر اسلام اور اسلام کی زندگی صرف پرانے قصے کہانیوں پر ہی آ رہی ہے تو پھر یاد رکھو کہ اسلام آج بھی نہیں ہے اور کل بھی نہیں ہے۔

یاد رکھو کہ اسلام کی جس طرح خدا تعالیٰ نے ابتداء میں حمایت کی اور کرتا آیا ہے۔ اسی طرح آج بھی اسلام کی حمایت میں وہ تازہ بتازہ نشان دکھا سکتا ہے اور ہر مومن کے واسطے وہ بشرطیکہ کوئی مومن ہو فرقان پیدا کر سکتا ہے۔ مگر یہ ہیں نام کے مُلّاں اور حامیانِ دین متین کہ خود منبروں پر چڑھ کر بلند آوازوں سے کہہ سکتے ہیں کہ اب اسلام میں نشان دکھانے والا کوئی نہیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب نے خود جلسہ مہوتسو میں جہاں کہ تمام مذاہب کے لوگ جمع تھے اس بات کا اقرار کیا کہ افسوس ہے کہ اسلام میں آجکل ایسے لوگ موجود نہیں ہیں جو نشان دکھا سکیں۔ گویا خود اقرار کر لیا کہ ہمارا مذہب بھی دوسرے مذاہب کی طرح ایک مُردہ مذہب ہے اور زندگی کی جو علامات ہوتی ہیں وہ اب اس میں موجود نہیں ہیں۔

اب غور کرو کہ اسلام کی عزّت ایسی ہی باتوں میں ہے۔ نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اَور کیا ذلّت ہو گی کہ اسلام کو ایسے لوگوں سے خالی مانا جاوے جن سے خدا تعالےٰ مکالمہ مخاطبہ کرتا ہو اور جن کی صداقت کے ثبوت کے واسطے ان کے ساتھ زبردست غیب پر مشتمل نشان موجود ہوں۔ یاد رکھو کہ اگر خدانخواستہ ایسا بھی کوئی زمانہ آ جاوے کہ اسلام میں یہ برکات نہ رہیں تو یقین رکھو کہ اسلام بھی اور مذہبوں کی طرح مر گیا۔ کیونکہ زندگی کی جو علامت تھی جب وہی مفقود ہے تو پھر زندگی کیسی؟ دیکھو برہمو بھی تو لا الٰہ الّا اللہ کے قائل ہیں وہ اگر تم سے سوال کریں کہ محمد رسول اللہ کے زیادہ کرنے سے تم میں کیا طاقت اور خصوصیت پیدا ہو گئی؟ تو بتاؤ ان کو کیا جواب دو گے؟ مسلمان کو چاہیئے کہ ایک ایسی زبردست بات پکڑے اور ایسا اصول اختیار کرے کہ جس سے وہ دوسروں پر غالب آ جاوے۔

اچھا اگر یہی بات ہے تو پھر بتاؤ تو سہی کہ تم میں اور تمہارے غیروں میں مابہ الامتیاز ہی کیا ہے جبکہ برہمو بھی توحید کے قائل ہیں۔ عیسائی بھی توحید کے خیالات رکھتے ہیں۔ آریہ بھی توحید کے حامی بنتے ہیں۔ یہودی بھی موحد ہیں۔ ہم نے ایک خط ایک فاضل یہودی کو لکھا تھا کہ توحید کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے۔ اس کے جواب میں اُس نے لکھا کہ ہماری تعلیم توحید کی ہے اور ہمارا وہی خدا ہے جو قرآن کا خدا ہے۔ اب یہ سمجھنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ جب یہ لوگ بھی توحید کا ہی دعویٰ کرتے ہیں تو مسلمانوں میں خصوصیت کی وجہ

کیا ہے۔

رہی نظری اور دقیق بحثیں سو وہ تو ذبح کرنے والی باتیں ہیں۔ بحثوں سے کبھی کوئی مانا نہیں دیکھو لیکھرام کا مجھ سے مقابلہ ہؤا تھا۔ اس نے میرے واسطے پیشگوئی کی تھی کہ تین برس میں مرجائے گا میں نے خدا سے خبر پا کر اُس کے حق میں پیشگوئی کی تھی کہ چھ برس میں بذریعہ قتل ہلاک ہوگا۔ لیکھرام کی کتاب ''خبطِ احمدیہ'' کھول کر دیکھ لو کہ کس طرح اس نے رورو کر گریہ و بکا سے پرمیشر کے حضور نہایت عجز وانکسار سے التجا کی ہے اور خدا تعالیٰ سے صادق کی تائید اور نصرت اور کاذب کی ہلاکت اور بربادی کا فیصلہ مانگا ہے تا کہ حق و باطل میں تمیز ہو سکے۔ اور دنیا پر ظاہر ہو جاوے کہ آریہ مت اور مذہب اسلام دونوں میں سے خدا کے حضور کونسی راہ پیاری اور منظور ہے اور کونسی مردود۔ آخر کار جو فیصلہ ہوا ایک دنیا اس کو جانتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے کس کی تائید کی اور کون نامراد مرا۔ اور اس طرح سے سچے اور جھوٹے اور اسلام اور آریہ مذہب کا ہمیشہ کے واسطے تصفیہ ہو گیا۔

(حاشیہ الحکم جلد12 نمبر31 صفحہ3تا6 مورخہ6 مئی 1908)

یہ ہیں خدا کے نشان اور ان کا نام ہے مابہ الامتیاز۔ خشک مباحثات سے کیا ہو سکتا ہے۔ بھلا کبھی کسی نے دیکھا بھی کہ مباحثہ سے کسی نے ہار منوائی ہو؟ ایک طرف خبط احمدیہ کو لے لو اور دوسری طرف میری کتابوں کو لے لو جن میں یہ پیشگوئی بڑی بسط سے درج ہے پھر مقابلہ کرو کہ کونسا خدا کا کلام ہے اور کونسا شیطان کا۔ اگر میرا نطق خدا کی طرف سے اور خدا کے حکم سے نہ ہوتا تو کیا ممکن نہ تھا کہ میں ہی مرجاتا اور وہ زندہ رہتا کیونکہ ظاہر اسباب اس بات کے متقاضی تھے۔ میں اس کی نسبت عمر میں زیادہ تھا اور پھر بیماری میرے لاحق حال تھی مگر برخلاف اس کے وہ مضبوط توانا اور تندرست تھا۔ یہی نہیں بلکہ اس کے سوا اَور بھی جس جس نے مباہلہ کیا وہی ذلیل ہؤا۔ ہلاک ہؤا۔ غلام دستگیر قصوری، محی الدین لکھو کے والا۔ ان لوگوں نے مباہلے کئے اور خود ہی ہلاک ہو کر ہماری صداقت پر ہمیشہ کے واسطے مہریں کر گئے۔ مولوی چراغدین جموں والا نے میری نسبت پیشگوئی کی کہ طاعون سے مرے گا اور مباہلہ کیا۔ مگر دیکھو خود ہی طاعون سے مرا۔ ایک فقیر مرزا تھا۔ اس نے بھی اعلان کیا تھا کہ مرزا رمضان کے مہینے میں مرجائے گا مجھے عرش سے یہ خبر دی گئی ہے۔ آخر جب وہ رمضان کا مہینہ آیا تو خود ہلاک ہو گیا۔ بابو الٰہی بخش صاحب نے بھی ہماری نسبت اپنی کتاب میں طاعون سے مرنے کی پیشگوئی کی تھی مگر آپ لوگ جانتے ہوں گے کہ وہ کس طرح مرے۔

اب بتاؤ کہ معجزات کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔ ڈوئی جو سمندروں کے پار بیٹھا تھا جب وہ ہمارے مقابلہ میں آیا اور ہم نے خدا سے خبر پا کر اس کے واسطے اس کی پرحسرت ہلاکت کے واسطے پیشگوئی کی تو فوراً اس پر آثار ادبار ظاہر ہونے شروع ہو گئے اور آخر کار بڑی نامرادی سے مفلوج ہو کر اور طرح طرح کے دکھ اور ذلّتیں دیکھتا ہؤا ہلاک ہو گیا۔ غرضیکہ اگر نشانات کی ایک کتاب بنائی جاوے تو یقین ہے کہ پچاس جزو کی ایک کتاب تیار ہو۔ دیکھو عبداللہ آتھم بھلا اب کہاں ہے؟

لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے واسطے کوئی نیا معجزہ دکھاؤ۔ خدائی نشانات کیا باسی ہو گئے ہیں اور وہ ردّی ہو گئے ہیں کہ ان کو ردّ کیا جاتا ہے اور اپنی مرضی کے نشانات مانگے جاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کسی کا ماتحت ہو کر نہیں چلنا چاہتا کہ وہ کسی کی مرضی کا تابع ہو۔ وہ نشان دکھا رہا ہے مگر اپنی مرضی کے موافق دکھاتا ہے کیا ان سے تسلّی نہیں ہوتی اور مانگے جاتے ہیں۔

الغرض قرآن شریف میں آخری زمانہ کے موعود کا نام خلیفہ رکھا گیا ہے اور احادیث نبویہ میں مسیح کے نام سے اس کو یاد کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی ہمارے دو نام رکھے ہیں جو کہ ہماری کتاب میں جس کو عرصہ 26 سال ہو گیا کہ چھپ کر شائع ہوگئی اور دوست دشمن کے ہاتھ میں موجود ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک الہام میں یوں آیا ہے **انّی جاعلٌ فی الارض خلیفۃً** اور ایک دوسرے الہام میں ہے کہ **الحمدللہ الّذی جعلک المسیح ابن مریم** ۔ غرض حدیث اور قرآن شریف کے رُو سے اللہ تعالیٰ نے ہمارا ہی یہ نام رکھا ہے اور آنے والا موعود ہمیں ہی مقرر فرمایا ہے۔

مسیح ناصری تو مر گیا اور قرآن شریف میں بار بار اس کی وفات کا بڑے زور سے ذکر کیا گیا ہے۔ وہ تو اب کسی طرح زندہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جب اس کی جگہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کو بٹھا دیا تو اب بھی اس کا انتظار کرنا کیسی نادانی اور

جہالت ہے۔ میرا مدعا یہ ہے کہ لوگ جو اس معاملہ میں بحث کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارے مُنہ مانگے نشان دیئے جاویں۔ دیکھو صدہا نبی ایسے بھی آئے کہ ان کی پیشگوئی کسی پہلی کتاب میں نہیں کی گئی۔

اصل بات یہ ہے کہ سچے نبی کے ساتھ خداتعالےٰ کی ہیبت ہوتی ہے اور جو خداتعالےٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ خدائی نشان اور تائید کا عَلَمْ لازمی طور سے ہوتا ہے۔ دیکھو بائبل، انجیل، قرآن، حدیث میں جن معجزات کا ذکر ہے دشمن ان کو نہ ماننے کے کئی وجوہ پیدا کرسکتا ہے۔ تحریف تبدیل کا الزام لگا سکتا ہے اور اَور رنگ کے دوسرے پہلو کے معنے کرسکتا ہے۔ غرضیکہ گزشتہ امور پر ہی اگر فیصلہ کا انحصار اور دارومدار ہو تو اس میں بڑی مشکلات آسکتی ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ حق و باطل میں خلط ہو اور حق دنیا پر مشتبہ رہے۔ اسی واسطے اس کی سنّت ہے کہ وہ تازہ بتازہ نشانات سے امر حق کا ہمیشہ اظہار کرتا رہا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی جبکہ خدا نے ہمیں مامور کر کے بھیجا اور مسیح موعود اور خاتم الخلفاء ہمارا نام رکھا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ **قل عندی شھادۃٌ من اللہ فھل انتم مسلمون** یعنی ساتھ ہی اپنی شہادت اور گواہی بھی عطا فرمائی پس اس وقت ہمارے ساتھ بھی خدائی شہادت موجود ہے۔ کوئی بھی اعتراض جو منہاج نبوت پر قرآن اور حدیث کی رُو سے ہو ہم اس کا جواب دینے کو ہر وقت تیار ہیں۔ ہر مدعی سے یہی ہوتا ہے کہ اس کے صدق دعویٰ کا ثبوت مانگا جاتا ہے۔ سو ہم اس امتحان کے واسطے ہر وقت تیار ہیں بشرطیکہ منہاج نبوت پر ہو۔ خدا جانے ان پرانے قصوں میں کیا رکھا ہے کہ یہ لوگ تازہ بتازہ نشانات کو تو نہیں مانتے اور قصوں کے پیچھے پڑتے ہیں۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ قصوں سے تمہیں حاصل ہی کیا؟ یہودیوں کے قصے تو تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں تو کیا ان کو مان لوگے؟ ہر قوم میں قصوں کی بھرمار ہے مگر خشک قصے تقویت ایمان اور تازگی رُوح کے واسطے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ قصوں والا ایمان بھی کچھ بودا ہی ہوتا ہے۔ تازہ بتازہ نشانات اور خداتعالےٰ کی گواہی کو جو لوگ نہیں مانتے ان کی سزا ہی آخر یہی ہے کہ وہ قصے کہانیوں کے پیرو ہیں۔

(الحکم جلد12 نمبر 49 صفحہ 3 مورخہ 26/30 اگست 1908)

(ملفوظات جلد10 صفحہ 261-274)

وہ جس کے تھے تم منتظر آگیا ہے

(منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

بجا لاؤ احکامِ احمدؐ خدارا
ذرا سی بھی گر تم میں بُوئے وفا ہے

صداقت کو اب بھی نہ جانا تو پھر کب
کہ موجود اِک ہم میں مردِ خُدا ہے
تری عقل کو قوم کیا ہوگیا ہے
اسی کی ہے بدخواہ جو رہنما ہے
وہ اسلام دُنیا کا تھا جو محافظ
وہ خود آج محتاج امداد کا ہے
اگر رہنما اب بھی کوئی نہ آئے
تو سمجھو کہ وقت آخری آگیا ہے
ہمیں ہے اسی وقت ہادی کی حاجت
یہی وقت اک رہنما چاہتا ہے
یہ ہے دُوسری بات مانو نہ مانو
مگر حق تو یہ ہے کہ وہ آگیا ہے
اُٹھو دیکھو اسلام کے دن پھرے ہیں
کہ نائب محمدؐ کا پیدا ہوا ہے
محبت سے کہتا ہے وہ تم کو ہر دم
اُٹھو سونے والو کہ وقت آگیا ہے
دم وخم اگر ہو کسی کو تو آئے
وہ میداں میں ہر اک کو للکارتا ہے
ہر اک دشمنِ دیں کو ہے وہ بلاتا
کہ آؤ اگر تم میں کچھ بھی حیا ہے
مقابل میں اس کے اگر کوئی آئے
نہ آگے بچے گا نہ اب تک بچا ہے
مسیحا و مہدیٔ دورانِ آخر
وہ جس کے تھے تم منتظر آگیا ہے

جماعتِ احمدیہ کا سنگِ بنیاد

بیعت کے لئے حکم الٰہی

1888 کی پہلی سہ ماہی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیعت لینے کا ارشاد ہوُا۔ یہ ربانی حکم جن الفاظ میں پہنچا وہ یہ تھے۔

عربی الہام کا ترجمہ:

''یعنی جب تُو نے اس خدمت کے لئے قصد کر لیا تو خدائے تعالیٰ پر بھروسہ کر اور یہ کشتی ہماری آنکھوں کے رُوبرُو اور ہماری وحی سے بنا۔ جو لوگ تجھ سے بیعت کریں گے وہ تجھ سے نہیں بلکہ خدا سے بیعت کریں گے۔ خدا کا ہاتھ ہوگا جواُن کے ہاتھ پر ہوگا۔''

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 565)

اشتہار تکمیل تبلیغ و گزارش ضروری

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم دسمبر 1888 کو ایک اشتہار کے ذریعہ سے بیعت کا اعلان عام فرما دیا۔ اس اعلان کے ساتھ جو بیعت سے متعلق پہلا اعلان تھا حضور نے بیعت کے لئے معین رنگ میں کوئی خاص شرائط نہیں تحریر کئے تھے۔ مگر اُدھر حضرت المصلح الموعود 12 جنوری 1889 کو دس گیارہ بجے شب پیدا ہوئے۔ ادھر آپ نے ''تکمیل تبلیغ'' کا اشتہار تحریر فرمایا اور اس میں بیعت کی وہ دس شرطیں تجویز فرمائیں جو جماعت میں داخلہ کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

لدھیانہ میں وُرُود

اس اشتہار کے بعد حضرت اقدسؑ قادیان سے لدھیانہ تشریف لے گئے اور حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان واقع محلّہ جدید میں فروکش ہوئے۔ یہاں سے آپؑ نے 4 مارچ 1889 کو ایک اور اشتہار میں بیعت کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی ---۔ اسی اشتہار میں آپ نے ہدایت فرمائی کہ بیعت کرنے والے اصحاب 20 مارچ کے بعد لدھیانہ پہنچ جائیں۔

23 مارچ 1889 کو محلّہ جدید میں بیعت اُولیٰ کا آغاز

حضرت اقدس کے اشتہار پر جموں، خوست، بھیرہ، سیالکوٹ، گورداسپور، گوجرانوالہ، پٹیالہ، جالندھر، مالیرکوٹلہ، انبالہ، کپورتھلہ اور میرٹھ وغیرہ مختلف اضلاع سے متعدد مخلصین لدھیانہ پہنچ گئے۔ بیعت اُولیٰ کا آغاز لدھیانہ میں حضرت منشی عبداللہ سنوری کی روایت کے مطابق 20 رجب 1310ھ بمطابق 23 مارچ 1889 کو حضرت صوفی احمد جان کے مکان واقعہ محلّہ جدید میں ہوُا۔ وہیں بیعت کے تاریخی ریکارڈ کے لئے ایک رجسٹر تیار ہوُا۔ جس کی پیشانی پر یہ لکھا گیا۔

''بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ وطہارت''

رجسٹر میں ایک نقشہ تھا جس میں نام، ولدیت اور سکونت درج کی جاتی تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام بیعت لینے کے لئے مکان کی ایک کچی کوٹھڑی میں (جو بعد کو دارالبیعت کے مقدس نام سے موسوم ہوئی) بیٹھ گئے اور دروازے پر حافظ حامد علی صاحب کو مقرر کر دیا اور انہیں ہدایت دی کہ جسے میں کہتا جاؤں اُسے کمرہ میں بلاتے جاؤ۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کو بلوایا۔ حضرت اقدس نے مولانا کا ہاتھ کلائی پر سے زور کے ساتھ پکڑا اور بڑی لمبی بیعت لی۔ ان دنوں بیعت کے الفاظ یہ تھے:

''آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مَیں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور میری سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا۔ اور دین کو دُنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم رکھوں گا اور 12 جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا۔ اور اب بھی اپنے گزشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔''

حضرت مولانا نورالدین صاحب کے بعد میر عباس علی شیخ محمد حسین صاحب خوشنویس مراد آبادی نیز چوتھے نمبر پر مولوی عبداللہ صاحب سنوری اور پانچویں نمبر پر مولوی عبداللہ صاحب ساکن تنگی علاقہ چارسدہ (صوبہ سرحد) نے بیعت کی۔ ان کے بعد غالباً منشی اللہ بخش صاحب لدھیانہ کا نام لے کر بلایا اور پھر شیخ حامد علی صاحب سے کہہ دیا کہ خود ہی ایک ایک آدمی کو بھیجتے جاؤ۔ اس کے بعد آٹھویں نمبر پر قاضی خواجہ علی صاحب نویں نمبر پر عنایت علی صاحب اور دسویں نمبر پر چوہدری رستم علی صاحب اور پھر معاً بعد یا کچھ وقفے کے ساتھ حضرت منشی اروڑا خاں صاحب نے بیعت کی۔ ستائیسویں نمبر پر رحیم بخش صاحب سنوری کی بیعت ہوئی۔ اس طرح پہلے دن باری باری چالیس افراد نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

عورتوں کی بیعت

مردوں کی بیعت کے بعد حضرت گھر میں آئے تو بعض عورتوں نے بھی بیعت کی۔ سب سے پہلے حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت صغریٰ بیگمؓ نے بیعت کی۔

دوسرے ایام میں بیعت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام لدھیانہ میں 18 اپریل 1889 تک مقیم رہے۔ ابتداءً محلّہ جدید میں پھر محلّہ اقبال گنج میں۔ تاہم بیعت کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ پہلے بیعت اکیلے اکیلے ہوتی رہی پھر خطوط کے ذریعہ سے پھر مجمع عام میں۔

بیعت کے بعد نصائح

حضرت اقدس کا اکثر دستور تھا کہ بیعت کرنے والوں کو نصائح فرماتے تھے۔ چند نصائح بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

’’اس جماعت میں داخل ہو کر اوّل زندگی میں تغیر کرنا چاہئے کہ خدا پر ایمان سچا ہو اور وہ ہر مصیبت میں کام آئے۔ پھر اس کے احکام کو نظر خفت سے نہ دیکھا جائے۔ بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جائے اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جائے۔‘‘

’’ہمہ وجوہ اسباب پر سرنگوں ہونا اور اسی پر بھروسہ کرنا اور خدا پر توکل چھوڑ دینا یہ شرک ہے اور گویا خدا کی ہستی سے انکار۔ رعایت اسباب اس حد تک کرنی چاہئے کہ شرک لازم نہ آئے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہم رعایتِ اسباب سے منع نہیں کرتے مگر اس پر بھروسہ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ ’دست در کار دل بایار‘ والی بات ہونی چاہئے۔‘‘

’’دیکھو تم لوگوں نے جو بیعت کی ہے اور اس وقت اقرار کیا ہے اس کا زبان سے کہہ دینا تو آسان ہے لیکن نبھانا مشکل ہے۔ کیونکہ شیطان اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ انسان کو دین سے لاپروا کردے۔ دنیا اور اس کے فوائد کو تو وہ آسان دکھاتا ہے اور دین کو بہت دُور۔ اس طرح دل سخت ہو جاتا ہے اور پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے اگر خدا کو راضی کرنا ہے تو اس گناہ سے بچنے کے اقرار کو نبھانے کے لئے ہمت اور کوشش سے تیار ہو۔‘‘

فتنہ کی کوئی بات نہ کرو۔ شر نہ پھیلاؤ۔ گالی پر صبر کرو۔ کسی کا مقابلہ نہ کرو جو مقابلہ کرے اس سے بھی سلوک اور نیکی کے ساتھ پیش آؤ شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا راضی ہو جائے۔ اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ پورے دل پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جائے۔‘‘

’’بعض لوگ بیعت کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا کرتے تھے کہ حضور کسی وظیفہ وغیرہ کا ارشاد فرمائیں۔ اس کا جواب اکثر یہ دیا کرتے تھے کہ نماز سنوار کر پڑھا کریں اور نماز میں اپنی زبان میں دعا کیا کریں۔ اور قرآن شریف بہت پڑھا کریں۔ آپ وظائف کے متعلق اکثر فرمایا کرتے تھے کہ استغفار کیا کریں۔ سورۂ فاتحہ پڑھا کریں۔ درود شریف لاحول اور سبحان اللہ پر مداومت کریں۔ اور فرماتے تھے کہ بس ہمارے وظائف تو یہی ہیں۔‘‘

(از تاریخ احمدیت صفحہ 175,163 و بحوالہ ماھنامہ مصباح مارچ 2004)

تبرکات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے متعلق چند حسین یادیں

تقریر فرمودہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا برموقعہ سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ مرکزیہ 1972

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

’’میری عمر کے 11 سال اَور 24 روز کُل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارک میں گزرے تھے۔ اس عمر کے بچوں کو تو کچھ یاد نہیں رہتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ کچھ بچپن کی یادیں جو اکثر ذاتی باتیں لوگوں کیلئے معمولی مگر میرے لئے بیش بہا خزانہ ہیں۔ الحمد للہ کہ جو بھی یاد ہے بہت صاف اور سب میرے دل پر نقش ہے گویا اس وقت بھی دیکھ رہی ہوں۔ سن رہی ہوں ، آپ کا بات کرنا، اٹھنا بیٹھنا، سونا، سوتے میں کروٹ لینا، ٹہلنا، لکھنا، غرض سب کچھ دل پر نقش ہے۔ حالانکہ پڑھنے میں بھی وقت گزرتا بڑا حصہ دن کا اور پھر کھیلنا بھی مگر جب موقع ہوتا میں ضرور وہ وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس گزارنا پسند کرتی تھی۔ کاش کہ اور زیادہ موقعہ ملتا۔ اکثر چھوٹی چھوٹی باتیں بھی آپ سے پوچھ لیتی تھی۔

ایک شام آسمان پر ہلکے ہلکے اَبر میں خوبصورت رنگ برنگ کی دھنک دیکھ کر ہم سب بچے خوش ہو رہے تھے۔ آپؑ اس وقت صحن میں ٹہل رہے تھے۔ (جو بعد میں اُمِّ ناصر کا صحن کہلاتا رہا) مَیں نے کہا یہ جو کمان ہے اس کو سب لوگ (پنجابی میں) ’’مائی بڈھی کی پینگ‘‘ کہتے ہیں۔ اس کو عربی میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا اس کو عربی میں ’’قوس قزح‘‘ کہتے ہیں۔ مگر تم اس کو قوس اللہ کہا کرو۔ نیز فرمایا کہ ’’قوس قزح‘‘ کے معنی (شیطان کی کمان) کے ہیں۔ یہ بات مجھے ہمیشہ یاد رہی ہے۔

ہمارے بچپن میں ایک کھلونا آتا تھا لُک اینڈ لاف Look and Laugh دُور بین کی صورت کا۔ اس میں دیکھو تو عجیب مضحکہ خیز صورت دوسرے کی نظر آتی تھی۔ جب یہ کھلونا لاہور سے کسی نے لا کر دیا آپ کو یہ چیز مَیں نے دکھائی آپ نے دیکھا اور تبسم فرمایا۔ کہا اب جاؤ دیکھو اور ہنسو کھیلو۔ مگر دیکھو یاد رکھو میری جانب ہرگز نہ دیکھنا۔ سب والدین بچوں کو تہذیب سکھانے کو ادب بڑوں کا سکھاتے ہیں۔ مگر یہ ایک خاص بات تھی اللہ تعالیٰ کا فرستادہ نبی مؤدّب بن کر بھی آتا ہے اور خود اس کو اپنا ادب بھی اپنی ذاتی شخصیت کیلئے نہیں بلکہ اس مقام کی عزت کیلئے جس پر اس کو کھڑا کیا گیا، اس ذات پاک و برتر کے احترام کی وجہ سے وہ بھیجا گیا سکھانا پڑتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان میں معجزانہ اثر تھا۔ آپ نہ بات بات پر ٹوکتے نہ شوخیوں پر جھڑکنے لگتے بلکہ انتہائی نرمی سے فرماتے کہ یوں نہ کرو۔ جس بات سے آپ نے منع کیا مجھے یاد نہیں کہ کبھی بھول کر بھی وہ بات پھر کی ہو۔ اب تو ہم دیکھتے ہیں کہ لاکھ مغز پچی کرو بچے ہیں کہ چکنے گھڑے ہیں۔ اثر ہی نہیں ہوتا یا والدین کی زبانوں میں اثر نہیں رہا۔ وہ پیار بھری زبان معجز بیان کہ ایک بار کہا پھر عمر بھر کو اس بات سے طبیعت بیزار ہو گئی۔

مجھے اور مبارک احمد کو قینچی سے کھیلتے دیکھ کر تنبیہہ فرمائی۔ کیونکہ قینچی کی نوک اس وقت میں نے مبارک احمد کی طرف کر رکھی تھی فرمایا کبھی کوئی تیز چیز قینچی، چاقو اس کے تیز رخ سے کسی کی طرف نہ پکڑا ؤ اچانک لگ سکتی ہے۔ کسی کی آنکھ میں لگ جائے کوئی نقصان پہنچے تو اپنے دل کو بھی ہمیشہ پچھتاوا رہے گا اور دوسرے کو تکلیف۔ یہ عمر بھر کو سبق ملا اور آج تک یاد ہے۔

ایک دفعہ کسی خاندان کے لڑکے نے کہا تھا اتنی سی بات پر آپ کیوں روکتی ہیں۔ کبھی اس رُخ سے کسی نے پکڑا دی تو کیا ہو گیا میں نے اس کو بتایا کہ ہمیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دیا ہوا سبق یاد ہے وہی دہرائیں گے۔

میں اور مبارک احمد آپ کے پاس ہی پلنگ پر بیٹھے کھیل کھیل میں ایک دوسرے کو ٹانگیں مار رہے تھے۔ لڑائی نہیں تھی کیونکہ ہم دونوں کا آپس میں بہت پیار تھا۔ فرمایا۔ کشتی کرو بیشک، کھیلو مگر (میری طرف خصوصاً دیکھ کر کہا) لڑکیوں کے بدن کا ایک حصہ ایسا نازک ہوتا ہے کہ ذرا سخت چوٹ لگ جائے تو موت کا ڈر ہوتا ہے۔ تم دونوں کھیلو مگر خیال رکھو کہ کسی نازک جگہ کسی کو چوٹ نہ آئے۔

اس بات سے بھی آپ نے روکا ہوا تھا کہ کبھی ڈھیلا پتھر کسی کی جانب نہ پھینکو۔ کسی کے بے جگہ لگ جائے۔ کسی کی آنکھ ہی پھوٹ جائے۔ سر پھٹ جائے اس کا ہمیشہ خیال رہتا تھا اور ہمیشہ بچوں کو اس امر پر روکا ٹوکا ہے۔ اپنے مبارک احمد نے ایک دفعہ مجھے کہا۔ آپ آ کر میرے ساتھ کھیلو۔ نہ پڑھو۔ اس وقت میں اور صالحہ بیگم مرحومہ جو بعد میں چھوٹی ممانی جان بنیں' ہم پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا ابھی نہیں۔ مبارک نے ایک ڈھیلا کھینچ مارا۔ حضرت مسیح موعودؑ اس وقت ''حجرہ'' میں تشریف رکھتے تھے۔ مَیں نے مبارک کے ڈرانے کو کہا بتاتی ہوں ابّا کو۔ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کہا دیکھیں مبارک نے ڈھیلا اٹھا کر ہماری طرف مارا ہے۔ آپؑ نے فرمایا۔ اس کو لاؤ یہاں میرے پاس۔ مَیں نے آ کر کہا۔ چلو مبارک ابّا بلا رہے ہیں۔ اس نے کہا اچھا مگر آپا تم آگے آگے چلو۔ مَیں پیچھے پیچھے چلوں گا۔ جب مَیں قدم بڑھاؤں پلٹ کر دیکھوں تو مبارک اکڑوں بیٹھ جائیں۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ بات گئی گزری آپ سے کہہ دیا کہ مبارک اب نہیں کرے گا۔ اس طرح مبارک کا اور میرا بچپن میں بہت پیار تھا۔ ہم کبھی نہ لڑے نہ جھگڑے۔ وہ مجھے آ کر پیار سے لپٹ جاتا تو آپ فرماتے تھے ان دونوں کے ناموں میں صرف ''ہ'' کا فرق ہے اس لئے بہت پیار ہے ان میں۔

ایک دفعہ صوفی غلام صاحب مرحوم غالباً علی گڑھ میں پڑھتے تھے کسی امتحان شاید بی۔ اے میں فیل ہوئے۔ خبر آئی آپ نے افسوس سے ذکر فرمایا۔ مَیں پاس بیٹھی تھی مَیں سن کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ نے فراست سے میرا ارادہ بھانپ لیا اور فرمایا تم عائشہ کو (بیوہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی جن سے ان کا نکاح ہو چکا تھا، منسوب تھیں) بتانے جا رہی ہو۔ یہ بُری خبر ہے تم کیوں بُری خبر بتاؤ۔ کوئی اور بتا دے گا۔ وہ دن اور آج کا دن ہمیشہ بُری خبر کسی کو پہنچانے سے اجتناب کیا ہے۔۔۔

حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا بہت زیادہ شفقت و محبت فرماتی تھیں۔ مگر آخر ماں تھیں وہ تربیت اپنا فرض جانتی تھیں کبھی کبھی کہتی تھیں کہ اتنی ناز برداری لڑکیوں کی ٹھیک نہیں ہوتی۔ نہ معلوم کسی کی قسمت کیسی ہو۔ آپ فرماتے ''تم فکر نہ کرو خدا شکّر خورے کو شکّر دیتا ہے۔'' یہ الفاظ آپ کے مجھے یاد ہیں۔ حضرت اماں جان کے اکثر میرے رونے نہلانے کے وقت، مَیں چیخ کر ابّا کو پکارتی۔ آپ کہتے نہ تنگ کرو۔ آپ فرماتیں لڑکی ذات ہے بدن نہیں ملواتی۔ کہنیاں کالی رہ جائیں گی۔ آپ فرماتے نہیں رہے گی کالی۔ چھوڑو یہ بھی فرماتے کہ لڑکی ہے۔ آخر ہمارے پاس چند دن کی مہمان ہے۔ یہ کیا یاد کرے گی۔ یہی خلوص خیال اور ناز برداری کا اثر بھائیوں نے لیا تھا۔ ایک بات کوئی ذرا سی بات بھی ایسی یاد نہیں کہ کسی بھائی نے ستایا ہو۔ حضرت بڑے بھائی صاحبؓ کو تو میں بچپن سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جگہ جانتی تھی۔ جس وقت آپؑ موجود نہ ہوتے ان کے پاس فریاد کی اور انہوں نے فوراً میرا کہنا کیا۔

میری یادوں کا زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبتاً کمزوری کا زمانہ تھا۔ اکثر چکروں کا دورہ رہتا۔ مگر آپ کی انتھک محنت کی مثال نہیں ملتی۔ باہر جانا ہے نمازوں میں جانا ہے مگر اس وقفہ میں آپ برابر تحریری کام کرتے رہتے۔ اتنی مصروفیت اتنے کام پھر خدمت و غم ۔۔۔ کا بار کاندھوں پر۔ اپنے مشن کی اہمیت کا اندازہ آپ سے بڑھ کر کس کو ہوگا۔ کام اور عشقِ صادق کا کام، ایمانِ کامل سچی لگن کا کام، یقینِ کامل کہ مَیں مقرر کردہ ہوں خدائے برتر کا۔ خود اپنے کو سب سے بڑھ کر حق الیقین ہے۔ پھر سوچنا چاہیئے کہ کتنا بڑا بار ہوگا جو باوجود اس امر پر ایمان کے میرا مولیٰ میرا معین و نصیر ہے۔ مگر جتنا ایمان و یقین جتنا عشق کا درجہ بڑھا ہو، اتنا ہی احساس ذمہ داری اور لگن زیادہ ہوتی ہے مگر آپ تھے کہ دل میں یادِ یار اور ہاتھ کارِ دوست میں۔ دماغ بھی اس

تصور میں ہے ہر لمحہ پھر بھی اس کے مقرر کردہ انسانی حقوق وفرائض ہمیشہ احسن طریق سے بشاشت سے ادا فرمائے۔ حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کا انتہائی خیال ہے۔ ہر طرح (بے انتہا قدر تھی حضرت اماں جان کی آپ کے دل میں) بچوں پر شفقت ان کی ناز برداری اپنے مہمانوں اپنے پروانوں کا جو گھر بار چھوڑ کر اکثر دنیا کے سارے رشتے توڑ کر اس شمع فروزاں کے گرد جمع تھے۔ ہر ضرورت کا ہر وقت خیال رکھنا۔ سوچیں تو صاف نظر آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی خاص عطا کردہ روح کام کر رہی تھی سبھی کو وقت دیتے تھے۔ کوئی دوا مانگنے آرہا ہے۔ آپ کام کرتے کرتے دوا دے رہے ہیں۔ حتّٰی کہ ہندو عورتیں بھی اندر آجاتیں۔ کوئی دوا مانگتی۔ کوئی اپنے کاکے کے سر پر ہاتھ پھیرنے کو کہتی کوئی کچھ۔ بہت کچھ یاد ہے۔ کچھ لکھ چکی ہوں۔ میرا پلنگ بستر پاس بہت قریب ہی ہوتا تھا۔ اور اکثر میری آنکھ رات کو کھلتی۔ دیکھتی کہ آنکھیں بظاہر بند ہیں مگر لبوں پر **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم**۔ درود اور ذکرِ الٰہی جاری ہے مجھے پہچان ہوگئی تھی آپ کے لبوں کی حرکت پہچان لیتی اور ہلکی سی آواز بھی سن لیتی۔ سرہانے موم بتی کی روشنی رکھتے تھے۔ کئی بار دیکھا کہ اٹھے اور لکھا (جو الہام ہوتا صبح پتہ لگ جاتا تھا) پھر لیٹ جاتے تھے۔

ایک دن دوپہر کو (کھانے سے قبل یا بعد میں ٹھیک سے یاد نہیں) آپ حجرہ میں آرام فرمارہے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ (حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا) اس وقت باہر احمدی خواتین کے پاس تھیں۔ مَیں جا کر آپ کے پلنگ پر بیٹھ گئی۔ بے وقوفی سمجھ لیں یا خوش قسمتی میں نے آپ کی پنڈلیوں پر دبانے کی نیت سے ہاتھ رکھ دیا۔ اس وقت آپ سیدھے لیٹے ہوئے تھے۔ یکا یک ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی جو بیان میں نہیں آسکتی۔ آپ کی پنڈلیاں تھر تھر کانپنے لگیں۔ چہرہ پر ایک نہایت خاص چمک اور سرخی پیشانی پر پسینے کے قطرے کھڑے ہوگئے ہونٹ حرکت کرنے لگے جیسے کوئی غیر مرئی طاقت ان کو جنبش میں لارہی ہے نہ کوئی تکلیف کی نہ کرب کی علامت تھی معلوم ہورہا تھا کہ کسی طاقت کا اس وقت آپ پر تصرف ہے۔ جو ایک خاص روحانی سلسلہ ہے بالکل ایک نوزائیدہ بچے کا چہرہ مبارک معصوم نظر آرہا تھا اس کیفیت کے بعد آپ نے آنکھیں کھولیں اور کاغذ پر لکھا اور مجھے کہا جاؤ اپنے نانا جان کو بلا لاؤ۔ (قریب تھے) اور اپنی امّاں کو وہ مل گئے مَیں بھاگ کر بلا لائی۔ آپ نے خاموشی سے وہ کاغذ نانا جان کی جانب بڑھا دیا۔ انہوں نے بلند آواز سے پڑھا وہ یہ الہام تھا

”زبردست نشانوں کے ساتھ ترقی ہوگی“

یہ خاص الہام دن کا میں نے پوری الہامی کیفیت کے ساتھ دیکھا۔ جب نانا جان پڑھ چکے اور دوہرایا گیا۔ پھر آپ نے خود دوہرایا۔ ورنہ چند منٹ اس کے بعد آپ خاموش ہی رہے تھے۔ یہ مبارک الہام اور شاندار نزول اور کیفیت تھی جو مَیں نے دیکھی اور تمام عالم کے طبیب، سارے جہان کے عالم اور سائنسدان اکٹھے ہو جائیں اور کہیں کہ یہ کیفیت ایک بیمار کی نعوذ باللہ ہوسکتی ہے تو جنہوں نے اس قسم کی خاص کیفیت دیکھی اور آپ کو دیکھا آپ کے کام دیکھے۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور نصرت سے ان کے ایمان کو دنیا بھر مل کر بھی ہرگز متزلزل نہیں کرسکتی۔

(از تحریرات مبارکہ صفحہ,263-270)

عربی مختصر زبان ہے

ایک دفعہ ایک صاحب جو انگریزی زبان کے مداح تھے اس مضمون پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے کہا کہ انگریزی زبان میں ایک یہ خوبی ہے کہ اس کے تھوڑے الفاظ میں بہت مطالب ظاہر ہو سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انگریزی نہ جانتے تھے مگر بے ساختہ آپؑ کی زبان سے نکلا اچھا اس کی انگریزی کیا ہے ”میرا پانی“ اُس صاحب نے جواب دیا ”مائی واٹر“ حضرتؑ نے فرمایا۔ دیکھو عربی زبان میں صرف لفظ ”مائی“ سے وہ مطلب حاصل ہو جاتا ہے جو انگریزی میں واٹر کا لفظ زائد کرنے سے ہوتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ عربی مختصر ہے۔ **فبھت الذی کفر**۔ پس انکار کرنے والا حیران سارہ گیا۔

(ذکرِ حبیب صفحہ 169)

حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور

اس کی ضرورت اور اس کی علامات

حضرت مفتی ملک سیف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

جب سے دنیا میں تمدن اور مل جل کر رہنے کا آغاز ہوا ہے اس وقت سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت چلی آ رہی ہے کہ زمین میں جب ظلم وستم کا دَور دَورہ ہوتا ہے اور گناہ غالب آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ انسانیت کو بچانے کے لئے اپنی طرف سے ہادی اور مرسل بھیجتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ تک ارسال رسل کے اس تسلسل کو دنیا کا اکثر حصہ تسلیم کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ گناہ کیا ہیں جن کی وجہ سے خداوند تعالیٰ اپنے رسول اور مامور بھیجتا رہا ہے اور کیا اب وہ گناہ ختم ہو گئے ہیں؟ قریباً تمام آسمانی کتب اس قسم کے گناہوں کی تفصیل سے بھری پڑی ہیں جن کی وجہ سے بعثت انبیاء کی ضرورت پیش آئی ان میں سے اصولی گناہ جو اقوام عالم کی تباہی کا باعث بنے وہ مجملاً یہ ہیں۔

سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانا ہے یعنی انسانیت کا اس قدر گر جانا کہ وہ اپنے خالق و مالک ایک خدا کی بجائے مخلوقات میں سے کسی میں خدائی طاقتیں یقین کر کے اس کی عبادت میں لگ جائے اور اپنے ہاتھ کی دستکاریوں کو خدا بنا کر ان کے سامنے جھکنے لگے اور جو چیزیں انسان کی خدمت اور چاکری کے لئے بنائی گئی ہیں ان کے سامنے وہ ہاتھ جوڑے اور ان کو نافع اور ضارّ سمجھ کر انہیں سجدہ کرے اور اپنی نجات کا باعث سمجھے۔

دوسرے درجہ کے بڑے بڑے گناہوں میں سے انسان کے بنیادی حقوق کا ضیاع آزادی ضمیر کا فقدان دنیا کا ظلم وستم سے بھر جانا حق تلفیوں کا عام ہو جانا۔ عدل وانصاف اور دادرسی کا نام ونشان مٹ جانا۔ خونریزی، بدامنی، چوری چکاری اور ڈاکہ زنی کا دور دورہ ہونا، زنا اور فحاشی کا عام ہونا، غریبوں کا استحصال، انفرادی اور قومی سطح پر رشوت ستانی اور خیانت کا چلن، جانب داری، سفارش، لحاظ داری، اقرباء نوازی، کینہ پروری، بغض، جھوٹ اور فریب، جھوٹی گواہیوں کے ذریعہ دوسروں کی حق تلفی، تکبر اور غرور، جہالت اور افلاس وغیرہ۔ غرض اس قسم کی سینکڑوں خرابیاں ہیں جن سے معاشرہ کا امن تباہ ہو جاتا ہے اور دنیا الامان والحفیظ پکار اٹھتی ہے۔ یہ ایسے حالات ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور اور مرسل آتے رہے ہیں جو تزکیہ نفس اور تعلیم کتاب وحکمت کے ذریعہ بھٹکی ہوئی روحوں کو سیدھی اور کامیاب زندگی کی راہ دکھانے کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں۔ ان مرسلین میں سے بعض خاص وجودوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے خوشخبری دینے کی سنت عام رہی ہے یعنی یہ پیشگوئیاں کہ فلاں وقت میں ان ان علامتوں کے ساتھ ہدایت کا موجب بنے گا۔ اس الٰہی سنت کے بالمقابل موعود ہادی اپنے صدق کی علامات کے ساتھ آیا، دنیا نے اس کا انکار کیا اور اس کے خلاف تکبر اور استہزاء کے ساتھ وہ پیش آئے۔ دنیا کا قدیم ترین مذہب ہندومت ہے۔ اس مذہب کے ہادی حضرت کرشن مہاراجؑ کی طرف سے یہ پیشگوئی موجود ہے کہ :

”جب جب دنیا میں کلجگ کا دور ہوگا وہ دنیا میں ہدایت کے لئے اوتار لیں گے“

لیکن باوجود اس واضح پیشگوئی کے ہندو آج تک کسی اور کو کرشن کا اوتار نہ مان سکے کیونکہ اوتار کا جو تصور ہندوؤں نے اپنے ہاں اپنا رکھا تھا ان کے خیال کے مطابق کوئی ظہور اس معیار کا انہیں نظر نہ آیا۔ اسی وجہ سے وہ کرشن مہاراج کے بعد ہر آنے والے مصلح کو ماننے کی سعادت سے محروم ہو گئے۔ یہی حال دنیا کے دوسرے قدیم مذاہب مثلاً مجوسیت اور بدھ مت کے ماننے والوں کا ہوا۔

یہودیت ، عیسائیت اور اسلام تاریخی اور روایتی لحاظ سے زیادہ محفوظ مذہب ہیں اور ان میں اس قسم کی پیشگوئیوں کی کثرت بھی ہے جن میں کسی موعود، مرسل کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور ان کی تفصیلات کا معلوم کرنا زیادہ آسان ہے۔ اس لئے ان پیشگوئیوں کی تفصیل میں جانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آسکتی۔

بائیبل میں یہ عظیم پیشگوئی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

’’میں تجھے برکت پر برکت دونگا اور تیری نسل کو بڑھاتے بڑھاتے آسمان کے تاروں اور سمندر کے کنارے کی ریت کی مانند کر دونگا اور تیری نسل کے وسیلہ سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی کیونکہ تو نے میری بات مانی۔‘‘

(پیدائش نمبر22 :16-19)

اس پیشگوئی کی تفصیل کے دو حصے تھے۔ ایک حصے کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ تھا جس کے صدق اور برکت کے یہودی اب بھی بڑی عقیدت کے ساتھ قائل ہیں اور اس پیشگوئی کے دوسرے حصے کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ ہے جس کی وضاحت بائیبل نے اس طرح کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :

’’اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری سنی، دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤنگا اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔‘‘

(پیدائش نمبر17 :20)

یہودی پیشگوئی کے اس حصے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ ضد، تعصب اور سوتیلا پن کی کینہ پروری کی وجہ سے نہ وہ حضرت اسمٰعیل کی عظمت کے قائل ہیں اور نہ ان کی نسل کی کوئی قدر کرتے ہیں بلکہ طرح طرح کی تاویلیں کر کے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی نسل کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔

یہ تو تکبر و نخوت کی ایک مثال ہے اس لئے زیادہ لمبی تفصیل میں گئے بغیر اس وقت ہمارے مدنظر تین خاص موعود رسولوں کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے۔

ان میں سے پہلے عظیم موعود ... حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں جن کی آمد کے بارہ میں بائیبل کی واضح پیشگوئیاں موجود ہیں۔ مثلاً لکھا ہے:

’’اے بنت صیّون! تو نہایت شادمان ہو۔ اے دختر یروشلم! خوب للکار کیونکہ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے اور نجات اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ حلیم ہے، وہ گدھے پر بلکہ جوان گدھے پر سوار ہے، وہ قوموں کو صلح کا مژدہ دے گا اور اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے انتہائے زمین تک ہوگی۔‘‘

(زکریاہ 9 :9 ۔ متی21 :5)

پھر لکھا ہے:

’’اس روز گناہ اور ناپاکی کو دھونے، داؤد علیہ السلام کے گھرانے اور یروشلم کے باشندوں کے لئے ایک سوتا پھوٹ نکلے گا۔‘‘

(زکریاہ 13 :1)

علاوہ ازیں بائیبل کے بیان کے مطابق اس عظیم الشان وجود کی راہ ہموار کرنے کے لئے ایک اور بڑا نشان بھی مقرر ہوا اور وہ یہ کہ اس موعود کے آنے سے پیشتر ایلیاء نبی نازل ہوگا جو رتھ سمیت آسمان پر چلا گیا تھا وہ آکر اس موعود مسیح کے لئے راہ ہموار کرے گا۔ چنانچہ لکھا ہے :

’’دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاء نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا اور وہ باپ کا دل بیٹے کی طرف اور بیٹے کا باپ کی طرف مائل کرے گا۔ مبادا میں آؤں اور زمین کو ملعون کروں۔‘‘

(1۔ سلاطین1:17 ۔ 2۔ سلاطین 16:2 ۔ ملاکی5:4)

ان واضح پیشگوئیوں کے ہوتے ہوئے بھی جب وہ موعود آیا تو یہودیوں نے اسے پہچاننے سے انکار کر دیا کیونکہ انسانی طبیعت ہمیشہ سے عجوبہ پسند رہی ہے۔ سادہ سی بات کو بھی ایک فسانہ کا رنگ دے دیا جاتا ہے۔ سو اسی کے مطابق آنے والے مسیح کے بارہ میں یہودیوں نے عجیب و غریب تصورات اپنا رکھے تھے۔ مثلاً وہ سمجھنے لگے تھے کہ مسیح کے آنے سے پہلے ایلیاء نبی آسمان سے نازل ہوگا اور مسیح کی تصدیق کرے گا۔ اسی طرح مسیح دنیا میں بادشاہ اور زبردست

حاکم بن کر آئے گا اور یہودیوں کو ان کے دشمنوں سے نجات دلا کر آن کی آن میں ان کی بگڑی بنا دے گا۔ خود یہودیوں کو کسی قسم کی جدوجہد نہیں کرنی ہوگی نہ کوئی کوشش اور نہ کوئی قربانی، بس بیٹھے بٹھائے دنیا کی نعمت ان کی جھولی میں لا ڈالی جائے گی۔ اسی غلط فہمی کی وجہ سے جب مسیح ان کے تصورات کے برعکس آیا اور اس نے اپنے آپ کو اسرائیل کے لئے بطور نجات دہندہ پیش کیا تو یہودی مسیح علیہ السلام کے دعویٰ کو سن کر سخت متعجب ہوئے اور پھر کر طرح طرح کی مخالفت پر اتر آئے۔ استہزاء کا ان کو نشانہ بنایا، کانٹوں کا تاج بنا کر پہنایا اور مخول کے رنگ میں نعرے لگانے لگے کہ اے لوگو! دیکھو یہ ہمارا بادشاہ ہے۔ خود بیکس اور لاچار اور دعویٰ یہ کہ وہ ہمارے لئے طاقت کا سرچشمہ ہے۔ پاس نہ کچھ طاقت ہے نہ دولت اور آیا ہمیں نجات کا مژدہ سنانے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کے ان اعتراضات کے جواب میں فرمایا:

’’اگر تم مجھے مانو اور میری سنو تو اللہ تعالیٰ تمہیں برکت پر برکت دے گا اور غیر معمولی حالات میں دشمن پر غلبہ عطا کرے گا۔ رہا ایلیاء کے نازل ہونے کا مسئلہ تو وہ ایک تمثیل ہے کیونکہ خود ایلیاء نے اپنے سابقہ وجود کے ساتھ آسمان سے نہیں آنا وہ تو فوت ہو چکا ہے اس لئے اس کا آسمان سے آنا بطور تمثیل کے ہے جو یحیٰ بپتسمہ دینے والے کے روپ میں آ گیا ہے چاہو تو مانو چاہو نہ مانو۔ چنانچہ اس بارے میں انجیل متی میں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے یہودیوں سے کہا:

’’میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں۔ چاہو تو مانو ایلیاء جو آنے والا تھا وہ یہی ہے جس کے سننے کے کان ہوں وہ سن لے۔‘‘

پھر لکھا ہے:

’’میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاء تو آ چکا لیکن انہوں نے اس کو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔‘‘

(متی 12:17.11:13)

مقام غور ہے کہ آخر سچ کیا نکلا؟ وہ جو یہودی کہتے تھے یا وہ جو مسیح علیہ السلام نے کہا کیونکہ جو آنے والا تھا وہ تو عین وقت پر آیا، نشانوں کے ساتھ آیا لیکن یہودیوں نے اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق نہ پا کر اسے رد کر دیا۔ اور اس کو نیست و نابود کرنے کے درپے ہو گئے۔ آنے والا آ گیا لیکن یہودی پہلے کی طرح اپنے مزعومہ موعود کا انتظار کرتے رہ گئے۔

دوسرے عظیم الشان موعود بلکہ موعود اقوام عالم سید ولد آدم حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ آپؐ کے آنے کی پیشگوئی دنیا کے تمام مذاہب میں موجود ہے تفصیل میں جانے کا موقع نہیں۔ صرف بائیبل کی بعض پیشگوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

’’میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا تم اس کی سننا ... جو کوئی میری باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔‘‘

(استثناء نمبر18:18)

پھر لکھا ہے:

مرد خدا موسیٰ نے جو دعائے خیر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو بطور برکت دی وہ یہ ہے:

’’ خداوند سینا سے آیا، شعیر سے ان پر طلوع ہوا، فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔‘‘

(استثناء نمبر33 : 2)

حضرت سلیمان علیہ السلام اس محبوب عالم کی یوں خبر دیتے ہیں:

’’میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ دس ہزار آدمیوں کے درمیان جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے۔ ہاں وہ محمدیم ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو! یہ میرا پیارا ہے یہ میرا جانی ہے۔‘‘

(غزل الغزلات نمبر5 :10)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس پیشگوئی میں **محمدیم** کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن اردو مترجمین نے اس کا ترجمہ ''عشق انگیز'' کیا ہے حالانکہ یہ نام ہے اور نام کا ترجمہ کرنا غلط ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام آپ ؐ کے حق میں اس طرح پیشگوئی بیان کرتے ہیں:

''وہ پتھر جسے معماروں نے رڈ کیا کونے کا سرا ہو گیا۔ یہ خداوند سے ہوا جو ہماری نظروں میں عجیب ہے۔''

(زبور118 :22)

حضرت مسیح علیہ السلام آپ ؐ کی آمد کے متعلق یوں خبر دیتے ہیں:

''ایک اور تمثیل سنو۔ ایک گھر کا مالک تھا جس نے انگورستان لگایا اور اس کے چاروں طرف روندھا اور اس کے بیچ میں کھود کے کولھو گاڑا اور برج بنایا اور باغبانوں کو سونپ کے آپ پردیس گیا اور جب میوہ کا موسم قریب آیا۔ اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس بھیجا کہ اس کا پھل لاویں پر ان باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کے ایک کو پیٹا، ایک کو مار ڈالا اور ایک کو پتھراؤ کیا۔ پھر اس نے اور نوکروں کو جو پہلوں سے بڑھ کر تھے بھیجا۔ انہوں نے ان کے ساتھ بھی ویسا ہی کیا۔ آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وے میرے بیٹے سے دبیں گے۔ لیکن جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا آپس میں کہنے لگے وارث یہی ہے آؤ اسے مار ڈالیں کہ اس کی میراث ہماری ہو جائے اور اسے پکڑ کے انگورستان سے باہر لے جا کر قتل کیا جب انگورستان کا مالک آوے تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا۔ وے اسے بولے ان بدوں کو بری طرح مار ڈالے گا اور انگورستان کو اور باغبانوں کو سونپے گا جو اسے موسم پر میوے پہنچاویں۔ یسوع علیہ السلام نے انہیں کہا کہ کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور ایک قوم کو جو اس کے میوہ لاوے دی جائے گی۔''

(متی21 :33. 43)

پھر آپ نے خبر دی :

''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ ''مددگار'' (تسلی دینے والا) تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔''

پھر آپ کہتے ہیں:

''مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جو ''روح حق'' آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔''

(یوحنّا 16 :7-17)

یوحنا کی اس پیشگوئی میں دو لفظ یعنی مددگار اور روح حق قابل غور ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے اصل الفاظ کیا تھے؟ جن کا ترجمہ ''مددگار اور روح حق'' کیا گیا ہے۔ صحیح پتہ لگنے سے اصل حقیقت کھل جائے گی۔

بائیبل اور انجیل کی ان پیشگوئیوں اور مزید پیشگوئیوں کی تفصیل کے لئے زیر آیت **مصدق لما معکم** دیکھیں۔

(تفسیر کبیر، صفحہ370)

بائیبل کی یہ پیشگوئیاں کس قدر واضح ہیں لیکن ہوا وہی جو ہمیشہ ہوتا چلا آیا ہے کیونکہ جب وہ موعود اقوام عالم آیا اور ساری علامات کے ساتھ آیا تو دنیا کے بڑے حصے بالخصوص اہل کتاب نے آپ ؐ کا صاف انکار کر دیا حالانکہ ان کی اپنی کتابیں اس آنے والے کی علامات سے بھری پڑی تھیں اور وہ اس کی آمد کے منتظر بھی تھے۔ مگر اپنی غلط سوچ کی وجہ سے اس کو نہ پہچان سکے اور ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے تاہم جس نے آنا تھا وہ تو آ گیا گو یہودی اور عیسائی ابھی تک اس کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں بلکہ اب تو انتظار کرتے کرتے بڑی حد تک مایوس ہو چکے ہیں اور طرح طرح کی تاویلات اور تحریفات کے سہارے ڈھونڈنے میں مصروف ہیں۔

تیسرا عظیم الشان وجود جس کے ظہور کی پیشگوئیاں کتب سابقہ اور اسلام کے دینی لٹریچر میں بکثرت موجود ہیں وہ مسیح موعود علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ سب سے پہلے اس سلسلہ میں انجیل کی بعض پیشگوئیوں کو پیش کیا

جاتا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام اپنی دوبارہ آمد کے بارہ میں فرماتے ہیں:

’’میں تمہیں یتیم نہ چھوڑوں گا، میں تمہارے پاس آؤں گا۔ تم سن چکے ہو کہ میں نے تم سے کہا کہ جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں۔‘‘

(یوحنا 14: 18)

انجیل متی کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا:

’’جیسا نوح علیہ السلام کے دنوں میں ہوا ویسا ہی ابن آدم کے آنے کے وقت ہوگا کیونکہ جس طرح طوفان سے پہلے کے دنوں میں لوگ کھاتے پیتے اور بیاہ شادی کرتے تھے اس دن تک کہ نوح علیہ السلام کشتی میں داخل ہوا اور جب تک طوفان آ کر ان سب کو بہا نہ لے گیا ان کو خبر نہ ہوئی۔ اس طرح ابن آدم کا آنا ہوگا۔ پس جاگتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے تمہارا خداوند کس دن آئے گا۔ جس گھڑی تم کو گمان بھی نہ ہوگا ابن آدم آ جائے گا۔‘‘

(متی 24: 35-44)

کتاب اعمال میں مسیح کے دوبارہ آمد کی یہ پیشگوئی ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے :

’’توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں تا کہ خداوند کے حضور سے تازگی بخش ایام آئیں اور یسوع مسیح علیہ السلام کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند اٹھاوے گا جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سنو اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اس نبی کی نہ سنے وہ قوم میں سے نیست کیا جائے گا بلکہ سب نبیوں سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنوں نے کلام کیا ان دنوں کی خبر دی ہے جو خدا نے باپ دادوں سے باندھا ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرانے برکت پاویں گے۔ تمہارے پاس خدا نے اپنے بیٹے یسوع کو اٹھا کے پہلے بھیجا کہ تم میں سے ہر ایک کو اس کی بدیوں سے پھیر کے برکت دے۔

(اعمال 3: 19-26)

یہ پیشگوئیاں اپنے مفہوم کے لحاظ سے واضح ہیں لیکن اس کے باوجود مسیح علیہ السلام کے ماننے والوں کا طرز عمل وہی ہے جو مسیح علیہ السلام کے وقت کے لوگوں کا تھا کیونکہ یہ لوگ بھی مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے مفہوم اور اس کی تمثیل ہونے کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے اور یہ عقیدہ بنا لیا کہ ان پیشگوئیوں کے مطابق خود مسیح نے دوبارہ آنا ہے حالانکہ جب سے دنیا آباد ہوئی ہے اس وقت سے الٰہی سنت یہی رہی ہے کہ جو گیا وہ واپس نہیں آیا اور کسی نے کسی کو دوبارہ آسمان سے اترتے نہیں دیکھا۔

حضرت ایلیاء علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کی پیشگوئی بائیبل میں موجود ہے۔ لیکن خود مسیح علیہ السلام نے اس کی تشریح فرمائی کہ خود ایلیاء دوبارہ نہیں آئے گا بلکہ اس کے آنے سے مراد اس کے مثیل یحییٰ علیہ السلام کا آنا ہے جو ایلیاء علیہ السلام کی خو بو لے کر آئے گا۔ ایسا ہی مسیح علیہ السلام کے ماننے والوں نے ’’محمدیم‘‘ اور ’’روح حق‘‘ کو نہ پہچانا اور نہ اس کی تصدیق کے لئے تیار ہوئے۔ یہی غلطی ان سے اس زمانہ میں بھی ہوئی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا مفہوم غلط سمجھا۔ جس نے آنا تھا وہ تو وقت پر ضرورت کے عین مطابق آ گیا اور اب تا قیامت وہ کسی کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیں گے۔ و لن تجد لسنة الله تبديلاً۔

اب ہم اس سوال کو لیتے ہیں کہ مسیح موعود علیہ السلام اور مہدی علیہ السلام کی آمد کے بارہ میں اسلام کیا کہتا ہے اور مسلمانوں کو کس حقیقت کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اس تعلق میں جو پیشگوئیاں اور روایات اسلام کی چودہ سو سالہ دینی کتب میں موجود ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1۔ مسلمانوں کے لئے ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ اپنی سابقہ شان و شوکت اور عظمت کو کھو بیٹھیں گے اور اپنے اسلاف کی برکات سے محروم ہو جائیں گے۔ ان میں نہ اتفاق باقی رہے گا نہ اتحاد۔ بہتر فرقوں میں بٹ جائیں گے۔ ہر فرقہ صرف اپنے آپ کو ناجی قرار دے گا۔

روحانی، تمدنی اور سیاسی ہر لحاظ سے ان کی ساکھ ختم ہو جائے گی۔ وہ تمام بدیاں

جو کبھی یہود میں پائی جاتی تھیں وہ سب مسلمانوں میں راہ پا جائیں گی۔ قرآن کی سمجھ اور اس کے احکام پر عمل کا فقدان ہوگا۔ اس کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے اور اسلام کا صرف نام ہوگا۔ ان کی مسجدیں بظاہر آباد اور بھری نظر آئیں گی لیکن ہدایت اور نجات کے لحاظ سے ویران دکھائی دیں گی ان کے علماء خود فتنے اٹھائیں گے اور پھر خود ہی ان فتنوں کا شکار ہو جائیں گے۔ ان سب حالات کا ذکر قرآن کریم میں اجمالاً اور کتب احادیث میں تفصیلاً موجود ہے۔ قرآن کریم مسلمانوں کی بگڑی حالت کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے :

ترجمہ: اور رسول کہے گا اے میرے رب ! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو متروک کر چھوڑا ہے۔

(سورۃالفرقان 25 :31)

یعنی رسولؐ عالم روحانی میں اس زمانہ کے مسلمانوں کی بگڑی حالت کا علم پا کر بڑے افسوس کا اظہار کریں گے اور کہیں گے کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا ہے اور دوسرے فلسفیوں اور ہلاکت خیز راہوں کو اختیار کر لیا ہے۔

غرض وہ تمام بدیاں اور کمزوریاں جو گزشتہ زمانہ میں بعثت انبیاء کی متقاضی ہوئیں وہ سب اس زمانہ کے مسلمانوں میں موجود ہوں گی۔

مسلمانوں کے مسلمہ لیڈر اس حالت کے موجود ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا حالی نے مسلمانوں کی اس دردناک حالت کا تاریخی مرثیہ پڑھا اور علامہ اقبال نے اس کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

2 ۔ دوسری حقیقت جس کا علم اسلامی کتب کے مطالعہ سے ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ :

ایسے نازک حالات میں بعض اور خوفناک فتنے بھی سر نکالیں گے۔ ان فتنوں میں سے بہت بڑا فتنہ عیسائی اقوام کا غلبہ ہوگا۔ یہ مسیح الدجال اور یاجوج ماجوج کے ظہور کا وقت ہوگا جن کے مقابلہ کی سکت کسی مسلمان حکومت میں نہیں ہوگی۔

(بخاری اور دوسری کتب احادیث کتاب الفتن اور ابواب ذکر الدجال)

3 ۔ تیسری حقیقت جو اسلامی لٹریچر کے مطالعہ سے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ان ہولناک اور خطرناک دنوں میں دنیا کی ہدایت بالخصوص مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے امام مہدی اور مسیح کا ظہور ہوگا اور وہ آکر ان فتنوں کے استیصال کے لئے روحانی نظام قائم کریں گے لیکن مسلمان باوجود اس علم اور تجربہ کے کہ پیشگوئیوں میں تمثیل، تشابہ اور غیب کا پہلو نمایاں ہوتا ہے وہ سابقہ اقوام کی طرح امام مہدی علیہ السلام اور مسیح موعود علیہ السلام کو پہچاننے میں بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہو جائیں گے۔ اسی طرح مسیح الدجال اور یاجوج ماجوج کی حقیقت کو نہ سمجھ سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان دجال کو ایک مافوق الفطرت عجیب وغریب وجود سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ دجال اور یاجوج ماجوج بڑی تباہ کن خفیہ روحانی طاقتوں کے حامل ہوں گے اور ایسی ہی طاقتیں اس گدھے میں بھی ہوں گی جس پر سوار ہو کر دجال نے آنا ہے۔ اسی طرح مہدی اور مسیح کے متعلق بھی غلط تصورات ان کے ذہن میں راہ پا گئے اور یہ عقیدہ بنا لیا کہ مہدی اور مسیح دو الگ الگ وجود ہوں گے۔ مہدی امت محمدیہ میں پیدا ہوں گے اور مسیح آسمان سے اتریں گے جہاں وہ قریباً دو ہزار سال سے موجود ہیں۔ گویا مسلمان یہ نہ سمجھ سکے کہ سنت الٰہیہ کے مطابق پیشگوئیوں میں غیب کا پہلو موجود ہوتا ہے اور ان کے بیان میں تمثیل کے اسلوب کو اپنایا جاتا ہے۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ تا لوگ غور وفکر کے ذریعہ حقیقت حق پائیں اور عقل وسمجھ سے کام لے کر ہدایت کی برکات سے متمتع ہوں اور ثواب عظیم کے مستحق بنیں۔

بہرحال ان پیشگوئیوں کی وضاحت کے سلسلہ میں ہم پہلے دجال کی حقیقت کو زیر بحث لاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ دجال سے کیا مراد ہے۔ کیا وہ کوئی معین اور شخصی وجود ہے یا کوئی اور مہیب بڑی طاقت ہے جسے وحدت وصفی کی وجہ سے تمثیلاً ایک ہی وجود کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہم لفظ دجال کی لغوی تحقیق پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان روایات کا جائزہ لیں گے جو دجال کی آمد کے بارہ میں ہیں۔

لغت کی قریباً تمام کتب میں دجال کے معنے یوں لکھے ہیں :

ترجمہ: یعنی دجال ایک بہت بڑے گروہ کو کہتے ہیں جو تجارتی سامان ادھر ادھر لئے پھرے۔

(تاج العروس۔ زیر لفظ دجل ، صفحہ 1307)

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں دجال کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے اس بات کو بھی نمایاں طور پر واضح کیا گیا ہے کہ مکر وفریب ، دجل اور جھوٹ اس تجارتی طاقت کی سرشت میں داخل ہوگا یعنی وہ طاقت اسم با مسمّیٰ ہوگی۔

(عمدہ القار ی شرح صحیح بخاری ، جلد اول ، صفحہ486)

لغوی تحقیق کے بعد ان روایات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے جو دجال کے خروج اور اس کے ہولناک فتنہ کے بارہ میں بیان ہوئی ہیں۔ قریباً تمام قابل ذکر مستند مجموعہء احادیث اور دوسری کتب دینیہ میں دجال کے آنے کا ذکر موجود ہے۔ ان میں سے ایک بخاری کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہر زمانہ کے نبی نے اپنی امت کو دجال کے فتنہ سے ڈرایا ہے۔ اسی طرح بخاری کی دوسری حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کو یہ دعا یاد کرنے اور باقاعدگی کے ساتھ پڑھنے کی تاکید فرمائی۔

ترجمہ: یعنی اے میرے اللہ! میں مسیح الدجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہو۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الفتن ،باب ذکر الدجال)

یاد رہے کہ مسیح کے معنے دنیا میں بہت پھرنے والے اور اپنا اثر ورسوخ بڑھانے والے کے ہیں۔ اسی بنا پر عیسیٰ علیہ السلام اور دجّال دونوں کو مسیح کہا گیا ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام نیکی پھیلانے اور تبلیغ کرنے اور دنیا بھر میں ہدایت کی شمع جلانے کے لئے بہت سفر کریں گے اس لئے وہ مسیح ہیں۔ اس کے بالمقابل فحاشی پھیلانے ، بے دینی کو فروغ دینے اور فتنہ وفساد بپا کرنے اور تمام روئے زمین پر اپنا تسلط جمانے کے لئے دجّال دنیا میں گھومے گا اور اس وجہ سے مسیح کا لقب پائے گا گویا جس طرح عیسیٰ علیہ السلام مسیح الخیر ہوں گے اس طرح دجّال والشرّ ہوگا۔

دجّال کی حقیقت کو اور زیادہ واضح کرنے کے لئے صحیح مسلم کی ایک طویل روایت بڑی معنی خیز ہے۔ اس روایت کا مضمون یہ ہے کہ :

ایک مشہور صحابی رضی اللہ عنہ حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو اپنا ایک واقعہ سنایا جس کی آنحضرت ﷺ نے تصدیق فرمائی اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے سامنے بھی اسے بیان کیا۔ اس واقعہ میں جو کشفی بھی ہو سکتا ہے حضرت تمیم الدّاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ مغربی سمندروں کی طرف گئے اور وہاں ایک جزیرہ میں اترے۔ اس جزیرہ میں انہوں نے دو عجیب وغریب شکلیں دیکھیں۔ ایک نہایت خوفناک شکل والی ایک عورت تھی جس کا نام جسّاسہ تھا۔ اس نام میں دراصل اس طرف اشارہ ہے کہ دجّال کے زمانہ میں اس کا جو نظام جاسوسی ہوگا اس میں زیادہ تر عورتوں کو استعمال کیا جائے گا۔ دوسری خوفناک شخصیت جو انہوں نے دیکھی اس کا ذکر انہوں نے یوں کیا کہ وہ اس جزیرہ کے ایک گرجا میں گئے جہاں انہوں نے دجّال کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے اس سے بہت سی باتیں کیں۔ دجّال نے انہیں یہ بھی بتایا کہ عنقریب اسے اس جزیرہ سے نکلنے کی اجازت ملنے والی ہے اور وہ یہاں سے نکلنے کے بعد مکہ، مدینہ کو چھوڑ کر باقی سب دنیا پر مسلط ہو جائے گا۔

روایت کے متعلقہ الفاظ درج ذیل ہیں:

اِنِّیُ اَخُبَرَکُمُ عَنِّی انی المسیح الدجال و انی اوشک ان یوضن لی فی خروج اخرج فا فرو فی الارض فلا ادع قریة الابحطتها فی اربعین لیلة غیر مکه وطیبه۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن باب الجساسه)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ دجّال کا تعلق بعض مغربی سمندری جزائر کے گرجوں سے ہے ورنہ دجّال کے گرجا میں رہنے اور اس سے نکلنے کے کیا معنے؟ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ دجّالی فتنہ کا آغاز بعض یورپی علاقوں سے ہوگا جہاں اس زمانہ میں عیسائیت کے فتنے خوابیدہ تھے اور اپنے وقت پر ظاہر ہونے والے تھے۔ علاوہ ازیں اب جب کہ طبقات الارض کے ماہرین نے بحر وبرّ کا چپہ چپہ چھان مارا ہے اور سمندر کے سب جزائر کا علم دنیا کو ہو چکا ہے تو پھر آخر وہ جزیرہ کونسا ہے اور کہاں واقع ہے جہاں مسلمانوں کے خیال کے مطابق اس قسم کا ہیبتناک اور مافوق الفطرت دجّال اب تک مقید اور پابند سلاسل ہے۔ پس لغت کی تشریح اور دوسری متعدد احادیث کی تصریح کی بناء پر

جماعت احمدیہ علی وجہ البصیرت اس یقین پر قائم ہے کہ دجّال سے مراد مغربی عیسائی اقوام ہیں جن کی وجہ سے مسلمانوں اور اسلامی دنیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ ان اقوام کی چالوں کی وجہ سے مسلمان اقتصادی تمدنی سیاسی اور مذہبی لحاظ سے بہت بڑی پس ماندگی کا شکار ہوگئے۔

بعض روایات اور دوسرے الہامی صحیفوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دجّال کا خروج دو دفعہ ہوگا۔ پہلی دفعہ مختصر عرصہ کے لئے اور دوسری دفعہ ایک لمبے زمانہ کے لئے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

حسب پیشگوئی 1097 ہجری بمطابق 480 عیسوی میں پہلی دفعہ دجّال کا ظہور صلیبی جنگوں کی شکل میں ہوا جن میں مغربی عیسائی حکومتوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہ جنگیں تقریباً دو سو سال تک جاری رہیں اور آخر سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور میں بڑی حد تک ان جنگوں کا خاتمہ ہوگیا۔ عیسائی فوجوں کی اس پسپائی کے بعد مغرب کی مسیحی اقوام نے مشرق وسطیٰ اور دوسری مسلم دنیا پر تسلط حاصل کرنے کے لئے اپنی پالیسیوں کو بدل دیا اور مسلمانوں سے براہ راست جنگ کرنے کی پالیسی ترک کر کے دوسرے حربے استعمال کرنے شروع کر دیئے۔

(ماخوذ از مکاشفہ یوحنا 26 :1-13 ۔اعلام النبوہ مصنفہ علی بن محمد الماوردی، مطبوعہ مصر، صفحہ35)

چنانچہ حسب پیشگوئی 1486ء کے قریب ان اقوام کی طرف سے بحری مہموں کا آغاز ہوا جن کی وجہ سے آہستہ آہستہ انہیں افریقہ اور ہندوستان کی طرف بحری راستوں کا پتہ چلا اور پھر وہ تجارت کے بہانے سارے ایشیا، سارے افریقہ اور سارے امریکہ میں پھیل گئے۔ اسی تسلسل میں 1857ء کے بعد برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریزوں نے ہندوستان پر تسلط حاصل کرلیا۔

(ماخوذ از مکاشفات 4؛ مکاشفہ یوحنا 20 :)

غرض بائیبل اور قرآن کریم کے مطالعہ اور دوسرے تاریخی خزائن کی جانچ پڑتال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دجّال سے مراد مغربی مسیحی اقوام ہیں جو صنعت و حرفت میں سب سے بڑھ گئی ہیں اور یاجوج ماجوج سے مراد اشتراکی نظام کی حامل حکومتیں ہیں کیونکہ اس نظام نے جن اقوام میں فروغ پایا انہیں قدیم نوشتوں میں یاجوج اور ماجوج کا نام دیا گیا ہے جیسے روس، چین اور دوسری مغربی اشتراکی طاقتیں۔

(کوکب دریہ، صفحہ90)

مذکورہ بالا وضاحت کے درست ہونے کی دوسری دلیل وہ مشہور حدیث ہے جس میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص دجّال کے فتنہ سے بچنا چاہتا ہے وہ سورۃ الکہف کے ابتدائی اور آخری رکوع کی بکثرت تلاوت کرے اور ان کے مضامین پر غور کرے۔

(مسلم باب ذکر الدجال ۔بذل المجہود شرح ابوداؤد باب خروج الدجال)

اب جب ہم سورۃ الکہف کے ان دونوں رکوعوں پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں عیسائیوں کے عقائد، ان کے نظریات، ان کے تمدن اور ان کی مادی ترقی پر بحث کی گئی ہے اور ایسے مضامین کو نمایاں کیا گیا ہے جن کا عیسائیوں اور اشتراکیوں کے کردار سے گہرا تعلق ہے۔

ان واضح دلائل کے علاوہ دجّالی اور یاجوجی طاقتوں کے ظہور کی اور بھی کئی علامات بیان ہوئی ہیں لیکن اختصار تفصیل کی اجازت نہیں دیتا اس لئے ہم اس پر بس کرتے ہیں البتہ دجّال کے گدھے کی وضاحت خاص اہمیت کی حامل ہے اس لئے اس کا مختصر ذکر ضروری ہے۔

عام مسلمانوں کے نزدیک دجّال کا گدھا بھی دجّال کی طرح مافوق الفطرت طاقتوں کا حامل ہوگا حالانکہ اس گدھے کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ اس خیال کی تردید کرتی ہیں کیونکہ تمثیل کا پہلو ان میں نمایاں ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی حیوانی گدھے کا ذکر نہیں بلکہ اس سے مراد آخری زمانہ میں ایجاد ہونے والے انتہائی تیز رفتار ذرائع سفر اور اقوام مغرب کی صنعتی ترقی کے عجیب و غریب کرشمے ہیں جن کی وجہ سے زمین کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ بلکہ آسمان کی بلندیوں تک بڑی تیزی کے ساتھ پہنچنا ممکن ہوگیا ہے۔ چنانچہ ریل گاڑی، کاریں، بسیں، بحری جہاز، ہوائی جہاز اور دوسرے مختلف قسم کے راکٹ اور ہوائی شٹل اس زمانہ کی محیر العقول ایجادات ہیں جن سے انسان حیرت زدہ ہوکر بے اختیار پکار اٹھتا ہے ع

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

رہا یہ سوال کہ ان حیرت انگیز سواریوں کو گدھے سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گزشتہ سامی ادیان میں گدھے کو اقتصادی سمبل کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے جیسے بعض آریائی دینوں میں بیل اور گائے کو اقتصادی خوشحالی کا نشان قرار دیا گیا ہے۔

(سورۃ البقرہ 2 :260۔ سورۃ الجمعہ 62 :6۔ زکریاہ 90 : 9)

دوسرے اس تمثیل میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ سواریاں گدھے کی مانند عقل وفہم سے عاری اور بے جان ہوں گی۔

(سورۃ الجمعہ 62 :6)

اور اپنے چاہنے والوں کے حکم اور ارادہ کے تابع چلیں گی۔ نیز ان کی وسل اور ہارن کی آواز گدھے کی آواز سے مشابہ ہوگی۔

اب ہم ان صفات کی کچھ مزید وضاحت پیش کرتے ہیں جو دجّال کے گدھے کی بیان کی گئی ہیں جن سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ گدھے سے مراد کوئی مافوق الفطرت حیوانی گدھا نہیں بلکہ مشینی دور کے آغاز کی طرف اشارہ ہے۔

ا۔ ان صفات میں سے اس گدھے کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی خوراک آگ اور پانی پر مشتمل ہوگی اور وہ بھاپ کی طاقت سے چلے گا۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ صفحہ 221)

2۔ اس گدھے کی دوسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دھوئیں کے بادل چھوڑے گا۔

(کنز العمال۔ جلد 7، صفحہ 2998)

3۔ اس گدھے کی تیسری علامت یہ بیان ہوئی ہے کہ اس کے ایک قدم اور دوسرے قدم کے درمیان کبھی ایک دن رات کبھی تین دن رات کا فاصلہ ہوگا۔ بلکہ بعض اوقات وہ اپنی تیز رفتاری میں سورج کو بھی پیچھے چھوڑ جائے گا اور زمین اس کے سامنے لپیٹ دی جائے گی۔

(کنز العمال۔ جلد 7، صفحہ 2998)

4۔ اس دجّالی گدھے کی چوتھی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں کھڑکیاں اور دروازے ہوں گے اور اس کے اندر روشن دیئے جل رہے ہوں گے اور وہ چاند کی مانند چمکتا ہوگا۔

(بحار الانوار۔ جلد 13، صفحہ 153)

5۔ اس گدھے کی پانچویں علامت یہ ہے کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر باع کے برابر فاصلہ ہوگا۔

(مشکوٰۃ، کتاب الفتن۔ صفحہ 477)

باع سے مراد دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر لمبائی ہے۔
یہ دراصل اس سواری کے سمعی رابطہ کی طاقت کی طرف اشارہ ہے۔

6۔ اس گدھے کی چھٹی علامت یہ ہے کہ وہ خشکی اور تری دونوں پر بڑی تیز رفتاری سے چلے گا

(نزھۃ المجالس۔ جلد 1، صفحہ 109)

یہ زمینی اور بحری سواریوں کی طرف اشارہ ہے۔

7۔ اس گدھے کی ساتویں علامت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ چیخ مار کر (یعنی عجیب وغریب آواز والی وسل دے کر) لوگوں کو اپنی طرف بلائے گا۔

(بحار الانوار۔ صفحہ 153)

یہ دراصل وسل یا ہارن بجا کر لوگوں کو اپنی آمد یا روانگی کی طرف متوجہ کرنے کا اشارہ ہے۔

8۔ اس گدھے کی آٹھویں علامت یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان سواریاں بیٹھی ہونگی۔

(تنویر القلوب۔ صفحہ 68)

گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان سے مراد وہ مواصلاتی رابطہ ہے جو مثلاً گارڈ اور ڈرائیور کے درمیان ہوتا ہے اور جس کی وجہ سے وہ ان ہزاروں سواریوں پر نظر رکھتے ہیں جو سفر کر رہی ہوتی ہیں۔

نوٹ: دجّال اور یاجوج ماجوج وغیرہ کی مزید تشریح کے لئے مولانا اسد اللہ صاحب کاشمیری کی کتاب دجّال اور یاجوج ماجوج کی حقیقت کا مطالعہ کیا جائے۔

گدھے کی ان صفات پر غور کرنے سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں کسی حیوانی گدھے کا ذکر نہیں ہو رہا بلکہ تمثیل کے رنگ میں اس دور کی ایجاد شدہ طرح طرح کی سواریوں کو بیان کیا جا رہا ہے کیونکہ کوئی سمجھدار اور

عقلمند انسان یہ خیال نہیں کر سکتا کہ یہ کسی حیوانی گدھے کی صفات اور خصوصیات ہو سکتی ہیں۔

یہ اعتراض کہ اس زمانے کی مختلف سواریاں اور دوسری مشینی ایجادات اگر دجّال کی صنعت گری ہے اور اس کے بدراہ ہونے کی علامت ہے تو پھر مسلمان اور دوسری دنیا ان سے فائدہ کیوں اٹھاتی ہے؟ کیا دجّال کے گدھے پر سوار ہونا کوئی اچھی بات ہے اور کیا یہ ایجادیں دنیا کی بھلائی کے لئے ہو سکتی ہیں؟ انہیں تو فتنہ اور آزمائش اور دنیا کی تباہی کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز میں خیر اور شر دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ کوئی چیز اپنی ذات میں بری نہیں بلکہ مقصد استعمال کے لحاظ سے اس میں بھلائی یا برائی آتی ہے۔ کسی چیز کو اچھے کام کے لئے استعمال کریں تو ساری دنیا اسے اچھا کہے گی۔ چونکہ دجّالی قوتوں نے اپنی ان صنعتوں اور ایجادوں کو دنیا پر مسلط ہونے نیز غلط اور تباہ کن نظریات پھیلانے کے لئے استعمال کرنا تھا اس لئے الہامی کتب میں ان کا ذکر شناعت اور برائی کے رنگ میں ہوا ہے ورنہ اپنی ذات میں یہ ایجادیں اور صنعتی ترقیاں انسان کے فائدہ کے لئے بھی ہو سکتی ہیں۔

اب ہم اس مضمون کے اصل حصہ کی طرف آتے ہیں اور امام مہدی اور مسیح کے ظہور کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔

اسلام نے امت مسلمہ کو صرف یہی خبر نہیں دی کہ آخری زمانہ میں دنیا مصائب و آلام کا شکار ہو جائے گی اور خاص طور پر مسلمانوں کی حالت ناقابل یقین حد تک دگرگوں ہوگی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ خدا نے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ مصائب و آفات کے اس دور میں مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل بھی نازل ہوگا اور وہ ان کی اصلاح کے سامان کرے گا اور سابقہ شان کی طرف ان کی واپسی کے لئے اپنا مامور بھیجے گا جس کی راہنمائی اور روحانی جذب کی وجہ سے پھر سے مسلمان بالخصوص اور ساری دنیا بالعموم اللہ تعالیٰ کی رضا اور دنیوی برکات کی نعمتوں سے مالا مال ہو جائے گی۔

جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں اس عظیم الشان رہنما کے ظہور اور اس کے نزول کا وقت آ چکا ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ وہ موعود اقوام عالم پیشگوئیوں کے مطابق ظاہر نہ ہو اور دنیا اس کا انتظار کرتے کرتے مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق ہو جائے۔

سو اللہ تعالیٰ وقت کے تقاضا کے عین مطابق رجوع برحمت ہوا اور اس نے 1882ء میں ایک ہادی مبعوث فرمایا اور اسے وحی و الہام کی نعمت سے سرفراز کیا جس نے اپنے ابتدائی کام کے بعد 1889ء میں ایک ایسی جماعت کی بنیاد رکھی جس نے اس عظیم ہادی کی رہنمائی میں اصلاح نفس اور اشاعت ہدایت کا بیڑا اٹھانا تھا۔

اس مامور زمانہ نے اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر یہ دعویٰ بھی کیا کہ وہ مسلمانوں کے لئے مہدی اور عیسائی دنیا کے لئے مسیح بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس نے کہا میری مانو تا کہ نجات پاؤ اور دنیوی ہلاکتوں سے بچ جاؤ۔

اب ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ آپ کے اس دعویٰ کے سچا ہونے کے دلائل اور بیّنات کیا ہیں۔

یوں تو اس آخری زمانہ میں ساری مذہبی دنیا کسی نہ کسی ہادی اور مرسل کے آنے کی منتظر تھی لیکن مسلمان خاص طور پر ایک ایسے ظہور کے انتظار میں تھے جو ان کے لئے مہدی اور مسیح ہو۔ ان کے اس انتظار کی وجہ آنحضرت ﷺ کی بعض خاص پیشگوئیاں تھیں جن کے مطابق ان کے خیال میں دو وجودوں نے آنا تھا ان میں سے ایک امام مہدی ہے جو آنحضرت ﷺ کی آل میں سے ہوگا اور دوسرے عیسیٰ ابن مریم ہیں جو آج سے قریباً دو ہزار سال پہلے بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے تھے اور یہودیوں کی مخالفت کے بعد آسمان پر چلے گئے اور اب تک وہاں زندہ موجود ہیں اور آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ مسیح اور مہدی کے بارہ میں عام مسلمانوں کا یہ تصور ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس طرح پہلی قوموں کو غلط فہمی ہوئی اور باوجود پیشگوئیوں اور واضح قرائن کے انہوں نے نہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مانا نہ سردار دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت کے وہ قائل ہوئے۔ اسی طرح اس زمانہ کے مسلمانوں کا طرز عمل بھی ظاہر ہوا کیونکہ سابقہ امثال اور گزشتہ پیشگوئیوں میں تمثیل کے پہلو کو جاننے اور تسلیم کرنے کے باوجود انہوں نے وقت پر آنے والے عظیم موعود کی صداقت کو تسلیم کرنے میں پس و پیش سے کام لیا اور قرآنی وعید کے مورد بن گئے۔

ترجمہ: وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس رسول نہیں آتا مگر اس سے

ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

(سورة يٰسين 31:36)

مقام غور ہے کہ حدیثوں میں جہاں یہ آتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیروں کو قتل کریں گے، امت کے لئے حکم وعدل ہوں گے، نماز میں مسلمانوں کے امام بنیں گے۔ بالکل یہی کام حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بھی بیان کئے گئے ہیں کہ وہ آئیں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیروں کو قتل کریں گے، حکم وعدل ہوں گے اور مسلمانوں کے امام ہوں گے۔ کیا کام اور فرائض کی یہ یکسانی اس بات کی دلیل نہیں کہ دو وجود نہیں بلکہ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ علاوہ ازیں حدیث میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ **لا المهدی الاّ عیسیٰ** یعنی عیسیٰ ہی مہدی ہیں، ان کے علاوہ اور کوئی مہدی نہیں ہوگا۔

یہ حدیث ابن ماجہ میں موجود ہے جس کا شمار صحاح ستہ یعنی حدیث کی چھ مشہور کتابوں میں ہوتا ہے۔

ان تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ دو وجودوں نے نہیں آنا بلکہ ایک ہی موعود کے آنے کی پیشگوئی ہے جسے مختلف صفات اور ذمہ داریوں کے لحاظ سے مختلف نام دیئے گئے ہیں یعنی آنحضرت ﷺ کی پیروی اور آپؐ کے فیضان سے حصہ پانے کے لحاظ سے اسے مہدی یعنی ہدایت یافتہ کہا گیا ہے اور اس لحاظ سے کہ مسلمانوں نے اس کی وجہ سے ہدایت پائی ہے اسے مہدی یعنی ہدایت دینے والا بھی تسلیم کیا گیا ہے گویا مہدی کا لفظ اسم مفعول بھی ہے اور اسم فاعل بھی اور دونوں معنے آنے والے موعود پر صادق آتے ہیں۔ نیز اس موعود کو مسیح اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ اس نے خاص طور پر عیسائیت کے فتنہ کا ردّ کرنا تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی اصل تعلیم کی طرف عیسائیوں کو توجہ دلانی تھی اور عیسائی دنیا کی ہدایت کے سامان اس کے ذریعہ مہیا ہونے والے تھے۔ نیز جس طرح مسیح علیہ السلام اور آپ کے حواری دنیا بھر میں تبلیغ کے لئے سفر کرتے رہے۔ یہی حال مسیح ثانی علیہ السلام اور آپ کی جماعت کا ہوگا کہ دلائل اور بینات نیز علمی اور روحانی ہتھیاروں سے لیس ہو کر وہ دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیں گے کوئی مادی طاقت یا حکومت ان کے ہاتھ میں نہیں ہوگی۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جو دو ہزار سال پہلے گزرے ہیں بائیبل اور قرآن کے دلائل کی رو سے وفات پا چکے ہیں۔ پس جب کہ وہ فوت ہو گئے ہیں تو وہ بعینہ اس دنیا میں کیسے واپس آ سکتے ہیں۔ رہا یہ سوال کہ پھر مسیح کے لئے نزول کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی یہ اصطلاح ہے کہ جو چیز کثیر المنافع ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو بطور انعام عطا کی گئی ہو اس کے لئے نزول کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جیسے فرمایا:

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ...

(سورة الحديد 26:57)

ہم نے تمہارے لئے لوہا نازل کیا ۔

اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ...

(سورة الزمر39 :7)

چوپاؤں میں سے آٹھ جوڑے نازل کئے۔

قَدْاَنْزَلْنَاعَلَيْكُمْ لِبَاسًا...

(سورة الاعراف7 :27)

لباس نازل کیا۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

(سورة النحل16 :11)

پانی نازل کیا۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ رَّسُوْلًا...

(سورة الطلاق65 : 11,12)

اس ذکر یعنی قرآن، اس رسول یعنی محمد ﷺ کو نازل کیا۔

اسی طرح فرمایا:

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ

(سورة البقرہ2 :59)

ہم نے یہود کے لئے من وسلویٰ نازل کیا۔

نیز فرمایا:

ہم نے نصاریٰ کے لئے مائدہ نازل کیا۔

(سورۃ المائدہ 116:5)

ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں وہ ہیں جو الٰہی رحمت کے تحت زمین میں پیدا ہوتی ہیں یا زمینی وسائل ان کے ظہور کا موجب بنتے ہیں۔ آسمان سے ان میں سے کوئی چیز بھی نازل نہیں ہوئی۔ پس ایسے ہی مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ چونکہ بے شمار برکات کا نزول مقدر تھا اس لئے آپ کی بعثت کو نزول کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ عربی میں مہمان کو بھی نزیل کہتے ہیں یعنی گھر میں اترنے والا۔ کیونکہ مہمان کی آمد کو بھی باعث برکت سمجھا جاتا ہے۔ غرض احادیث اور مختلف روایات پر اگر مجموعی نظر ڈالی جائے تو بڑی وضاحت کے ساتھ یہ صداقت ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ مسیح اور مہدی ایک ہی وجود کے دو نام ہیں جو مختلف ذمہ داریوں اور کارناموں کی وجہ سے اسے دیئے گئے ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ اس بات کی کیا دلیل ہے؟ کہ اس عظیم موعود کے مصداق ہندوستان کے چھوٹے سے قصبہ قادیان میں 1835ء میں پیدا ہونے والے حضرت مرزا غلام احمد ہیں جنہوں نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ اس سوال کے جواب میں چند دلائل پیش خدمت کئے جاتے ہیں۔

1۔ حضرت مرزا غلام احمد کے دعویٰ مسیحیت اور مہدویت کے سچا ہونے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ زمانہ ایک مامور اور مہدی کا متقاضی ہے وہ ساری علامات اور پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں جو اس مامور کے آنے کی تھیں نیز مسلمان کیا بلحاظ دین اور کیا بلحاظ دُنیا مصائب و آلام کا شکار ہیں اور ہادی اور منجی کے منتظر۔ علاوہ ازیں سابقہ بزرگان دین نے بھی یہ وضاحت کی ہے کہ جس وقت عیسائیوں کا غلبہ ہوگا۔ دجّال اور یاجوج ماجوج کریں گے اس وقت مسیح اور مہدی مبعوث ہوں گے یعنی یہ سب علامتیں ایک ہی دور میں ایک ساتھ موجود ہوں گی۔

(الیواقیت و الجواہر لشعرانی، جلد 2۔ مطبوعہ مصر، صفحہ142)

پس جب یہ ساری علامتیں موجود ہیں تو پھر مسیح اور مہدی کا ظہور بھی ضروری ہے۔ اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اس وقت سوائے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے کسی اور نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ مسیح اور مہدی ہے۔ اگر آپ اس دعویٰ میں سچے نہیں تو پھر اور کون ہے جس نے تقاضائے وقت کے عین مطابق اس منصب کا دعویٰ کیا ہو۔ کیونکہ مامور کے آنے کا وقت تو ہے کسی کو تو آنا چاہیئے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں ؎

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

2۔ آپؑ کے سچا ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ آپؑ کے دعویٰ کے بعد وہ پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہوئی جس میں یہ ذکر ہے کہ مہدی کی صداقت کے لئے یہ نشان ظاہر ہوگا کہ رمضان کے مہینہ میں تیرہ تاریخ کو چاند گرہن لگے گا پھر اسی مہینہ کی اٹھائیس تاریخ کو سورج گرہن ہوگا۔ چنانچہ 1894ء میں یہ نشان بڑی شان سے پورا ہوا اور آپ کی صداقت کی دلیل بنا۔

3۔ آپ کے صادق ہونے کی تیسری دلیل یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو چیلنج دیا کہ میرے دعویٰ سے پہلے کی زندگی پر غور کیا جائے اگر اس میں کوئی عیب نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ میں یکلخت بیٹھے بٹھائے ایک ایسے جھوٹ کا مرتکب ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں موجب غضب وقہر ہے۔ صداقت کا یہ وہ معیار ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے سامنے سرورِ دو جہاں حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کی صداقت کے لئے پیش فرمایا۔

ترجمہ: پس میں اس رسالت سے پہلے بھی تمہارے درمیان ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں، تو کیا تم عقل نہیں کرتے؟

(سورۃ یونس 17:10)

پس آپ کے غلام نے بھی آپؐ کی پیروی میں دنیا کے سامنے یہی دلیل پیش کی کہ کون ہے جو میری پہلی زندگی میں کوئی عیب یا کھوٹ ثابت کر سکے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”تم کوئی عیب افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میرے سوانح زندگی پر کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔“

(تذکرۃ الشہادتین ۔ روحانی خزائن، جلد20، صفحہ62)

آپؑ کے اس چیلنج کا کوئی مخالف نہ صرف سامنا نہ کرسکا بلکہ کئی ایک نے اعتراف کیا کہ آپ واقعی نیک، پرہیزگار اور متقی انسان ہیں۔ بطور مثل آپؑ

کے ہم وطن مشہور اہلحدیث عالم مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے آپؑ کے بارہ میں شہادت دی کہ:

"مؤلف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی اور شرح مُلّا پڑھتے تھے) ہم مکتب تھے۔۔۔ مؤلف براہین احمدیہ مخالف اور موافق کے تجربے اور مشاہدہ کی رُو سے (واللہ حسبہ) شریعتِ محمدیہؐ پر قائم، پرہیزگار، صداقت شعار ہیں۔"

(اشاعة السنة جلد7صفحہ6-9)

اسی طرح اخبار زمیندار کے مدیر مولوی سراج الدین صاحب جو مولانا ظفر علی خان ظفر صاحب کے والد ماجد ہیں انہوں نے لکھا:

"ہم چشم دید شہادت سے کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب جوانی میں نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔"

(اخبار زمیندار جون 1908)

4۔ آپؑ کے سچا ہونے کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ آپ نے دعویٰ کے بعد تیئس سال سے زیادہ عرصہ بڑی کامیاب اور بامراد زندگی بسر کی۔ آپؑ کی یہ خاص کامیابی آپکی صداقت کی زبردست دلیل ہے۔ کیونکہ یہ معیارِ صداقت بھی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی صداقت کیلئے قرآن کریم میں بیان فرمایا اور کہا کہ اگر یہ مدعی اپنے دعویٰ میں سچا نہ ہوتا اور مجھ پر افتراء کرتے ہوئے میری طرف وہ باتیں منسوب کرتا جو میں نے اسے نہیں کہیں تو میں اس کی رگِ جان کاٹ دیتا۔

(سورۃ الحآقۃ 47:69)

پس یہی دلیلِ صداقت آپ کے غلام نے بھی اپنی سچائی کیلئے پیش کی۔ یعنی جس طرح سردارِ دوجہاں ﷺ نے دعویٰ کے بعد کئی سال تک کامیاب و کامران زندگی بسر کی اور شاندار فتوحات حاصل کیں دشمنوں کو زیر کیا اور کوئی بھی بال بیکا نہ کرسکا، اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی دعویٰ وحی و الہام کے بعد تیئس سال سے زیادہ عرصہ تک عظیم کارناموں کی توفیق پائی۔ اور اپنا کام مکمل کرکے 1908 میں کامیاب و کامران اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اور دشمنوں کے شدید حملوں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ بچائے رکھا۔

5۔ آپ کے سچا ہونے کی پانچویں دلیل یہ ہے کہ صداقت کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو اس کے مطابق جب ہم آپ کے کارناموں کو پرکھتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ایسے عظیم الشان کام سرانجام دیئے جن کی عظمت کو دوست و دشمن سب نے تسلیم کیا مثلاً:

آپ کے کارناموں میں سے ایک بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو قرآنی معارف و حقائق کی طرف متوجہ کیا۔ اور تفسیرِ قرآن کا ایسا بلند معیار پیش فرمایا جس کی مثال سابقہ تفاسیر میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ بطور مثال آپ کی کتاب براہین احمدیہ، آئینہء کمالاتِ اسلام اور اسلامی اصول کی فلاسفی کا مطالعہ حقیقتِ حال کو واضح کردے گا۔ تفسیرِ قرآن کے علاوہ آپ نے مخالفینِ اسلام کے سامنے اسلام کی صداقت کیلئے ایسے زبردست دلائل اور براہین پر مشتمل علمِ کلام پیش کیا کہ مخالف ان دلائل کا مقابلہ کرنے سے عاجز آگئے۔ نیز آپ نے اپنے منصب کے عین مطابق زبردست براہین کے ساتھ عیسائی عقائد کا بطلان ثابت کیا اور حسبِ پیشگوئی کسرِ صلیب کا فریضہ سرانجام دیا مثلاً عیسائیوں کا ایک بنیادی عقیدہ کفارہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نسلِ آدم نے ورثہ میں گناہ پایا اور چونکہ وہ اس موروثی گناہ سے نجات نہیں پاسکتی اس لئے خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو بھیجا تا کہ وہ صلیب پر جان دے کر اور لعنتی موت قبول کرکے دنیا والوں کے گناہ اپنے ذمہ لے لے۔ آپ نے بائبل، قرآن کریم، احادیث اور دوسرے تاریخی دلائل سے اس بات کو ثابت کیا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ اس لئے عیسائیوں کے عقیدۂ کفارہ کی بنیاد ہی غلط ہے۔ اسی طرح آپ نے تثلیث اور ابنیت کے عقیدہ کا بطلان بھی کیا۔ آپ کے پیش کردہ یہ دلائل اس قدر زبردست تھے کہ عیسائی علماء اور پادری ان دلائل کا سامنا کرنے کی ہمت ہی نہ پاسکے اور گھبرا کر انہوں نے بطور پالیسی یہ وطیرہ اختیار کرلیا کہ اس بارہ میں احمدیوں سے کوئی بات ہی نہیں کی جائے۔ سچ ہے **جَاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔**

غرض اسلام کی صداقت اور مخالفتِ اسلامی طاقتوں کو پسپا کرنے کیلئے آپ نے

جوزبردست علمی اور روحانی کارنامے سرانجام دیئے، موافق اور مخالف سب نے اس کا اعتراف کیا۔ چنانچہ اخبار وکیل کے مدیر مولانا ابوالکلام آزاد نے آپ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

’’وہ شخص، بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو، وہ شخص دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا، جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی، جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں، وہ شخص مذہبی دنیا کیلئے بیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شورِ قیامت ہو کے خفتگان خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔۔۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کے لئے اسے امتداد زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کرلیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے ۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔

مرزا صاحب کی ... یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تا کہ وہ مہتمم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔

مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر اُن کا ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب کہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔

مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بار احسان رکھے گی کہ انہوں نے ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔‘‘

(اخبار وکیل امرتسر بحوالہ بدر 18 جون 1908ء ، صفحہ 2)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارناموں میں سے دوسرا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے نظم وضبط اور اتحاد و اتفاق کے شعور کو عملی شکل دی اور نیک مقاصد اور دنیا کی دینی بہبود کے لئے ایک عظیم الشان منظّم جماعت کی بنیاد رکھی جس کا نصب العین یہ قرار پایا کہ اس جماعت کے ممبران پہلے اپنے نفس کی اصلاح کریں اور پھر ساری دنیا کے لئے دعوت الی الخیر کا فریضہ سرانجام دیں چنانچہ یہ عظیم الشان تنظیم جو جماعت احمدیہ کے نام سے مشہور ہے روز قیام سے ہی اپنے امام وقت کی رہنمائی میں مسلسل اس نصب العین کی طرف رواں دواں ہے۔ اس جماعت کی عظمت کردار کا یہی ثبوت کافی ہے کہ علامہ اقبال نے اس ’’جماعت کو اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ‘‘ قرار دیا اور مشہور احراری لیڈر چوہدری افضل حق صاحب نے لکھا :

’’آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بیجان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی ... مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہوسکی ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا اور اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔

(فتنہ، ارتداد اور پولیٹکل قلابازیاں از چوہدری افضل حق ۔ طبع دوم، صفحہ 24)

مشہور ہندو اخبار تیج دہلی نے جماعت کے اثر ورسوخ کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا:

’’تمام دنیا کے مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ ٹھوس اور مؤثر اور مسلسل تنظیمی کام کرنے والی طاقت جماعت احمدیہ ہے ۔ بلا مبالغہ احمدیہ تحریک ایک خوفناک آتش فشاں پہاڑ ہے جو بظاہر اتنا خوفناک معلوم نہیں ہوتا لیکن اس کے اندر ایک تباہ کن اور سیال آگ کھول رہی ہے جس سے بچنے کی کوشش نہ کی گئی تو کسی وقت موقعہ پا کر ہمیں جھلس دے گی۔

(اخبار تیج 25 جولائی 1927ء)

مشہور پادری ڈاکٹر زویمر نے جو صدر انجمن احمدیہ کو دیکھنے قادیان آئے تھے

ایک مضمون لکھا جو چرچ مشنری ریویو لنڈن میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں ڈاکٹر صاحب جماعت احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ ایک اسلحہ خانہ ہے جو ناممکن کو ممکن بنانے کے لئے تیار کیا گیا ہے اور ایک زبردست عقیدہ ہے جو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیتا ہے۔“

3۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارناموں میں سے آپ کا تیسرا بڑا کارنامہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَO

”اگر تم سچا ایمان پیدا کرو گے اور نیک اعمال بجا لاؤ گے تو تمہیں خلافت کی نعمت عطا کی جائے گی۔“

(سورۃ النور 56:24)

چنانچہ خلافت کی اسی اہمیت کی بناء پر آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے صحابہؓ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ نظام خلافت قائم کر کے اس کے لئے خلیفہ راشد کو منتخب کیا۔ اس انتخاب میں حسب وعدہ بذریعہ وحی خفی الٰہی تصرف اور روحانی رہنمائی کا دخل تھا۔

خلیفہ کا اصل کام دین کی تبلیغ اس کا استحکام اور مسلمانوں کی روحانی، اخلاقی اور تمدنی رہنمائی ہے۔ حکومت اور سیاست تو ضمنی اور ثانوی چیزیں ہیں ان کا حصول میسر آئے یا نہ آئے اس سے خلیفہ وقت کے اصل فرائض پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ قرآن کریم نے وعدہ خلافت کے ضمن میں جو یہ ذکر کیا ہے کہ **لیستخلفنھم کما استخلف الذین من قبلھم** اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ سابقہ مذہبی جماعتوں کی اس قسم کی جو تنظیمیں ہیں ان کے انداز پر غور کرو۔ مثلاً مسیحی دینی خلافت یعنی پاپائیت باوجود سینکڑوں خرابیوں کے اپنے اندر کوئی ایسی خوبی ضرور رکھتی ہے جس کی وجہ سے یہ قریباً دو ہزار سال سے مسلسل قائم ہے۔ اس میں کیا راز ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفسیر کبیر میں سورۃ النور کی تفسیر کرتے ہوئے نظام خلافت پر بحث کی اور اس راز کی طرف اشارہ فرمایا:

”پہلی قوموں میں سے یہودیوں کے علاوہ ایک عیسائی قوم ہے جس میں خلافت بادشاہت کے ذریعہ نہیں آئی بلکہ ان کے اندر خالص دینی خلافت تھی۔ پس **کما استخلف الذین من قبلھم** میں پہلوں کے طریق انتخاب کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ آپ کا الہام ہے:

”کلیسا کی طاقت کا نسخہ“

(تذکرہ۔ صفحہ 607)

یعنی کلیسیا کی طاقت کی ایک خاص وجہ ہے اس کو یاد رکھو۔ گویا قرآن کریم نے **کما استخلف الذین من قبلھم** کے الفاظ میں جس نسخہ کا ذکر کیا ہے الہام میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ جس طرح وہ لوگ اپنا خلیفہ منتخب کرتے ہیں اسی طرح یا اس کے قریب قریب تم بھی اپنے لئے خلافت کے انتخاب کا طریقہ ایجاد کرو۔

(تفسیر کبیر۔ جلد پنجم، صفحہ 390)

4۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارناموں میں سے چوتھا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے عمل جہاد کا حقیقی معنیٰ میں احیاء فرمایا۔ عام مسلمان صرف لفظاً جہاد کے قائل تھے نہ کوئی عمل تھا اور نہ کوئی تیاری بلکہ وہ تو جہاد کے لئے تیاری کی بجائے اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ جب مسیح اور مہدی آئیں گے تو وہ خود مسلمانوں کے سارے مصائب کا مداوا کر لیں گے۔ وہ ان کے دشمنوں کو ہلاک کریں گے، سب ملتوں کو مٹا دیں گے، ان کے مذہبی نشان مثلاً صلیب کو توڑ پھوڑ دیں گے اور پھر ساری دنیا کی دولتیں مسلمانوں کے قدموں میں لا ڈالیں گے۔ اس طرح مسلمان بیٹھے بٹھائے دنیا بھر کی حکومتوں کے مالک بن جائیں گے۔ یہ تھی مسلمانوں کی خیالی دنیا جس کے غلط ہونے کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلمانوں کو توجہ دلائی اور بتایا کہ آنے والے مسیح و مہدی میں خواہ کتنی ہی روحانی طاقتیں ہوں وہ بہرحال اپنے آقا اور مولیٰ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی روحانی طاقتوں سے بڑھ نہیں سکتے پس جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے جاں گسل محنت کرنی پڑی۔ بے مثال جانی اور مالی قربانیاں دینی پڑیں اور آپ کے صحابہؓ نے اس راہ میں جس طرح سرفروشی کے کارنامے دکھائے۔

تاریخ عالم میں ان کی مثال نہیں ملتی کیونکہ وہ محنت کے پسینہ اور خون کے دریا میں سے گزر کر اپنے اعلیٰ مقاصد تک پہنچے اور اصلاح خلق کا فریضہ بجالا سکے تو پھر اور کون ہے جو صرف روحانی پھونکوں اور منہ کی باتوں سے انقلاب لے آئے اور ہولناک طاقتوں کو ہاتھ کے اشارہ سے نیست و نابود کردے۔

پس آپ نے اصل حقیقت کی طرف امت مسلمہ کو متوجہ کیا اور عملی جہاد پر یقین رکھنے والی ایک ایسی جماعت قائم کی جو صحابہؓ کی مانند اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں پیش کرتی چلی جارہی ہے آپ نے اس جماعت کے اندر اپنی روحانی قوت کے ذریعہ یہ جذبہ اور یقین پیدا کیا کہ محنت اور قربانی کے بغیر اللہ تعالیٰ کے فضل حاصل نہیں ہوسکتے کیونکہ اس کا یہ اٹل قانون ہے کہ لیس للانسان الا ماسعیٰ۔

پس اگر مسلمان جہاد کی عملی اہمیت کو سمجھ جائیں، اتحاد و اتفاق کی نعمت پالیں، علمائے سوء کی طرف سے پیدا کردہ ذہنی جمود اور قوت ایجاد کے فقدان کا تدارک کرنے لگیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش کردہ زبردست دلائل سے لیس ہوکر بحیثیت قوم فریضہ تبلیغ کی طرف متوجہ ہوں تو دنیا کی غیر مسلم طاقتیں ان کے سامنے بالکل نہ ٹھہر سکیں اور وہ اپنی علمی اور روحانی کمزوریوں کو پہچان کر بڑی تیزی کے ساتھ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوجائیں۔

اس وقت علمی تبلیغ کے بے اثر ہونے کی سب سے بڑی وجہ خود مسلمانوں کی اخلاقی گراوٹ ہے کیونکہ اتحاد و اتفاق کے فقدان اور ہر معاملہ میں دوسروں کی احتیاج نے انہیں بے اثر بنا کر رکھ دیا ہے اور اس کی وجہ سے اسلام کی اشاعت پر بھی برا اثر پڑ رہا ہے کیونکہ غیر مسلم دنیا کو جب اسلام کی صداقت کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ جواباً کہتے ہیں کہ اسلام کی صداقت کے دلائل اپنی جگہ لیکن اسلام کو ماننے والوں کے پاس نمونہ کیا ہے؟

پس جس دن مسلمانوں نے اپنے امام کو پہچان لیا حق و صداقت کی پیروی کی طرف متوجہ ہوگئے تو وہ بے تیغ بھی غیر مسلم دنیا کو اسلام کا تابع فرمان بنالیں گے اور جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے والی دنیا کو بچشم حیرت دیکھیں گے۔

مسلمان اپنے علمی خزانوں کی وجہ سے اب بھی بڑی زبردست قوت ہیں لیکن افسوس کہ وہ اپنی اس بے پناہ قوت کا نہ احساس رکھتے ہیں اور نہ اس کا استعمال جانتے ہیں بلکہ غلط طرز عمل کی وجہ سے اپنی علمی، روحانی، مادی اور عددی قوت کو ضائع کئے جارہے ہیں

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

کاش کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

(احمدیہ گزٹ کینیڈا مارچ 2002)

منظوم دعائیہ اشعار حضرت مسیح موعود علیہ السلام

دیدہ من بصدق روشن کن
ہمہ کارم بوجہ احسن کن
کششے دہ بوئے خود را نشان
کہ دمے ناید قرار ازاں
آنچناں بخش عقل حق جویم
کہ براہش بچشم و سر پویم

میری آنکھوں میں صداقت کی روشنی بخش۔ میرے تمام کاموں کو ایسے طور پر سرانجام دے کہ ان میں حسن پیدا ہو۔ میرے اندر ایک ایسی کشش پیدا کردے کہ وہ تیری محبت کی بو کا نشان پالے اور پھر اس کے بغیر ایک دم بھی مجھے آرام نہ ملے۔ مجھ کو وہ عقل عطا فرما جو حق ہو اور تیرے راستہ میں بسر و چشم آؤں۔

انفاخِ قدسیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی 1897 کے جلسہ سالانہ میں فرمودہ تقاریر سے منتخب اقتباسات

ایک کشف

اس وقت میری غرض بیان کرنے سے یہ ہے کہ چونکہ انسانی زندگی کا کچھ بھی اختیار نہیں اس لئے جس قدر احباب اس وقت میرے پاس جمع ہیں میں خیال کرتا ہوں شاید آیندہ سال جمع نہ ہو سکیں۔ اور انہی دنوں میں مَیں نے ایک کشف دیکھا ہے کہ اگلے سال بعض احباب دنیا میں نہ رہیں گے۔ گو میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کشف کے مصداق کون کون احباب ہوں گے۔

ہر ایک شخص سفرِ آخرت کی تیاری رکھے

اور میں جانتا ہوں کہ یہ اس لئے ہے تا ہر ایک شخص بجائے خود سفرِ آخرت کی تیاری رکھے۔ جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے مجھے کسی کا نام نہیں بتایا گیا، لیکن میں یہ اللہ تعالیٰ کے اعلام سے خوب جانتا ہوں کہ قضا و قدر کا ایک وقت ہے۔ اور ضرور ایک وقت اس فانی دنیا کو چھوڑنا ہے۔ اس لئے یہ کہنا نہایت ضروری ہے کہ ہر شخص اور ہر دوست جو اس وقت موجود ہے وہ میری باتوں کو قصہ گو کی داستان کی طرح نہ سمجھے بلکہ یہ ایک واعظ من جانب اللہ اور مامور من اللہ ہے جو نہایت خیر خواہی اور سچی بھلائی اور پوری دل سوزی سے باتیں کرتا ہے۔

ہستی باری تعالیٰ

پس میں اپنے دوستوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ خوب یاد رکھو اور دل سے سنو اور دل میں جگہ دو کہ اللہ تعالےٰ جیسا کہ اُس نے اپنی کتاب قرآن کریم میں اپنے وجود اور توحید کو پُرزور اور آسان دلائل سے ثابت کیا ہے ایک برتر ہستی اور نور ہے وہ لوگ جو اس زبردست ہستی کی قدرتوں اور عجائبات کو دیکھتے ہوئے بھی اس کے وجود میں شکوک ظاہر کرتے اور شُبہ کرتے ہیں۔ سچ جانو، بڑے ہی بدقسمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی زبردست ہستی اور مقتدر وجود کے اثبات کے متعلق ہی فرمایا ہے۔

اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کیا اللہ کے وجود میں بھی شک ہو سکتا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے؟ دیکھو یہ تو بڑی سیدھی اور صاف بات ہے کہ ایک مصنوع کو دیکھ کر صانع ماننا پڑتا ہے ایک عمدہ جوتے یا صندوق کو دیکھ کر اس کے بنانے والے کی ضرورت کا معًا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ پھر تعجب پر تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی میں کیونکر انکار کی گنجائش ہو سکتی ہے ایسے صانع کے وجود کا کیونکر انکار ہو سکتا ہے جس کے ہزارہا عجائبات سے زمین و آسمان پُر ہیں۔ پس یقیناً سمجھ لو کہ قدرت کے ان عجائبات اور صنعتوں کو دیکھ کر بھی جن میں انسانی ہاتھ، انسان عقل و دماغ کا کام نہیں۔ اگر کوئی بے وقوف خدا کی ہستی اور وجود میں شک لائے تو وہ بدقسمت انسان شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہے اور اس کو استغفار کرنا چاہیئے۔ خدا کی ہستی کا انکار دلیل اور رؤیت کی بناء پر نہیں۔ بلکہ اللہ جلّشانہٗ کی ہستی کا انکار کرنا باوجود مشاہدہ کرنے اس کی قدرتوں اور عجائبات مخلوقات اور مصنوعات کے جو زمین و آسمان میں بھرے پڑے ہیں۔ بڑی ہی نابینائی ہے۔

نابینائی کی دو قسمیں

نابینائی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک آنکھوں کی نابینائی ہے۔ اور دوسری دل کی، آنکھوں کی نابینائی کا اثر ایمان پر کچھ نہیں ہوتا۔ مگر دل کی نابینائی کا اثر ایمان پر پڑتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری اور بہت ضروری ہے کہ ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ سے پورے تذلّل اور انکسار کے ساتھ ہر وقت دعا مانگتا رہے کہ وہ اُسے سچی معرفت اور حقیقی بصیرت اور بینائی عطا کرے اور شیطان کے وساوس سے

محفوظ رکھے۔

سب سے زیادہ خطرناک وسوسہ آخرت کے متعلق ہے

شیطان کے وساوس بہت ہیں اور سب سے زیادہ خطرناک وسوسہ اور شُبہ جو انسانی دل میں پیدا ہو کر اُسے خَسِرَۃ الدُّنیا و الآخرۃ کر دیتا ہے۔ آخرت کے متعلق ہے کیونکہ تمام نیکیوں اور راست بازیوں کا بڑا بھاری ذریعہ منجملہ دیگر اسباب اور وسائل کے آخرت پر ایمان بھی ہے۔ اور جب انسان آخرت اور اس کی کتابوں کو قصہ اور داستان سمجھے تو سمجھ لو کہ وہ ردّ ہو گیا۔ اور دونوں جہانوں سے گیا گزرا ہوا۔

ایمان بالآخرۃ کا فائدہ

اس لئے کہ آخرت کا ڈر بھی تو انسان کو خائف اور ترساں بنا کر معرفت کے سچے چشمہ کی طرف کشاں کشاں لے کر آتا ہے اور سچی معرفت بغیر حقیقی خشیّت اور خدا ترسی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس یاد رکھو کہ آخرت کے متعلق وساوس کا پیدا ہونا ایمان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے اور خاتمہ بالخیر میں فتور پڑ جاتا ہے۔ جس قدر ابرار، اخیار اور راستباز انسان دنیا میں ہو گزرے ہیں جو رات کو اٹھ کر قیام اور سجدہ میں ہی صبح کر دیتے تھے کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ وہ جسمانی قوتیں بہت رکھتے ہیں۔ اور بڑے بڑے قوی ہیکل جوان اور تنومند پہلوان تھے؟ نہیں۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ جسمانی قوت اور توانائی سے وہ کام ہرگز نہیں ہو سکتے۔ جو روحانی قوت اور طاقت کر سکتی ہے بہت سے انسان آپ نے دیکھے ہوں گے جو تین یا چار بار دن میں کھاتے ہیں اور لذیذ اور مقوّی اغذیہ پلاؤ وغیرہ کھاتے ہیں مگر اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے صبح تک خرانٹے مارتے رہتے ہیں اور نیند اُن پر غالب رہتی ہے۔ یہاں تک کہ نیند اور سستی سے بالکل مغلوب ہو جاتے ہیں کہ اُن کو عشاء کی نماز بھی دوبھر اور مشکل عظیم معلوم دیتی ہے چہ جائیکہ وہ تہجد گزار ہوں۔

صحابہؓ کے طریق زندگی کا نقشہ قرآن کریم میں

دیکھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا تنعم پسند اور خورد و نوش کے دلدادہ تھے۔ جو کفار پر غالب تھے؟ نہیں یہ بات تو نہیں پہلی کتابوں میں بھی اُن کی نسبت آیا ہے کہ وہ قائم اللیل اور صائم الدہر ہوں گے۔ ان کی راتیں ذکر اور فکر میں گزرتی تھیں۔ اور اُن کی زندگی کیسے بسر ہوتی تھی؟ قرآن کریم کی ذیل کی آیۃ شریفہ اُن کے طریق زندگی کا پورا نقشہ کھینچ کر دکھاتی ہے۔

وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ۔ اور يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا۔ (الاٰية)

اور سرحد پر اپنے گھوڑے باندھے رکھو کہ خدا کے دشمن اور تمہارے دشمن اس تمہاری تیاری اور استعداد سے ڈرتے ہیں۔ اے مومنو! صبر اور مصابرت اور مرابطت کرو۔

رباط کے معنی

رِبَاط ان گھوڑوں کو کہتے ہیں جو دشمن کی سرحد پر باندھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحابہؓ کو اعداء کے مقابلہ کے لئے مستعد رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اس رباط کے لفظ سے انہیں پوری اور سچی تیاری کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ان کے سپرد دو کام تھے۔ ایک ظاہری نشان دشمنوں کا مقابلہ اور دوسرا روحانی مقابلہ اور رباط لغت میں نفس اور انسانی دل کو بھی کہتے ہیں۔ اور یہ ایک لطیف بات ہے کہ گھوڑے وہی کام کرتے ہیں جو سدھائے ہوئے اور تعلیم یافتہ ہوں۔ آجکل گھوڑوں کی تعلیم و تربیت کا اسی انداز پر لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اور اسی طرح اُن کو سدھایا اور سکھایا جاتا ہے جس طرح بچوں کو سکولوں میں خاص احتیاط اور اہتمام سے تعلیم دی جاتی ہے اگر ان کو تعلیم نہ دی جائے اور وہ سدھائے نہ جائیں تو وہ بالکل نکمے ہوں اور بجائے مفید ہونے کے خوفناک اور مضر ثابت ہوں۔ یہ اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے کہ انسانوں کے نفوس یعنی رباط بھی تعلیم یافتہ ہونے چاہئیں اور ان کے قویٰ اور طاقتیں ایسی ہونی چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کی حدود کے نیچے نیچے چلیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو وہ اس حرب اور جدال کا کام نہ دے سکیں گے جو انسان اور اس کے خوفناک دشمن یعنی شیطان کے درمیان اندرونی طور پر ہر لحظہ اور ہر آن جاری ہے جیسا کہ لڑائی اور میدانِ جنگ میں علاوہ قوائے بدنی کے تعلیم یافتہ ہونا بھی ضروری ہے۔ اسی

طرح اس اندرونی حرب اور جہاد کیلئے نفوس انسانی کی تربیت اور مناسب تعلیم مطلوب ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شیطان اس پر غالب آجائے گا۔ مثلاً اگر ایک شخص توپ وتفنگ اسلحہ حرب بندوق وغیرہ تو رکھتا ہو لیکن اس کے استعمال اور چلانے سے ناواقف ہو تو وہ دشمن کے مقابلہ میں کبھی عہدہ برآ نہیں ہوسکتا اور تیر وتفنگ اور سامان حرب بھی ایک شخص رکھتا ہو اور ان کا استعمال کرنا بھی جانتا ہو۔ لیکن اس کے بازو میں طاقت نہ ہو تو بھی وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف طریق اور طرز استعمال کا سیکھ لینا بھی کارآمد اور مفید نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ ورزش اور مشق کر کے بازو میں توانائی اور قوت پیدا نہ کی جائے۔ اب اگر ایک شخص جو تلوار چلانا تو جانتا ہے لیکن ورزش اور مشق نہیں رکھتا تو میدانِ حرب میں جا کر جونہی تین چار دفعہ تلوار کو حرکت دے گا اور دو ایک ہاتھ مارے گا اس کے بازو نکمے ہو جائیں گے اور وہ تھک کر بالکل مایوس ہو جائے گا اور خود ہی آخر دشمن کا شکار ہو جائے گا۔

اس زمانہ میں جنگِ باطنی کے نمونے دکھانے مطلوب ہیں

اب اس زمانہ میں جس میں ہم ہیں۔ ظاہری جنگ کی مطلق ضرورت اور حاجت نہیں بلکہ آخری دنوں میں جنگ باطنی کے نمونے دکھانے مطلوب تھے۔ اور روحانی مقابلہ زیرِ نظر تھا کیونکہ اس وقت باطنی ارتداد اور الحاد کی اشاعت کیلئے بڑے بڑے سامان اور اسلحہ بنائے گئے۔ اس لئے ان کا مقابلہ بھی اسی قسم کے اسلحہ سے ضروری ہے کیونکہ آجکل امن وامان کا زمانہ ہے اور ہم کو ہر طرح کی آسائش اور امن حاصل ہے آزادی سے ہر آدمی اپنے مذہب کی اشاعت اور تبلیغ اور احکام کی بجا آوری کرسکتا ہے پھر اسلام جو امن کا سچا حامی ہے بلکہ حقیقۃً امن اور سلم اور آشتی کا اشاعت کنندہ ہی اسلام ہے کیونکہ اس زمانہ امن وآزادی میں اس پہلے نمونہ کو دکھانا پسند کرسکتا تھا؟ پس آجکل وہی دوسرا نمونہ یعنی روحانی مجاہدہ مطلوب ہے کیونکہ ع

کہ حلوا چو یکبار خوردند وبس

اس وقت قلم کی ضرورت ہے

اس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے ہمارے مخالفین نے اسلام پر جو شبہات وارد کئے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رُو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدانِ کارزار میں اتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں میں کب اس میدان کے قابل ہوسکتا تھا یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی بے حد عنایت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے جیسے عاجز انسان کے ہاتھ سے اس کے دین کی عزت ظاہر ہو۔ میں نے ایک وقت اُن اعتراضات اور حملات کو شمار کیا تھا جو اسلام پر ہمارے مخالفین نے کئے ہیں، تو ان کی تعداد میرے خیال اور اندازہ میں تین ہزار ہوئی تھی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اب تو تعداد اور بھی بڑھ گئی ہوگی کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ اسلام کی بناء ایسی کمزور باتوں پر ہے کہ اس پر تین ہزار اعتراض وارد ہوسکتا ہے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ اعتراضات تو کوتاہ اندیشوں اور نادانوں کی نظر میں اعتراض ہیں مگر میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے جہاں ان اعتراضات کو شمار کیا وہاں یہ بھی غور کیا ہے کہ ان اعتراضات کی تہ میں دراصل بہت ہی نادر صداقتیں موجود ہیں۔ جو عدم بصیرت کی وجہ سے معترضین کو دکھائی نہیں دیں۔ اور درحقیقت یہ خدا تعالےٰ کی حکمت ہے کہ جہاں نابینا معترض آ کر اٹکا ہے وہیں حقائق ومعارف کا مخفی خزانہ رکھا ہے۔

توحید کا نقش قدرت کی ہر چیز میں رکھا ہوا ہے

بات اصل میں یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہی میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی نقش کیا گیا ہے اور تثلیث سے کوئی مناسبت جبلتِ انسانی اور تمام اشیائے عالم کو نہیں۔ ایک قطرہ پانی کا دیکھو تو وہ گول نظر آتا ہے مثلث کی شکل میں نظر نہیں آتا۔ اس سے بھی صاف طور پر یہی پایا جاتا ہے کہ توحید کا نقش قدرت کی ہر ایک چیز میں رکھا ہوا ہے خوب غور سے دیکھو کہ پانی کا قطرہ گول ہوتا ہے اور کُروی شکل میں توحید ہی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ جہت کو نہیں چاہتی اور مثلث جہت کو چاہتی ہے۔ چنانچہ آگ کو دیکھو، شکل بھی مخروطی ہے اور وہ بھی کرویت اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس سے بھی توحید کا نور چمکتا ہے۔ زمین کو لو اور انگریزوں ہی سے پوچھو کہ اس کی شکل کیسی ہے؟ کہیں گے گول۔ الغرض طبعی

تحقیقاتیں جہاں تک ہوتی چلی جائیں گی وہاں توحید ہی توحید نکلتی جائے گی اللہ تعالیٰ اس آیت

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

میں بتلاتا ہے کہ جس خُدا کو قرآن مجید پیش کرتا ہے اس کیلئے زمین و آسمان دلائل سے بھرے پڑے ہیں۔

مجھے ایک حکیم کا مقولہ بہت ہی پسند آتا ہے کہ اگر کل کتابیں دریابُرد کردی جاویں تو پھر بھی اسلام کا خدا باقی رہ جائے گا۔ اس لئے کہ وہ مثلّث اور کہانی نہیں۔ اصل میں پختہ بات وہی ہے جس کی صداقت کسی خاص چیز پر منحصر نہ ہو کہ اگر وہ نہ ہو تو اس کا پتہ ہی ندارد۔ قصہ کہانی کا نقش نہ دل پر ہوتا ہے نہ صحیفہء فطرت میں۔ جب تک کسی پنڈت، پاندھے یا پادری نے یاد رکھا۔ ان کا کوئی وجود مسلّم رہا۔ ازاں بعد حرفِ غلط کی طرح مٹ گیا۔

علوم جدیدہ کو اسلام کے تابع کرنا چاہیئے

پس ضرورت ہے کہ آجکل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علومِ جدیدہ حاصل کرو۔ اور بڑے جدّ وجہد سے حاصل کرو۔ لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم ہی میں یک طرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہلِ دل اور اہلِ ذکر کے پاس بیٹھنے کا اُن کو موقعہ نہ ملا اور وہ خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور اسلام سے دور جا پڑے اور بجائے اس کے کہ ان علوم کو اسلام کے تابع کرتے۔ اُلٹا اسلام کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفل بن گئے۔ مگر یاد رکھو یہ کام وہی کر سکتا ہے یعنی دینی خدمت وہی بجالا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔

نیکی کیا ہے؟

نیکی ایک زینہ ہے اسلام اور خدا کی طرف چڑھنے کا لیکن یاد رکھو نیکی کیا چیز ہے۔ شیطان ہر ایک راہ میں لوگوں کی راہ زنی کرتا ہے اور ان کو راہِ حق سے بہکاتا ہے مثلاً رات کو روٹی زیادہ پک گئی اور صبح کو باسی بچ رہی۔ عین کھانے کے وقت کہ اس کے سامنے اچھے اچھے کھانے رکھے ہیں۔ ابھی ایک لقمہ نہیں کہ دروازے پر آکر فقیر نے صدا کی اور روٹی مانگی۔ کہا کہ باسی روٹی سائل کو دے دو۔ کیا یہ نیکی ہوگی؟ باسی روٹی تو پڑی ہی رہتی تھی تنعم پسند اسے کیوں کھانے لگے؟ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا۔

(الدھر)

یہ بھی معلوم رہے کہ طعام کہتے ہی پسندیدہ طعام کو ہیں سڑا ہوا باسی طعام نہیں کہلاتا الغرض اس رکابی میں سے جس میں ابھی تازہ کھانا اور لذیذ اور پسندیدہ رکھا ہوا ہے کھانا شروع نہیں کیا فقیر کی صدا پر نکال دے تو یہ نیکی ہے۔

نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی نیکی کے تنگ دروازہ میں سے داخل نہیں ہوسکتا۔

بیکار اور نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ نیکی کا دروازہ تنگ ہے۔ پس یہ امر ذہن نشین کرلو کہ نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی اس میں داخل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ نص صریح ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

(پارہ 4)

جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے اس وقت تک محبوب اور عزیز ہونے کا درجہ نہیں مل سکتا۔ اگر تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے اور حقیقی نیکی کو اختیار کرنا نہیں چاہتے تو کیونکر کامیاب اور بامراد ہو سکتے ہو۔ کیا صحابہ کرامؓ مفت میں اس درجہ تک پہنچ گئے جو اُن کو حاصل ہوا۔

میں تمہارے اندر ایک نمایاں تبدیلی چاہتا ہوں

اگر ایک شخص بھی زندہ طبیعت نکل آوے تو کافی ہے میں یہ بات کھول کر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ میرے مناسب حال یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ میں آپ لوگوں کو کہتا ہوں میں ثواب کی نیت سے کہتا ہوں۔ نہیں! میں اپنے نفس میں

انتہا درجہ کا جوش اور درد پاتا ہوں گو وہ وجوہ نامعلوم ہیں کہ کیوں یہ جوش ہے۔ مگر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ جوش ایسا ہے کہ میں رُک نہیں سکتا اس لئے آپ لوگ ان باتوں کو ایسے آدمی کی وصایا سمجھ کر کہ پھر شاید ملنا نصیب نہ ہو اُن پر ایسے کاربند ہوں کہ ایک نمونہ ہو اور ان آدمیوں کو جو ہم سے دُور ہیں اپنے فعل اور قول سے سمجھا دو۔ اگر یہ بات نہیں ہے اور عمل کی ضرورت نہیں ہے تو پھر مجھے بتلاؤ کہ یہاں آنے کا کیا مطلب ہے۔ میں مخفی تبدیلی نہیں چاہتا۔ نمایاں تبدیلی مطلوب ہے تاکہ مخالف شرمندہ ہوں اور لوگوں کے دلوں پر یک طرفہ روشنی پڑے اور وہ نااُمید ہو جاویں کہ یہ مخالف ضلالت میں پڑے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے ہاتھ پر بڑے بڑے شریر آکر تائب ہوئے وہ کیوں؟ اس عظیم الشان تبدیلی نے جو صحابہؓ میں ہوئی اور ان کے واجب التقلید نمونوں نے اُن کو شرمندہ کیا۔

مومن کی فراست سے ڈرنا چاہیئے

جیسے آیا ہے کہ

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ

یعنی مومن کی فراست سے بچو کیونکہ تمہاری آورد ہے اور اس کی آمد۔ تمہارا قال ہے اس کا حال۔ جیسے ایک گھڑی چلتی ہے اس کے پرزے تو اُسے چلاتے رہیں گے۔ اَبر میں تم تین بجے کی جگہ سات بجے کا وقت کہہ سکتے ہو مگر گھڑی جو اسی مطلب کیلئے بنائی گئی ہے وہ تو ٹھیک وقت بتلائے گی اور خطا نہ کرے گی۔ پس اگر اس سے جھگڑو گے تو بجز خفت کیا لوگے؟ اسی طرح سے یاد رکھو کہ متقی کا یہ کام نہیں کہ وہ ان لوگوں سے جھگڑے اور مقابلہ کرے جو قرب الٰہی کا درجہ رکھتے ہیں اور دنیا میں مختلف ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ پس مومن کے مقابلہ کے وقت ڈرو اِتَّقُوْا کے مصداق بنو ایسا نہ ہو کہ تم جھوٹے نکلو اور پھر اس غلط کاری کے بدترین نتائج بھگتو۔

حقیقی احمدیوں سے خدا تعالیٰ کا وعدہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔

یہ تسلی بخش وعدہ ناصرتؔ میں پیدا ہونے والے ابن مریمؑ سے ہوا تھا مگر میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ یسوع مسیح کے نام سے آنے والے ابن مریم کو بھی اللہ تعالیٰ نے انہی الفاظ میں مخاطب کر کے بشارت دی ہے۔ اب آپ سوچ لیں کہ جو میرے ساتھ تعلق رکھ کر اس وعدۂ عظیم اور بشارتِ عظیم میں شامل ہونا چاہتے ہیں کیا وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو امّارہ کے درجہ میں پڑے ہوئے فسق و فجور کی راہوں پر کاربند ہیں؟ ہرگز نہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کی سچی قدر کرتے ہیں اور میری باتوں کو قصہ کہانی نہیں جانتے۔ تو یاد رکھو اور دل سے سن لو۔ میں پھر ایک بار ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور وہ تعلق کوئی عام تعلق نہیں۔ بلکہ بہت زبردست تعلق ہے اور ایسا تعلق ہے کہ جس کا اثر نہ صرف میری ذات تک بلکہ اس ہستی تک پہنچتا ہے جس نے مجھے بھی اس برگزیدہ انسانِ کامل کی ذات تک پہنچایا ہے جو دنیا میں صداقت اور راستی کی رُوح لے کر آیا میں تو کہتا ہوں کہ اگر ان باتوں کا اثر میری ہی ذات تک پہنچتا تو مجھے کچھ بھی اندیشہ اور فکر نہ تھا۔ اور نہ ان کی پرواہ تھی مگر اس پر بس نہیں ہوتی۔ اس کا اثر ہمارے نبی کریم ﷺ اور خود خدائے تعالیٰ کی برگزیدہ ذات تک پہنچ جاتا ہے۔ پس ایسی صورت اور حالت میں تم خوب دھیان دے کر سُن رکھو کہ اگر اس بشارت سے حصہ لینا چاہتے ہو اور اس کے مصداق ہونے کی آرزو رکھتے ہو اور اتنی بڑی کامیابی (کہ قیامت تک مکفّرین پر غالب رہو گے) کی سچی پیاس تمہارے اندر ہے۔ تو پھر اتنا ہی میں کہتا ہوں کہ یہ کامیابی اس وقت تک حاصل نہ ہوگی جب تک لوّامہ کے درجے سے گزر کر مطمئنہ کے مینار تک نہ پہنچ جاؤ۔

اس سے زیادہ اور میں کچھ نہیں کہتا کہ تم لوگ ایسے شخص کے ساتھ پیوند رکھتے ہو جو مامور من اللہ ہے پس اس کی باتوں کو دل کے کانوں سے سنو۔ اور اس پر عمل کرنے کیلئے ہمہ تن تیار ہو جاؤ تاکہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو اقرار کے بعد انکار کی نجاست میں گر کر ابدی عذاب خرید لیتے ہیں۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897 صفحہ 62-100، انفاخِ قدسیہ)

......☆......☆......☆......☆......

ذکر حبیب علیہ السلام

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد

(خطاب بر موقعہ جلسہ سالانہ 1973)

والدین کی خدمت اور اطاعت

21 اپریل 1899 یوم عیدالاضحی کے موقعہ پر حضورؑ نے فرمایا:

"پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی یہ ہے کہ والدہ کی عزت کرے۔ اویس قرنی کے لئے بسا اوقات رسول اللہ ﷺ یمن کی طرف منہ کر کے کہا کرتے تھے کہ مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ آپؐ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری میں بہت مصروف رہتا ہے اور اسی وجہ سے میرے پاس بھی نہیں آسکتا۔

بظاہر یہ بات ایسی ہے کہ پیغمبرِ خدا ﷺ موجود ہیں مگر وہ ان کی زیارت نہیں کر سکتے صرف اپنی والدہ کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں پوری مصروفیت کی وجہ سے۔

مگر میں دیکھتا ہوں کہ رسولِ خدا نے دو ہی آدمیوں کو السلام علیکم کی خصوصیت سے وصیت فرمائی یا اویس کو یا مسیح کو۔ یہ عجیب بات ہے جو دوسرے لوگوں کو ایک خصوصیت کے ساتھ نہیں ملی۔"

ہماری تعلیم کیا ہے؟ صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی پاک ہدایت کا بتلا دینا ہے اگر کوئی میرے ساتھ تعلق ظاہر کر کے اس کو ماننا نہیں چاہتا تو وہ ہماری جماعت میں کیوں داخل ہوتا ہے؟ ۔۔۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا منہ نہ دیکھیں گے۔ پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور وفاداری کے رنگ میں خدا اور رسولؐ کے فرمودہ پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ بہتری اسی میں ہے ورنہ اختیار ہے ہمارا کام صرف نصیحت کرنا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 295-296)

ایک مرتبہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی والدہ محترمہ قادیان تشریف لائی ہوئی تھیں۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنی والدہ کی پیری اور ضعف کا اور ان کی خدمت کا جو وہ کرتے ہیں ذکر کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا:

والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خداتعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔

حضور علیہ السلام کو اپنی زندگی کے ابتدائی چند سالوں میں اپنے والد محترم کی خدمت کا موقع بھی میسر آیا۔ گو فطرتاً حضور علیہ السلام کو دنیا اور دنیا کے کاموں میں کوئی لگاؤ نہ تھا لیکن صرف حصول ثواب کیلئے حضور نے اپنے والد محترم کی مرضی اور منشاء کے مطابق پورے انہماک سے وہ خدمت سرانجام دی جو ان کے سپرد کی گئی تھی۔

حضورؑ نے اپنی تصنیف کتاب البریّہ میں خود اس بارہ میں تحریر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:

’’میرے والد صاحب اپنے آباؤ اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کیلئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔
مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقتِ عزیز میرا اِن بیہودہ جھگڑوں میں ضائع ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کیلئے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کیلئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کر دیا تھا اور ان کیلئے دعا میں بھی مشغول رہتا تھا اور وہ مجھے دلی یقین سے برّ بالوالدین جانتے تھے۔‘‘

حضور علیہ السلام کی زندگی کے یہ ایام دست بکار و دل بایار کے مصداق تھے لیکن والد صاحب کی وفات کے بعد دنیا اور دنیا کے کاموں سے کلیۃً کنارہ کش ہو کر دست کار یار میں اور دل یادِ یار میں محو ہو گئے اور یہی آپ کی زندگی کا مقصود اور مدعا تھا۔

بچوں سے شفقت و محبت

اب میں امرِ دوم یعنی بچوں سے شفقت، محبت اور سلوک کے بارہ میں چند روایات پیش کرتا ہوں۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ ’’الحکم‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’محمود (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) چار ایک برس کا تھا۔ حضرت معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے۔ میاں محمود دِیا سلائی لے کر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول بھی تھا۔ پہلے کچھ دیر تک آپس میں جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دل میں آئی ان مسودات کو آگ لگا دی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت لکھنے میں مشغول ہیں۔ سر اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودات راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت کو سیاق و سباق عبارت کے ملانے کیلئے کسی گزشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس سے پوچھتے ہیں خاموش اُس سے پوچھتے ہیں دبکا جاتا ہے آخر ایک بچہ بول اٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دیئے۔ عورتیں، بچے اور گھر کے سب لوگ حیران اور انگشت بدندان کہ اب کیا ہوگا اور درحقیقت عادتاً بری حالت اور مکروہ نظارہ کے پیش آنے کا گمان اور انتظار تھا اور ہونا بھی چاہیئے تھا۔ مگر حضرت مسکرا کر فرماتے ہیں،

’’خوب ہوا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہوگی اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے۔‘‘

(سیرت مسیح موعود از حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ سے روایت ہے کہ:

’’آپ بچوں کی خبر گیری اور پرورش اس طرح کرتے ہیں کہ ایک سرسری دیکھنے والا گمان کرے کہ آپ سے زیادہ اولاد کی محبت کسی کو نہ ہوگی۔ اور بیماری میں اس قدر توجہ کرتے ہیں اور تیمارداری اور علاج میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ گویا اور کوئی فکر ہی نہیں مگر باریک بین دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور خدا کیلئے اس کی ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مدّنظر ہے۔ آپ کی پلوٹھی بیٹی عصمت لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی آپ اس کے علاج میں یوں دوا دہی کرتے ہیں کہ گویا اس کے بغیر زندگی محال ہے اور ایک دنیادار دنیا کی عرف اور اصطلاح میں اولاد کا بھوکا اور شیفتہ اس سے زیادہ جانکاہی کر ہی نہیں سکتا۔ مگر جب وہ مر گئی آپ یوں الگ ہو گئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں اور جب سے کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تھی۔‘‘

’’اسی طرح صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی علالت کے ایام میں آپ نے شبانہ روز اپنے عمل سے دکھایا کہ اولاد کی پرورش اور صحت کیلئے ہمارے کیا فرائض ہیں۔‘‘

(سیرت مسیح موعودؑ از یعقوب علی صاحب عرفانیؓ)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ تراب اپنی تصنیف سیرت مسیح موعودؑ حصہ سوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’آپ بچوں کو گود میں اٹھائے ہوئے باہر نکل آیا کرتے تھے اور سیر میں بھی اٹھا لیا کرتے۔ اس میں کبھی آپ کو تأمل نہ ہوتا تھا۔ اگرچہ خدّام جو ساتھ

ہوتے وہ خود اٹھانا اپنی سعادت سمجھتے مگر حضرت بچوں کی خواہش کا احساس یا ان کے اصرار کو دیکھ کر آپ اٹھا لیتے اور ان کی خوشی پوری کر دیتے۔‘‘

بچوں کا مناسب احترام ان میں خود اعتمادی پیدا کرنے کیلئے ضروری امر ہے جس کی طرف احمدی والدین بچوں کے سوالات کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے یا سختی سے روک دیتے ہیں۔ یہ طریق بچوں کی ذہنی نشوونما اور خود اعتمادی کیلئے ضرر رساں ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے عمل سے جماعت کی اس جہت میں بھی رہنمائی ملتی ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے بیان فرمایا کہ:

’’جب حضرت مسیح موعودؑ نے لدھیانہ میں دعویٰ مسیحیت شائع کیا تو ان دنوں میں چھوٹا بچہ تھا اور شاید تیسری جماعت میں پڑھتا تھا مجھے اس دعویٰ سے کچھ اطلاع نہ تھی۔ ایک دن میں مدرسہ گیا تو بعض لڑکوں نے مجھے کہا کہ وہ جو قادیان کے مرزا صاحب تمہارے گھر میں ہیں انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں اور یہ کہ آنے والے مسیح وہ خود ہیں۔۔ میں نے ان کی تردید کی کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ تو زندہ ہیں اور آسمان سے نازل ہونگے۔ خیر جب میں گھر آیا تو حضرت صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے سنا ہے آپ کہتے ہیں کہ آپ مسیح ہیں؟ میرا یہ سوال سن کر حضرت صاحب خاموشی سے اٹھے اور کمرے کے اندر الماری سے ایک نسخہ فتح اسلام لا کر مجھے دے دیا اور فرمایا اسے پڑھو۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی دلیل ہے کہ آپ نے ایک چھوٹے بچہ کے معمولی سوال پر اس قدر سنجیدگی سے توجہ فرمائی ورنہ یونہی کوئی بات کہہ کر ٹال دیتے۔‘‘

(سیرت مسیح موعودؑ از عرفانی صاحب)

اقرباء سے حسن سلوک

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنی تصنیف سیرت المہدی حصہ دوم میں تحریر فرماتے ہیں:

’’خواجہ عبدالرحمان صاحب متوطن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ خط بیان کیا کہ مکرمی لسّہ ڈار ساکن آسنور کشمیر اپنے بھائی حاجی عمر ڈار صاحب سے روایت کرتے تھے کہ جب میں پہلی دفعہ قادیان میں بیعت کیلئے آیا تو میرے یہاں پہنچنے کے بعد جو پہلی تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی وہ حقوق اقرباء کے متعلق تھی۔ چونکہ میں نے اپنے بھائی کا کچھ حق دبایا ہوا تھا میں سمجھ گیا اور کشمیر پہنچ کر ان کا حق ان کو ادا کر دیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین سے اصلاحِ خلق کا کام لینا ہوتا ہے اس لئے وہ عموماً ایسا تصرف کرتا ہے کہ جو کمزوریاں لوگوں کے اندر ہوتی ہیں انہی کے متعلق ان کی زبان پر کلام جاری کر دیتا ہے جس سے لوگوں کو اصلاح کا موقع مل جاتا ہے۔‘‘

سیرۃ المہدی حصہ دوم میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اقرباء سے حسن سلوک کا ایک بہت ہی پیارا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

’’ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ابتدائی ایام کا ذکر ہے کہ والد بزرگوار (یعنی خاکسار کے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم) نے اپنا ایک بانات کا کوٹ جو مستعمل تھا ہمارے خالہ زاد بھائی سید محمد سعید کو جو اِن دنوں قادیان میں تھا کسی خادمہ عورت کے ہاتھ بطور ہدیہ بھیجا۔ محمد سعید نے نہایت حقارت سے وہ کوٹ واپس کر دیا اور کہا کہ میں مستعمل کپڑا نہیں پہنتا۔ جب وہ خادمہ یہ کوٹ واپس لا رہی تھی تو راستہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میر صاحب نے یہ کوٹ محمد سعید کو بھیجا تھا مگر اُس نے واپس کر دیا ہے کہ میں اترا ہوا کپڑا نہیں پہنتا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اس سے میر صاحب کی دلشکنی ہوگی تم یہ کوٹ مجھے دے جاؤ ہم پہن لیں گے اور ان سے کہہ دینا کہ میں نے رکھ لیا ہے۔‘‘

یہ ایک انتہائی شفقت اور دلداری کا اظہار تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ مستعمل کوٹ خود اپنے لئے رکھ لیا تا حضرت نانا جان کی دلشکنی نہ ہو ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کوٹوں کی کمی نہ تھی۔ حضورؑ کے خدام حضورؑ کی خدمت میں بہتر سے بہتر کوٹ پیش کرتے رہتے تھے اور ساتھ ہی یہ انتہائی

سادگی اور بےنفسی کا اظہار بھی تھا کہ دین کا بادشاہ ہوکر اترے ہوئے کوٹ کے استعمال میں تامل نہیں کیا۔

یہ واقعہ جس بزرگ کے متعلق ہے وہ حضور علیہ السلام کے خسر بھی تھے اور بیعت کنندگان میں شامل اور حضورؑ کے مریدوں میں سے تھے۔ آئیں اب دیکھیں کہ حضورؑ کے وہ رشتہ دار جو نہ صرف یہ کہ جماعت میں شامل نہ تھے بلکہ عداوت اور دشمنی میں کسی اور سے پیچھے نہ تھے کوئی موقع ایسا نہیں آیا کہ وہ ایذاء دہی کر سکتے ہوں اور اس سے باز رہے ہوں۔ ان کی عداوت شقاوت کا رنگ رکھتی تھی۔ ان سے حضور علیہ السلام کا کیسا معاملہ تھا۔ ایک واقعہ کا ذکر حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ نے ان الفاظ میں کیا ہے آپ لکھتے ہیں کہ:

"وہ گلی جو بازار اور جامع مسجد کو جاتی ہے ایک شارع عام تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچا زاد بھائیوں میں سے مرزا امام الدین کو حضرت صاحب اور سلسلہ کے ساتھ عداوت اور عناد تھا اور کوئی دقیقہ تکلیف دہی کا اٹھانہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ اس نے اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر اس راستہ کو جو بازار اور مسجد مبارک کا تھا ایک دیوار کے ذریعہ بند کر دیا۔ دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے بن رہی تھی اور ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم تھی کہ شَر کا مقابلہ شَر سے نہ کرو ورنہ اگر چہ جماعت اس وقت بہت قلیل تھی اور قادیان میں بہت تھوڑے آدمی تھے لیکن اگر اجازت ہوتی تو وہ دیوار ہرگز نہ بن سکتی۔۔۔ غرض وہ دیوار چن دی گئی اور اس طرح ہم سب کے سب پانچ وقت کی نمازوں کیلئے مسجد مبارک جانے سے روک دئے گئے۔ اور مسجد مبارک کیلئے حضرت صاحب کے مکانات کا ایک چکر کاٹ کر آنا پڑتا تھا۔۔۔ جماعت میں بعض کمزور اور ضعیف العمر انسان بھی تھے بعض نابینا تھے اور بارشوں کے دن تھے راستہ میں کیچڑ ہوتا تھا۔ اور بعض بھائی گر بھی پڑتے تھے جس سے ان کے کپڑے گارے کیچڑ میں لت پت ہو جاتے تھے۔ ان تکلیفوں کا تصور بھی آج مشکل ہے۔ غرض وہ دیوار ہو گئی اور راستہ بند ہو گیا اور پانی تک بند کر دیا گیا آخر مجبوراً عدالت میں جانا پڑا اور عدالت کے فیصلہ کے مطابق خود دیوار بنانے والوں کو اپنے ہی ہاتھ سے دیوار گرانا پڑی۔ عدالت نے نہ صرف دیوار گرانے کا حکم دیا بلکہ حرجانہ اور خرچ کی ڈگری بھی فریق ثانی پر کر دی۔ حضرت اقدسؑ نے کبھی اس خرچہ اور حرجانہ کی ڈگری کا اجراء پسند نہ فرمایا یہاں تک کہ اس کی میعاد گزرنے کو آ گئی۔ اس وقت خواجہ کمال الدین صاحب نے اس خیال سے کہ میعاد گزر نہ جائے اس کے اجراء کی کارروائی کی اور اس میں حسب ضابطہ نوٹس مرزا نظام الدین صاحب کے نام جاری ہوا۔ حضرت اقدسؑ کو اس واقعہ کی کچھ خبر نہ تھی۔ مرزا نظام الدین صاحب کو نوٹس ملا تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خط لکھا اس کا مضمون یہ تھا کہ دیوار کے مقدمہ کے خرچ وغیرہ کی ڈگری کے اجراء کا نوٹس میرے نام آیا ہے اور میری حالت آپ کو معلوم ہے۔ اگر چہ میں قانونی طور پر اس روپیہ کے ادا کرنے کا پابند ہوں اور آپ کا بھی حق ہے کہ آپ وصول کریں مجھ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہماری طرف سے ہمیشہ آپ کو کوئی نہ کوئی تکلیف پہنچتی رہی ہے مگر یہ بھائی صاحب کی وجہ سے ہوتا تھا۔ مجھ کو بھی شریک ہونا پڑتا تھا۔ آپ رحم کر کے معاف فرماویں۔ حضرت اقدسؑ اس وقت گورداسپور میں مقیم تھے۔ حضرت اقدسؑ کے پاس جس وقت یہ خط پہنچا تو آپ نے سخت رنج کا اظہار فرمایا کہ کیوں اجراء کرائی گئی ہے مجھ سے کیوں دریافت نہیں کیا گیا۔ خواجہ صاحب نے عذر کیا کہ محض میعاد کو محفوظ کرنے کیلئے ایسا کیا گیا تھا۔ اِلَّا اِجراء مقصود نہ تھا۔ حضرت اقدسؑ نے اس عذر کو بھی پسند نہ فرمایا اور فرمایا کہ آئندہ کبھی اس ڈگری کا اجراء نہ کروایا جائے ہم کو دنیا داروں کی طرح مقدمہ بازی اور تکلیف دہی سے کچھ کام نہیں۔ انہوں نے اگر تکلیف دینے کیلئے کوئی حرکت کی تو ہمارا یہ کام نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اس غرض کیلئے دنیا میں نہیں بھیجا۔ اور اسی وقت ایک مکتوب مرزا نظام الدین صاحب کے نام لکھا اور مولوی یار محمد صاحب کو دیا کہ وہ جہاں ہوں ان کو فوراً جا کر وہاں پہنچائیں۔"

"اس خط میں حضور علیہ السلام نے مرزا نظام الدین صاحب سے ہمدردی کا اظہار فرمایا تھا اور تحریر فرمایا تھا کہ اس ڈگری کا کبھی اجراء نہیں کروایا جائے گا اور سب کچھ معاف فرمایا تھا۔"

مخالفین اور غیر مذاہب والوں سے حسن سلوک

حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جو سیرت المہدی حصہ دوم میں درج ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے بیان کیا کہ:

”ایک دفعہ ایک ہندوستانی مولوی قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں ایک جماعت کی طرف سے نمائندہ ہو کر آپ کے دعویٰ کی تحقیق کیلئے آیا ہوں اور پھر اس نے اختلافی مسائل کے متعلق گفتگو شروع کر دی اور بڑے تکلف سے خوب بنا بنا کر موٹے موٹے الفاظ استعمال کرتا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب نے کچھ تقریر فرمائی تو وہ آپ کی بات کاٹ کر کہنے لگا کہ آپ کو مسیح و مہدی ہونے کا دعویٰ ہے مگر آپ الفاظ کا تلفظ بھی اچھی طرح نہیں ادا کر سکتے۔ اس وقت مولوی عبداللطیف صاحب شہید (حضرت مولوی صاحب جماعت کے پہلے شہید ہیں جن کو کابل میں والی کابل امیر حبیب اللہ نے احمدیت کی وجہ سے سنگسار کروایا تھا) بھی مجلس میں حضرت صاحب کے پاس بیٹھے تھے ان کو بہت غصہ آ گیا اور انہوں نے اسی جوش میں اس مولوی کے ساتھ فارسی میں گفتگو شروع کر دی۔ حضرت اقدسؑ نے مولوی عبداللطیف صاحب کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا اور پھر کسی دوسرے وقت جبکہ مولوی عبداللطیف صاحب مجلس میں موجود نہ تھے فرمانے لگے کہ اس وقت مولوی صاحب کو بہت غصہ آ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے اس ڈر سے کہ کہیں وہ اس غصہ میں اس مولوی کو کچھ مار ہی نہ بیٹھیں مولوی صاحب کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دبائے رکھا تھا۔“

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 52)

میرٹھ شہر سے ایک شخص احمد حسین شوکت نامی نے ایک اخبار شحنہ ہند جاری کیا ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں اس نے اپنے اخبار کا ضمیمہ جاری کیا جس میں ہر قسم کے گندے مضامین مخالفت میں شائع کرتا اور اس طرح پر جماعت کی دلآزاری کرتا میرٹھ کی جماعت کو خصوصیت سے تکلیف ہوتی کیونکہ وہاں سے ہی یہ گندہ پرچہ نکلتا تھا۔ 2 اکتوبر 1902 کا واقعہ ہے کہ میرٹھ کی جماعت کے پریذیڈنٹ شیخ عبدالرشید صاحب نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ ضمیمہ شحنہ ہند کے توہین آمیز مضامین پر عدالت میں نالش کروں۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

”ہمارے لئے خدا کی عدالت کافی ہے۔ یہ گناہ میں داخل ہوگا اگر ہم خدا کی تجویز پر تقدم کریں۔ اس لئے ضروری ہے کہ صبر اور برداشت سے کام لیں۔“

(سیرت مسیح موعودؑ از عرفانیؓ صاحب)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”بیان کیا ہم سے حافظ روشن علی صاحب نے کہ جب منارۃ المسیح بننے کی تیاری ہوئی تو قادیان کے لوگوں نے افسران گورنمنٹ کے پاس شکایتیں کیں کہ اس مینارہ کے بننے سے ہمارے مکانوں کی پردہ دری ہوگی۔ چنانچہ گورنمنٹ کی طرف سے ایک ڈپٹی قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسجد مبارک کے ساتھ والے حجرہ میں ملا۔ اس وقت قادیان کے بعض لوگ جو شکایات کرنے والے تھے وہ بھی اس کے ساتھ تھے۔ حضرت صاحب سے ڈپٹی کی باتیں ہوتی رہیں اور اس گفتگو میں حضرت صاحب نے ڈپٹی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ”یہ بڈھامل بیٹھا ہے آپ اس سے پوچھ لیں کہ بچپن سے لے کر آج تک کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ اسے فائدہ پہنچانے میں کوئی کمی کی ہو اور پھر اس سے پوچھ لیں کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ مجھے تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر چھوڑی ہو۔“ حافظ صاحب نے بیان کیا کہ میں اس وقت بڈھامل کی طرف دیکھ رہا تھا اس نے شرم کے مارے اپنا سر نیچے اپنے زانوؤں میں دیا ہوا تھا اور اس کے چہرہ کا رنگ سپید پڑ گیا تھا اور وہ ایک لفظ بھی منہ سے نہیں بول سکا۔“

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 134)

”سیرت المہدی حصہ اوّل میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت مولی شیر علی صاحبؓ کی مندرجہ ذیل روایت درج فرمائی ہے:

”بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ مارٹن کلارک کے مقدمہ میں ایک شخص مولوی فضل دین لاہوری حضور کی طرف سے وکیل تھا۔ یہ شخص غیر احمدی تھا اور شاید اب تک زندہ ہے اور غیر احمدی ہے۔ جب مولوی محمد حسین بٹالوی حضرت صاحب کے خلاف شہادت میں پیش ہوا تو مولوی فضل دین وکیل نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ اگر اجازت ہو تو میں مولوی محمد حسین صاحب کے حسب نسب کے متعلق کوئی سوال کروں۔ حضرت صاحب نے سختی سے منع فرمایا کہ میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اور فرمایا **لا یحب اللہ الجھر بالسّوء**۔ مولوی شیر علی صاحب نے بیان کیا کہ یہ واقعہ خود مولوی فضل دین نے باہر آ کر ہم سے بیان کیا تھا اور اس پر اس بات کا بڑا اثر ہوا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا تھا کہ مرزا صاحب نہایت عجیب اخلاق کے آدمی ہیں ایک پرلے درجے

کا دشمن ہے اور وہ اقدام قتل کے مقدمہ میں آپ کے خلاف شہادت میں پیش ہوتا ہے اور میں اس کا حسب نسب پوچھ کر اس کی حیثیت کو چھوٹا کر کے اس کی شہادت کو کمزور کرنا چاہتا ہوں اور اس سوال کی ذمہ داری بھی مرزا صاحب پر نہیں تھی بلکہ مجھ پر تھی مگر میں نے جب پوچھا تو آپ نے بڑی سختی سے روک دیا کہ ایسے سوال کی میں ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے نسب میں بعض معیوب باتیں سمجھی جاتی تھیں۔ واللہ اعلم جن کو وکیل اپنے سوال سے ظاہر کرنا چاہتا تھا مگر حضرت صاحب نے روک دیا۔ دراصل حضرت صاحب اپنے ہاتھ سے کسی دشمن کی بھی ذلت نہیں چاہتے تھے۔ ہاں جب خدا کی طرف سے کسی کی ذلت کا سامان پیدا ہوتا تھا تو وہ ایک نشان الٰہی ہوتا تھا جسے آپ ظاہر فرماتے تھے۔''

(سیرت المہدی)

یہی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جنہوں نے مخالفت اور دشمنی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اپنے اخبار میں گالیاں دیں۔ آپؑ کے خلاف کفر کا فتویٰ تیار کیا اور تمام ہندوستان کے مولویوں سے اس پر دستخط کروائے۔ گورنمنٹ میں آپ کے خلاف جھوٹی مخبریاں کیں۔ آپ کے خلاف مقدمات میں جھوٹی گواہیاں دیں۔ لیکن آخیر میں جب ان کا اخبار اشاعۃ السنۃ بند ہو گیا اور ان کی حالت ایسی تباہ و زار ہوئی کہ وہ اپنا مضمون لئے پھرتے تھے اور کوئی مولوی یا ایڈیٹر اخبار اسے چھاپتا نہ تھا تو حضرت اقدسؑ نے مولوی صاحب موصوف کو کہلا بھیجا کہ:

''آپ ہمارے پاس قادیان آجائیں ہم آپ کے مضمون کی کتابت بھی کروا دیتے ہیں اور چھپوا بھی دیتے ہیں۔''

دوستوں سے وفاداری، محبت اور خدام نوازی

اب میں حضور علیہ السلام کی سیرت سے دوستوں سے وفاداری، محبت اور خدام نوازی کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ یہ امر یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دوستی ایک بڑا قیمتی سرمایہ ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں، غلط فہمیاں، چھوٹے موٹے اختلافات سے شکر رنجیاں پیدا ہوتی ہیں اور ہو سکتی ہیں لیکن عہد دوستی میں رخنہ یا بگاڑ کا موجب نہ بن جانی چاہئیں۔ اس بارہ میں حضور علیہ السلام کا اپنا فرمان ہم سب کیلئے مشعل راہ ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

''میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص ایک دفعہ مجھ سے عہد دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں۔ ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو اور کُتّے اس کا منہ چاٹ رہے ہوں تو بلا خوف لومۃ لائم اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ فرمایا عہدِ دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اس کو آسانی سے ضائع کر دینا نہ چاہیئے اور دوستوں میں کیسی ہی ناگوار بات پیش آوے اسے اغماض اور تحمل کے محل میں اتارنا چاہیئے۔''

(سیرت مسیح موعودؑ از عرفانی صاحبؓ)

''سلسلہ احمدیہ'' میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسا دل عطا کیا تھا جو محبت اور وفاداری کے جذبات سے معمور تھا۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے کسی کی محبت کی عمارت کو کھڑا کر کے پھر اس کو گرانے میں کبھی پہل نہیں کی۔ ایک صاحب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کے بچپن کے دوست اور ہم مجلس تھے مگر آپ کے دعویٰ مسیحیت پر آ کر ان کو ٹھوکر لگ گئی اور انہوں نے نہ صرف دوستی کے رشتے کو توڑ دیا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشد ترین مخالفوں میں سے ہو گئے اور آپ کے خلاف کفر کا فتویٰ لگانے میں سب سے پہل کی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں آخر وقت تک ان کی دوستی کی یاد زندہ رہی اور گو آپ نے خدا کی خاطر ان سے قطع تعلق کر لیا اور ان فتنہ انگیزیوں کے ازالہ کیلئے ان کے اعتراضوں کے جواب میں زوردار مضامین لکھے مگر ان کی دوستی کے زمانہ کو آپ کبھی نہیں بھولے اور ان کے ساتھ قطع تعلق ہو جانے کو تلخی کے ساتھ یاد رکھا۔ چنانچہ اپنے آخری زمانہ کے اشعار میں مولوی محمد حسین صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں ؎

قَطَعتَ وَداداً قدَ غَرَسنا ہ فِی الصبَا
وَلَیسَ فوٴادی فِی الوَدَادِ یُقَصّرُ

ترجمہ: یعنی تو نے تو اس محبت کے درخت کو کاٹ دیا جو ہم دونوں نے مل کر بچپن میں لگایا تھا مگر میرا دل محبت کے معاملے میں کوتاہی کرنے والا نہیں۔ "

(سلسلہ احمدیہ صفحہ 214)

نیز فرمایا:

" خدا کی قسم میں اس تعلق کے زمانہ کو بھولتا نہیں اور میرا دل سنگلاخ زمین کی طرح نہیں ہے۔ "

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک دیرینہ تعلق رکھنے والے میر عباس علی صاحب لدھیانوی تھے ان کو بھی مولوی محمد حسین بٹالوی کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی اشاعت کے وقت ابتلا آ گیا۔ میر صاحب نے مخالفت کا اعلان کیا اور اس مخالفت میں حد ادب اور رعایت اخلاق سے بھی وہ نکل گئے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کسی تحریر یا تقریر میں ان کے تعلق کے عہد کو فراموش نہ کیا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

" جالندھر کے مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام میر صاحب کو سمجھا رہے تھے اور اس فروتنی اور انکسار کے ساتھ کہ ایک سنگدل اور خشونت طبع والا انسان بھی اگر قبول نہ کرے تو کم از کم اس کے کلام میں نرمی اور متانت آ جانی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب بھی اس سے خطاب کرتے تو " میر صاحب "، " جناب میر صاحب " کہہ کر مخاطب کرتے اور فرماتے کہ آپ میرے ساتھ چلیں میرے پاس کچھ عرصہ رہیں خدا تعالیٰ قادر ہے کہ آپ پر حقیقت کھول دے۔ مگر میر صاحب کی طبیعت میں باوجود صوفی ہونے کے خشونت اور تیزی آ جاتی اور ادب اور اخلاق کے مقام سے الگ ہو کر حضرت سے کلام کرتے تھے مگر بایں حضرت صاحب نے اپنے طرز خطاب کو نہ بدلا۔ " آسمانی فیصلہ " کے اخیر میں میر صاحب کے متعلق ایک مبسوط تحریر موجود ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس محبت اور دلسوزی سے آپ نے خطاب کیا ہے۔ "

(سیرت مسیح موعودؑ از عرفانی صاحبؓ)

میر عباس علی صاحب سے حضور علیہ السلام کے تعلق محبت و دوستی پر اس خط سے روشنی پڑتی ہے جو حضور نے میر صاحب کی ایک بیماری کے ایام میں ان کو لکھا جبکہ وہ لدھیانہ میں بیمار ہو گئے۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدوم مکرم اخویم میر عباس علی شاہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ عاجز چند روز سے امرتسر گیا ہوا تھا آج بروز چہارشنبہ بعد روانہ ہو جانے ڈاک کے یعنی تیسرے پہر قادیان پہنچا اور مجھ کو ایک کارڈ میر امداد علی صاحب کا ملا جس کے دیکھنے سے بمقتضائے بشریت بہت تفکر اور تردد لاحق ہوا۔ اگرچہ میں بیمار تھا مگر اس بات کو معلوم کرنے سے کہ آپ کی بیماری غایت درجہ کی سختی پر پہنچ گئی ہے مجھ کو اپنی بیماری بھول گئی اور بہت تشویش پیدا ہو گئی۔ خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے عمر بخشے اور آپ کو جلدتر صحت عطا فرمائے۔ اس تشویش کی جہت سے آج بذریعہ تار آپ کی صحت دریافت کی اور میں بھی ارادہ رکھتا ہوں کہ بشرط صحت و عافیت 14 اکتوبر تک وہیں آ کر آپ کو دیکھوں اور میں خدا تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں کہ آپ کو صحت عطا فرمائے۔ آپ کیلئے بہت دعا کروں گا۔ اور اب توکلاً علی اللہ آپ کی خدمت میں یہ خط لکھا گیا۔ آپ اگر ممکن ہو تو اپنے دستخط خاص سے مجھ کو مسرور الوقت فرمائیں۔ "

والسلام خاکسار مرزا غلام احمد "

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تعلقات دوستی اپنے احباء اور متبعین کے تعلق میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

" جب کوئی دوست کچھ عرصہ کی جدائی کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملتا تو اسے دیکھ کر آپ کا چہرہ یوں شگفتہ ہو جاتا تھا جیسے کہ ایک بند کلی اچانک پھول کی صورت میں کھل جاوے اور دوستوں کے رخصت ہونے پر آپ کے دل کو از حد صدمہ پہنچتا تھا۔ ایک دفعہ جب آپ نے اپنے بڑے فرزند اور ہمارے بڑے بھائی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے قرآن شریف ختم کرنے پر آمین لکھی اور اس تقریب پر بعض بیرونی دوستوں کو بھی بلا کر اپنی خوشی

میں شریک فرمایا تو اس وقت آپ نے اس آمین میں اپنے دوستوں کے آنے کا بھی ذکر کیا اور پھر ان کے واپس جانے کا خیال کر کے اپنے غم کا بھی اظہار فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

مہماں جو کر کے الفت آئے بصد محبت
دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت
پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقت رخصت
یہ روز کر مبارک سبحٰن من یرانی
دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے
گو سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے
شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے
یہ روز کر مبارک سبحٰن من یرانی

(سلسلہ احمدیہ)

قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد صاحب کے زمانہ کا ایک پھل دار باغ ہے جس میں مختلف قسم کے ثمر دار درخت ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق تھا کہ جب پھل کا موسم آتا تو اپنے دوستوں اور مہمانوں کو ساتھ لے کر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور موسم کا پھل تڑوا کر سب دوستوں کے ساتھ مل کر نہایت بے تکلفی سے نوش فرماتے۔ اس وقت یوں نظر آتا تھا کہ گویا ایک مشفق باپ کے اردگرد اس کی معصوم اولاد گھیرا ڈالے بیٹھی ہے۔

(سلسلہ احمدیہ)

حضرت اقدسؑ کو اپنے خادموں پر بے حد اعتبار ہوا کرتا تھا۔ ملازم مرد یا عورت جو سودا لاتے ان سے کبھی باز پرس نہ فرماتے اور جو کچھ وہ خرچ کرتے اور جو کچھ واپس دیتے آنکھ بند کر کے لے لیتے کبھی گرفت یا سختی نہیں کی۔ کبھی باز پرس نہ کی۔ خدا جانے کیا قلب ہے۔ درحقیقت خدا ہی ان قلوب مطہرہ کی حقیقت کو جانتا ہے جو خاص حکمت و ارادہ سے انہیں پیدا کرتا ہے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی اپنی عینی شہادت اس طرح پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''اتنے عرصہ دراز میں مَیں نے کبھی بھی نہیں سنا کہ اندر تکرار ہو رہی ہے اور کسی شخص سے لین دین کے متعلق باز پرس ہو رہی ہے۔ سبحان اللہ کیا سکون فزا دل اور پاک فطرت ہے جس میں سوءِ ظن کا شیطان نشیمن نہیں بنا سکا۔ اور کیا ہی قابلِ رشک بہشتی دل ہے جسے یہ آرام بخشا گیا ہے۔''

(سیرت مسیح موعودؑ مؤلفہ مولوی عبدالکریمؓ صاحب)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ سیرت المہدی حصہ اول میں تحریر فرماتے ہیں:

''خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کسی سے ملتے تو مسکراتے ہوئے ملتے تھے اور ساتھ ہی ملنے والے کی ساری کلفتیں دور ہو جاتی تھیں۔ ہر احمدی یہ محسوس کرتا تھا کہ آپ کی مجلس میں جا کر دل کے سارے غم ڈھل جاتے ہیں۔ پس آپ کے مسکراتے ہوئے چہرے پر نظر پڑی اور سارے جسم میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ آپ کی عادت تھی کہ چھوٹے سے چھوٹے آدمی کی بات بھی توجہ سے سنتے تھے اور بڑی محبت سے جواب دیتے تھے۔ ہر آدمی اپنی جگہ سمجھتا تھا کہ بس مجھ سے ہی زیادہ محبت ہے۔ بعض وقت آدابِ مجلسِ رسول سے ناواقف حال لوگ دیر دیر تک اپنے لاتعلق قصے سناتے رہتے تھے اور حضرت صاحب خاموشی کے ساتھ بیٹھے سنتے رہتے اور کبھی کسی سے یہ نہ کہتے تھے اب بس کرو۔ نمازوں کے بعد یا بعض اوقات دوسرے موقعوں پر بھی حضور مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور اردگرد مشتاقین گھیرا ڈال کر بیٹھ جاتے تھے اور پھر مختلف قسم کی باتیں ہوتی رہتی تھیں اور گویا تعلیم و تربیت کا سبق جاری ہو جاتا تھا۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگ محسوس کرتے تھے کہ علم و معرفت کا چشمہ پھوٹ رہا ہے جس سے ہر شخص اپنے مقدور کے موافق اپنا برتن بھر لیتا تھا۔ مجلس میں کوئی خاص ضابطہ نہ ہوتا تھا بلکہ جہاں کسی کو کوئی جگہ ملتی تھی بیٹھ جاتا تھا اور پھر کسی کو کوئی سوال ہوا تو اس نے پوچھ لیا اور حضرت صاحب نے جواب میں کوئی تقریر فرما دی یا کسی مخالف کا ذکر ہو گیا تو اس پر گفتگو ہو گئی یا حضرت صاحب نے اپنا کوئی نیا الہام سنایا تو اسکے متعلق کچھ فرما دیا یا کسی فرد یا جماعت کی تکالیف کا ذکر ہوا تو اس پر کلام کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ غرض آپ کی مجلس میں ہر قسم کی گفتگو ہو جاتی تھی۔ اور ہر آدمی جو بولنا چاہتا تھا بول لیتا تھا۔''

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

''ایک دفعہ اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت صاحب ''تبلیغ'' لکھا کرتے تھے

مولوی نورالدین صاحب تشریف لائے ۔ حضرت صاحب نے ایک بڑا دو ورقہ مضمون لکھا اور اس کی فصاحت و بلاغتِ خداداد پر حضرت صاحب کو ناز تھا اور وہ فارسی ترجمہ کیلئے مجھے دینا تھا مگر یاد نہ رہا اور جیب میں رکھ لیا اور باہر سیر کو چل دیئے ۔ مولوی صاحب اور جماعت بھی ساتھ تھی ۔ واپسی پر کہ ہنوز راستہ میں ہی تھے ۔ مولوی صاحب کے ہاتھ میں کاغذ دے دیا کہ وہ پڑھ کر عاجز راقم کو دے دیں ۔ مولوی صاحب کے ہاتھ سے مضمون گر گیا ۔ واپس ڈیرہ میں آئے اور بیٹھ گئے ۔ حضرت صاحب معمولاً اندر چلے گئے میں نے کسی سے کہا کہ آج حضرت صاحب نے مضمون نہیں بھیجا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور ابھی مجھے ترجمہ بھی کرنا ہے ۔ مولوی صاحب کو دیکھتا ہوں تو رنگ فق ہو رہا ہے ۔ حضرت صاحب کو خبر ہوئی معمول ہشاش بشاش چہرہ ، تبسم ریز لب تشریف لائے اور بڑا عذر کیا کہ مولوی صاحب کو کاغذ کے گم ہونے سے بڑی تشویش ہوئی ۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کی جستجو میں اس قدر تگاپو کیوں کیا گیا ۔ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا ۔‘‘

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 261)

یہ روایت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی ہے ۔ حضرت مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرب صحابہ اور صادقین میں سے تھے ۔ حضور علیہ السلام بھی حضرت مولوی صاحب سے بہت محبت رکھتے تھے ایک ظاہر بین خادم و مخدوم اور محب و محبوب میں فرق نہیں کر سکتا تھا ۔ حضرت مولوی صاحب 1905 میں زیادہ بیمار ہو گئے اور دو ماہ بیمار رہ کر وفات پائی ۔ آپ کی بیماری بڑی دکھ دہ تھی ۔ بعض دفعہ شدت تکلیف میں نیم غشی کی سی حالت میں وہ کہا کرتے تھے کہ سواری کا انتظام کرو میں حضرت صاحب سے ملنے کیلئے جاؤں گا ۔ بعض اوقات فرماتے اور ساتھ زار زار رو پڑتے تھے کہ دیکھو میں نے اتنے عرصہ سے حضرت صاحب کا چہرہ نہیں دیکھا ۔ ایک دن اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ جا کر حضرت صاحب سے کہو کہ میں مر چلا ہوں مجھے صرف دُور سے کھڑے ہو کر اپنی زیارت کرا جائیں ۔ انہوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی حضرت صاحب نے جواباً فرمایا کہ کیا کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ میرا دل مولوی صاحب کو ملنے کو نہیں چاہتا ؟ اصل بات یہ ہے کہ میں ان کی تکلیف کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ۔ حضرت ام المومنینؓ اس وقت پاس ہی تشریف رکھتی تھیں انہوں نے کہا کہ جب وہ اتنی خواہش رکھتے ہیں تو آپ کھڑے کھڑے ہو آئیں ۔ حضورؑ نے فرمایا اچھا میں جاتا ہوں لیکن ان کی تکلیف دیکھنے سے میں بیمار پڑ جاؤں ۔ یہ کہہ کر حضور اس طرف روانہ ہوئے تو مولوی صاحب کی اہلیہ نے آگے جا کر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو اطلاع دی کہ حضور تشریف لا رہے ہیں ۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے اپنی اہلیہ کو ملامت کی کہ کیوں حضرت صاحب کو تم نے تکلیف دی ۔ کیا میں نہیں جانتا کہ وہ کیوں تشریف نہیں لاتے ۔ میں نے تو اپنے دل کا دکھڑا رویا تھا تم فوراً جا کر عرض کرو کہ حضور تکلیف نہ فرمائیں ۔ بسا اوقات مسجد میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مولوی صاحب کی ملاقات کو بہت دل چاہتا ہے مگر میں ان کی تکلیف نہیں دیکھ سکتا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت مولوی صاحب کی وفات کا ایسا صدمہ ہوا جیسے ایک محبت کرنے والے باپ کو ایک لائق بیٹے کی وفات کا ہوا کرتا ہے مگر آپ کی محبت کا اصل مرکزی نقطہ خدا کا وجود تھا اسلئے آپ نے کامل صبر کا نمونہ دکھایا ۔ اور جب بعض لوگوں نے زیادہ صدمہ کا اظہار کیا اور اس بات کے متعلق فکر ظاہر کیا کہ مولوی عبدالکریم صاحب کی ذات کے ساتھ بہت کام وابستہ تھے اب ان کے متعلق کیا ہوگا تو آپ نے ایسے خیالات پر توبیخ فرمائی اور فرمایا کہ :

’’ مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات پر حد سے زیادہ افسوس کرنا اور اس کی نسبت یہ خیال کرنا کہ اس کے بغیر اب فلاں حرج ہوگا ایک قسم کی مخلوق کی عبادت ہے ۔ کیونکہ جس سے حد سے زیادہ محبت کی جاتی ہے یا حد سے زیادہ اس کی جدائی کا غم کیا جاتا ہے وہ معبود کے حکم میں ہو جاتا ہے ۔ خدا تعالیٰ اگر ایک کو بلا لیتا ہے تو دوسرا اس کے قائم مقام کر دیتا ہے ۔ وہ قادر اور بے نیاز ہے ۔‘‘

(سلسلہ احمدیہ)

شرک کی باریک سے باریک راہوں سے بھی اجتناب کا حکم مسلمانوں کو دیا گیا ہے جیسے بت پرستی شرک ہے اسی طرح انسان پرستی بھی شرک میں داخل ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس ارشاد میں جماعت کو اس طرف توجہ دلائی ہے ۔ یہ سبق بھلانے والا نہیں ۔

مہمان نوازی

اب میں حضورؑ کے اخلاق فاضلہ میں سے مہمان نوازی کے خُلق پر کچھ عرض

کروں گا۔

آپؑ کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ جہاں کوئی دوست آیا اور آپ کا چہرہ خوشی سے پھول کی طرح کھل گیا۔ مہمان کو اچھی جگہ بٹھاتے اس کے متعلقین کی خیریت دریافت فرماتے اور جو کچھ وہ عرض کرتا بڑی توجہ سے سنتے۔ جو خدام مہمان نوازی کے کام پر متعین تھے ان کو بار بار تاکید فرماتے کہ مہمانوں کی خاطر تواضع میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔ پھر خود بھی ذاتی توجہ ہر مہمان کے آرام اور اس کی ضروریات کے متعلق فرماتے۔ اگر کسی دوست نے کچھ عرصہ قیام کرنا ہوتا تو اس سے دریافت فرماتے کہ گھر میں وہ کیا کیا کھانے کھاتے تھے تا ان کی عادت کے مطابق خوراک کا انتظام فرما سکیں۔ مدتوں حضور علیہ السلام دوستوں کے ساتھ مل کر باہر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے لیکن دراصل یہ ساتھ کھانا کھانے کی غرض کم اور خدمت کی غرض زیادہ رکھتا تھا۔ کھانے کے دوران اٹھ اٹھ کر گرم چپاتی اندر سے لے کر آتے۔ حضور بہت کم خور تھے زیادہ وقت دوستوں کو کھلانے ہی میں گزرتا تھا۔ ایک دوست حافظ عظیم بخش صاحب پٹیالوی آنکھوں سے نابینا تھے وہ ذکر کیا کرتے تھے کہ حضرت اقدس مجھے اپنے ہاتھ سے لقمہ بنا کر دیتے اور میں کھاتا۔''

قاضی محمد یوسف صاحب جو عرصہ دراز تک صوبہ سرحد کے امیر رہے ہیں اور سلسلہ کے ایک مخلص خادم تھے بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور عبدالرحیم خان صاحب پسر مولوی غلام حسین خان صاحب پشاوری مسجد مبارک میں کھانا کھا رہے تھے جو حضرت صاحب کے گھر سے آیا تھا ناگاہ میری نظر کھانے میں ایک مکھی پر پڑی۔ چونکہ مجھے مکھی سے طبعاً نفرت ہے میں نے کھانا ترک کر دیا۔ اس پر حضرت کے گھر کی ایک خادمہ کھانا اٹھا کر واپس لے گئی۔ اتفاقاً ایسا ہوا کہ اسی وقت حضرت اقدس اندرون خانہ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ خادمہ حضرت کے پاس سے گزری تو اس نے حضرت سے ماجرا عرض کر دیا۔ حضرت نے فوراً اپنے سامنے کا کھانا اٹھا کر اس خادمہ کے حوالہ کر دیا کہ یہ لے جاؤ اور اپنے ہاتھ کا نوالہ بھی برتن میں ہی چھوڑ دیا۔ وہ خادمہ خوشی خوشی ہمارے پاس وہ کھانا لائی اور کہا کہ لو حضرت صاحب نے اپنا تبرک دے دیا ہے۔ اس روایت کے لکھتے وقت ایک امر نے خاص طور پر مجھے متوجہ کیا وہ یہ کہ حضور علیہ السلام کے صحابہ اپنے اخلاص فدائیت جذبہ خدمت محبت اور وفا کے باوجود حضور علیہ السلام سے ایسے بے تکلف تھے جیسے گہرے دوست۔ حضور علیہ السلام کی ذات ان کے لئے ایک ہوّا نہ تھی کہ خوف میں دبے جاتے ہوں۔ حضور کی مجالس میں بھی اور حضور کا ذکر کرتے ہوئے بھی صرف ''حضرت'' کے لفظ کا استعمال عدم احترام نہیں بلکہ قرب اور پیار اور جان نثاری پر دلالت کرتا ہے۔ آپ میں اور آپ کے صحابہ میں کسی قسم کی کوئی غیریت نہ تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرسلین اور مامورین کی یہی شان ان میں وہ مقناطیسی قوت پیدا کرتی تھی جو سننے سے نہیں دیکھنے سے ہی سمجھ میں آ سکتی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بڑی رات گئے ایک مہمان آ گیا۔ کوئی چارپائی خالی نہ تھی اور سب سو رہے تھے۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا ذرا ٹھہریئے میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور دیر تک واپس تشریف نہ لائے۔ مہمان نے خیال کیا کہ شاید حضرت بھول گئے۔ اس نے ڈیوڑھی میں جھانکا تو دیکھا کہ ایک صاحب چارپائی بن رہے ہیں اور حضرت خود مٹی کا دیا اٹھائے اس کے پاس کھڑے ہیں۔ چارپائی بُنی گئی اور مہمان کو دی گئی ادھر مہمان صاحب عرق ندامت میں غرق ہو رہے تھے کہ میں نے آدھی رات کے وقت حضرت کو اس قدر تکلیف دی۔ ادھر حضرت اقدس عذر فرما رہے تھے کہ چارپائی لانے میں دیر ہو گئی۔''

حضور علیہ السلام کی زندگی کے آخری ایام کی بات ہے کہ حضورؑ کے ایک صحابی بابو شاہ دین صاحب بہت بیمار ہو گئے۔ انہی دنوں حضور کو لاہور کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ یہ حضور علیہ السلام کا آخری سفر تھا۔ وفات سے تیرہ روز قبل حضور علیہ السلام نے حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو ایک خط لکھا (جو ان دنوں قادیان میں تھے) جس میں بابو صاحب کی تیمارداری کی طرف خاص توجہ دلائی گئی تھی۔ حضور نے تحریر فرمایا:

''بابو شاہ دین صاحب کی خبرگیری سے آپ کو بہت ثواب ہو گا۔ میں بہت شرمندہ ہوں کہ ان کے ایسے نازک وقت میں قادیان سے سخت مجبوری کے ساتھ مجھے آنا پڑا اور جس خدمت کا ثواب حاصل کرنے کیلئے میں حریص تھا وہ

آپ کو ملا۔ امید ہے آپ ہر روز خبر لیں گے اور دعا بھی کرتے رہیں گے اور میں بھی دعا کرتا ہوں۔''

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے اپنا ایک واقعہ یوں بیان فرمایا ہے کہ:

''دو چار برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ آپ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ جون کا مہینہ تھا اور اندر مکان نیا نیا بنا تھا۔ میں دوپہر کے وقت وہاں چارپائی بچھی ہوئی تھی اس پر لیٹ گیا۔ حضرت ٹہل رہے تھے۔ میں ایک دفعہ جاگا تو آپ فرش پر میری چارپائی کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ میں ادب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ آپ نے بڑی محبت سے پوچھا آپ کیوں اٹھے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سوئے رہوں۔ مسکرا کر فرمایا میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا لڑکے شور کرتے تھے انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔''

(سیرت مسیح موعودؑ مؤلفہ عرفانی صاحبؓ)

محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے بیان کیا کہ:

''ایک دن دوپہر کے وقت ہم مسجد مبارک میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ کسی نے اس کھڑکی کو کھٹکھٹایا جو کوٹھڑی سے مسجد مبارک میں کھلتی تھی۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود تشریف لائے ہیں۔ آپ کے ایک ہاتھ میں ایک طشتری ہے جس میں ایک ران بھنے ہوئے گوشت کی ہے وہ حضور نے مجھے دی اور حضور خود واپس اندر تشریف لے گئے اور ہم نے بہت خوشی سے اسے کھایا۔ اس شفقت اور محبت کا اثر اب تک میرے دل میں ہے۔ اور جب بھی اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو میرا دل خوشی اور فخر کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔''

(سیرت المہدی حصہ چہارم، غیر مطبوعہ)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی مہمان نوازی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''یہ صفت آپ میں اتنی نمایاں تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہر وقت مہمانوں کی آمد کیلئے چشمِ براہ رہتے ہیں اور جب بھی کوئی مہمان آتا تھا خواہ غریب ہو یا امیر آپ کی دل کی کلی شگفتہ ہو کر پھول کی طرح کھل جاتی تھی اور آپ اس کے آنے پر ہر رنگ میں دلی خوشی کا اظہار کرنے اور ہر ممکن طریق سے آنے والے مہمان کو آرام پہنچانے کی فکر میں لگ جاتے تھے۔

شروع شروع میں آپ اکثر اوقات اپنے مکان کے مردانہ حصے میں مہمانوں کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے اور یہ مجلس یوں نظر آتی تھی کہ جیسے ایک شفیق اور بے تکلف باپ اپنے بچوں کے درمیان بیٹھا ہے اور ایسے موقع پر علمی اور دینی مذاکرے کے علاوہ عام قسم کی باتیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔ آپ اپنے دوستوں کی باتیں سنتے تھے اور انہیں اپنی باتیں سناتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھتے تھے کہ کوئی مہمان بھوکا نہ رہے اور دسترخوان کی ہر چیز ہر شخص کے سامنے پہنچ جائے اور چونکہ آپ بہت کم کھاتے تھے اس لئے بسا اوقات آپ شکم سیر ہونے کے بعد بھی روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرّے توڑ کر وقفہ وقفہ سے منہ میں ڈالتے رہتے تھے تا کہ کوئی مہمان آپ کو فارغ دیکھ کر شرم کی وجہ سے کھانے سے ہاتھ نہ کھینچ لے۔ ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحومؓ نے دسترخوان پر نظر دوڑا کر اچار کا نام لیا اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوراً کھانا چھوڑ کر اٹھے اور اندرون خانہ جا کر اچار لے آئے اور حضرت مولوی صاحب کے سامنے رکھ دیا۔

آپ کا یہ بھی طریق تھا کہ شہتوت وغیرہ کے موسم میں مہمانوں کو ساتھ لے کر اپنے باغ میں تشریف لے جاتے اور شہتوت اتروا کر مہمانوں کے سامنے رکھوا دیتے۔ اور پھر مہمانوں کے ساتھ مل کر خود بھی کھاتے اور مہمانوں کو بھی کھلاتے اور ساتھ ساتھ ہر قسم کی گفتگو کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ ایسے موقعوں پر بے تکلفی کا یہ عالم ہوتا تھا کہ بسا اوقات آپ نیچی چارپائی پر بیٹھے ہوتے تھے اور مہمان اونچی چارپائی پر جگہ پاتے تھے یا آپ پائنتی کی طرف بیٹھے ہوتے تھے اور مہمان سرہانے کی طرف ہوتے تھے۔ یا آپ ننگی چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور مہمانوں کے نیچے کھیس یا چادر والی چارپائی ہوتی تھی۔ حتّٰی کہ بعض اوقات ایک اجنبی کیلئے یہ جاننا مشکل ہو جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعود کون ہیں اور کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ لیکن اس بے تکلفی کے باوجود آپ کے عقیدت مندوں کے دل میں آپ کی اتنی محبت تھی کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ وہ پروانوں کی طرح آپ کے گرد گھومتے تھے۔ کیونکہ آپ کا تعلق اپنے

مریدوں کے ساتھ افسر ماتحت کا نہیں تھا بلکہ باپ بیٹے کا تھا۔

بعض اوقات جب آپ کی طبیعت اچھی ہوتی تھی اور کوئی مہمان قادیان کے قیام کے بعد اپنے وطن کو واپس جانے لگتا تھا تو آپ اسے رخصت کرنے کیلئے ایک ایک دو دو میل تک اس کے ساتھ جاتے تھے اور پھر بڑی محبت اور دعا کے ساتھ رخصت کرتے تھے اور مہمانوں کی واپسی کے وقت آپ کے دل کو ایسا صدمہ ہوتا تھا کہ گویا ایک نہایت ہی پیارا عزیز جدا ہو رہا ہے اور آپ بسا اوقات واپس جانے والے مہمان کو تاکید فرماتے تھے کہ پھر آؤ اور بار بار آؤ۔

جب صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید جو علاقہ خوست کے چوٹی کے عالم اور رئیس خاندان سے تھے قادیان کے قیام کے بعد افغانستان واپس جانے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کو رخصت کرنے کیلئے قریباً دو میل تک ان کے ساتھ بٹالہ کی سڑک پر پیدل تشریف لے گئے۔ جب عین جدائی کا وقت آیا تو صاحبزادہ صاحب فرطِ غم کی وجہ سے بیتاب ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں گر گئے اور زار زار روتے ہوئے عرض کیا:

''حضرت میں محسوس کرتا ہوں کہ میری موت قریب ہے اور مجھے حضور کا مبارک چہرہ پھر دیکھنا نصیب نہیں ہوگا۔''

اور یہی ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے کابل پہنچنے پر اس عاشقِ مسیح کو زمین میں کمر تک گاڑ کر ہزاروں پتھروں کی بے پناہ بارش سے شہید کر دیا گیا۔''

(ماہنامہ انصاراللہ، دسمبر 1960صفحہ 22,21)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیر معمولی جمالی صفات اور آپ کے بے مثال حسن واحسان کا ہی یہ ثمرہ تھا کہ آپ کے حلقہ بگوش اپنا تن من دھن آپؑ پر قربان کرنے کیلئے ہر دم تیار رہتے تھے۔ گو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ فرق کرنا بھی بڑا مشکل تھا کہ پروانے شمع پر نثار ہو رہے ہیں یا شمع پروانوں پر۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

......☆......☆......☆......

سو سال مبارک ہوں
خلافت ہو مبارک

ڈاکٹر امتہ الرحمٰن احمد غزلؔ

سو سال مبارک ہوں ، خلافت ہو مبارک
مہدی کے زمانے کی صداقت ہو مبارک
قرآں کے معارف سے ہوا تازہ تعارف
مہدی سے ملی ایسی ہدایت، ہو مبارک
اور جب بھی پکارے گی خلافت کہیں لبّیک
ہر لمحہ خلافت سے قرابت ہو مبارک
چلتے ہیں ترے لوگ ترے نقشِ قدم پر
آسان ہوئی ہم پر یہ مسافت ہو مبارک
سُن کے تیری آواز ہزاروں چلے آئے
سب کو ترے لہجے کی حلاوت ہو مبارک
ایمان سے افروز ہوئے ہم سے گناہ گار
اس حال میں آئے جو قیامت ، ہو مبارک
رحمت کا خزانہ ہے یہ برکت کا زمانہ
ہم پاگئے غربت میں امارت ، ہو مبارک
قربانی احوال ہے یہ جاں کو لٹادیں
آقا تجھے یہ پاک جماعت ہو مبارک
بے چین ہے دل اب تو تیری دید کی خاطر
مل جائے غزلؔ کو یہ سعادت ہو مبارک

حضرت مصلح موعود کی روایات کی روشنی میں
سیرت حضرت مسیح موعود کے بعض درخشندہ گوشے

حبیب الرحمٰن زیروی

پنڈت لیکھرام کا سلام

حضرت مسیح موعود ایک دفعہ لاہور یا امرتسر کے سٹیشن پر تھے کہ پنڈت لیکھرام بھی وہاں آ پہنچے اور اُس نے آپ کو آ کر سلام کیا چونکہ پنڈت لیکھرام آریہ سماج میں بہت بڑی حیثیت رکھتے تھے اس لئے جو لوگ حضرت مسیح موعود کے ساتھ تھے وہ بہت خوش ہوئے کہ لیکھرام آپ کو سلام کرنے کے لئے آیا ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود نے ان کی طرف ذرا سی بھی توجہ نہ کی اور جب یہ سمجھ کر کہ شاید آپ نے دیکھا نہیں کہ یہ لیکھرام صاحب سلام کر رہے ہیں آپ کو اس طرف توجہ دلائی گئی آپ نے بڑے جوش سے فرمایا کہ اسے شرم نہیں آتی کہ میرے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور مجھے آ کر سلام کرتا ہے۔ گویا آپ نے اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہ کی کہ لیکھرام آیا ہے لیکن عام لوگوں کے نزدیک سب سے بڑی کامیابی یہی ہوتی ہے کہ کسی بڑے رئیس یا لیڈر سے ان کو ملنے کا اتفاق ہو جائے۔ چنانچہ جب کوئی ایسا شخص ان کے پاس آتا ہے وہ بڑی توجہ سے اس سے ملتے ہیں لیکن اگر کوئی غریب شخص آ جائے تو پرواہ نہیں کرتے۔

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 161)

امانت دار

حضرت مرزا صاحب کا سلوک اپنی اولاد سے ایسا اعلیٰ درجہ کا تھا کہ قطعاً خیال نہیں کیا جا سکتا تھا کہ آپ کبھی ناراض بھی ہو سکتے ہیں۔ ہم جب چھوٹے ہوتے تھے تو یہ سمجھا کرتے تھے کہ حضرت صاحب کبھی غصے ہوتے ہی نہیں۔ میرے بچپن کے زمانہ کا ایک واقعہ ہے مولوی عبدالکریم صاحب جو اسی جگہ کے ایک عالم تھے اور جنہیں پرانے لوگ جانتے ہوں گے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے ایک دفعہ مجھے کہا میری پسلی میں درد ہے جہاں ٹکور کی گئی لیکن آرام نہ ہوا۔ آخر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ کی جیب میں اینٹ کا ایک روڑا پڑا تھا جس کی وجہ سے پسلی میں درد ہو گیا۔ پوچھا گیا کہ حضور یہ کس طرح آپ کی جیب میں پڑ گیا۔ فرمایا محمود نے مجھے یہ اینٹ کا ٹکڑا دیا تھا کہ سنبھال کر رکھنا میں نے جیب میں ڈال لیا کہ جب مانگے گا نکال دوں گا۔ مولوی صاحب نے کہا حضور مجھے دے دیجئے میں رکھ چھوڑوں۔ فرمایا نہیں میں اپنے پاس ہی رکھوں گا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی خانہ تلاشی

ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی تلاشی کا واقعہ سنا رہے تھے یہ تلاشی پنڈت لیکھرام کے واقعہ قتل کے سلسلہ میں سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور نے لی تھی۔ آپ نے فرمایا سپرنٹنڈنٹ پولیس ایک چھوٹے دروازہ میں سے گزرنے لگا تو اس کے سر کو سخت چوٹ آئی اور سر چکرا گیا ہم نے اسے دودھ پینے کو کہا لیکن اس نے انکار کیا کہ اس وقت میں تلاشی کے لئے آیا ہوں اور یہ میرے فرض منصبی کے مخالف ہوگا۔

(خطبات محمود جلد نمبر 13 صفحہ 110)

دینی غیرت

لاہور میں آریوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں شامل ہونے کی دعوت حضرت مرزا صاحب کو بھی دی گئی اور بانیان جلسہ نے اقرار کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی برا لفظ استعمال نہیں کیا جائے گا لیکن جلسہ میں سخت گالیاں دی گئیں ہماری جماعت کے کچھ لوگ بھی وہاں گئے تھے جن میں حضرت مولوی نورالدین صاحب بھی تھے جن کی حضرت مرزا صاحب خاص عزت کیا کرتے تھے جب آپ نے سنا کہ جلسہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی گئی ہیں تو مولوی صاحب کو کہا۔ وہاں بیٹھا رہنا آپ کی غیرت نے کس طرح گوارا کیا کیوں نہ آپ اٹھ کر چلے آئے؟ اس وقت آپ ایسے جوش میں تھے کہ خیال ہوتا تھا کہ مولوی صاحب سے بالکل ناراض ہو جائیں گے۔ مولوی صاحب نے کہا حضور غلطی ہو گئی۔ آپ نے فرمایا یہ کیا غلطی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی جائیں اور آپ وہاں بیٹھے رہیں۔

غرض ایسے بیسیوں واقعات ہیں جن سے ثابت ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی ساری زندگی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور توقیر کے لئے وقف تھی۔

(انوارالعلوم جلد 5 صفحہ 114-115)

پابندی نماز کی عادت

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ مقدمہ کی پیروی کے لئے گئے مقدمہ کے پیش ہونے میں دیر ہو گئی نماز کا وقت آ گیا آپ باوجود لوگوں کے منع کرنے کے نماز کے لئے چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد مقدمہ کے لئے آپ کو بلایا گیا مگر آپ اپنی عبادت میں مشغول رہے جب فارغ ہوئے تو پھر عدالت میں گئے حسب قاعدہ سرکاری چاہئے تو یہ تھا کہ مجسٹریٹ یک طرفہ ڈگری دے دیتا اور ان کے خلاف فیصلہ سنا دیتا مگر اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ بات ایسی پسند آئی کہ اس مجسٹریٹ کی توجہ کو اس طرف پھیر دیا اور اس نے آپ کی غیر حاضری کو نظر انداز کرتے ہوئے آپ کے والد کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

(دعوۃ الامیر صفحہ 26)

مخالفت کا جوش

اکتوبر 1897ء میں آپ کو ایک شہادت پر ملتان جانا پڑا۔ وہاں شہادت دے کر جب واپس تشریف لائے تو کچھ دن لاہور بھی ٹھہرے یہاں جن جن گلیوں سے آپ گزرتے ان میں لوگ آپ کو گالیاں دیتے اور پکار پکار کر بُرے الفاظ آپ کی شان میں زبان سے نکالتے۔ میری عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی اور میں بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھا۔ میں اس مخالفت کی جو لوگ آپ سے کرتے تھے وجہ تو نہیں سمجھ سکتا تھا اس لئے یہ دیکھ کر مجھے سخت تعجب آتا کہ جہاں سے آپ گزرتے ہیں لوگ آپ کے پیچھے کیوں تالیاں پیٹتے ہیں، سیٹیاں بجاتے ہیں۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ ایک ٹُنڈا شخص جس کا ایک پہنچا کٹا ہوا تھا اور بقیہ ہاتھ پر کپڑا باندھا ہوا تھا نہیں معلوم کہ ہاتھ کٹنے کا ہی زخم باقی تھا۔ یا کوئی نیا زخم تھا وہ بھی لوگوں میں شامل ہو کر غالباً مسجد وزیر خاں کی سیڑھیوں پر کھڑا تالیاں پیٹتا اور اپنا کٹا ہوا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارتا تھا اور دوسروں کے ساتھ مل کر شور مچا رہا تھا کہ ”ہائے! ہائے مرزا نٹھ گیا۔“ (یعنی میدانِ مقابلہ سے فرار ہو گیا) اور میں اس نظارہ کو دیکھ کر سخت حیران تھا۔ خصوصاً اس شخص پر اور دیر تک گاڑی سے سر نکال کر اس شخص کو دیکھتا رہا۔ لاہور سے حضرت صاحب سیدھے قادیان تشریف لے آئے۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 50-51)

خدا کے شیر پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں

حضرت مسیح موعود پر ایک دفعہ مقدمہ ہوا۔ اور آپ کو خبر دی گئی کہ مجسٹریٹ بعض لوگوں سے سزا دینے کا وعدہ کر آیا ہے۔ حضرت مسیح موعود کو جب یہ خبر پہنچائی گئی تو آپ لیٹے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا مجسٹریٹ ہاتھ ڈال کر تو دیکھے خدا کے شیر پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں۔

(تقریر دلپذیر انوارالعلوم جلد نمبر 10 صفحہ 91)

ہندو مجسٹریٹ کا انجام

حضرت مسیح موعودؑ پر جب کرم دین بھیں والا مقدمہ ہوا تو مجسٹریٹ ہندو تھا آریوں نے اسے ورغلایا اور کہا کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کو ضرور کچھ نہ کچھ سزا

دے اور اُس نے ایسا کرنے کا وعدہ بھی کرلیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے یہ بات سنی تو ڈر گئے۔ وہ حضرت مسیح موعود کی خدمت میں گورداسپور حاضر ہوئے جہاں مقدمہ کے دوران میں آپ ٹھہرے ہوئے تھے اور کہنے لگے حضور بڑے فکر کی بات ہے۔ آریوں نے مجسٹریٹ سے کچھ نہ کچھ سزا دینے کا وعدہ لے لیا ہے۔ اُس وقت حضرت مسیح موعودؑ لیٹے ہوئے تھے آپ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ '' خواجہ صاحب خدا کے شیر پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ میں خدا کا شیر ہوں وہ مجھ پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دو مجسٹریٹ تھے جن کی عدالت میں یکے بعد دیگرے یہ مقدمہ پیش ہوا اور ان دونوں کو بڑی سخت سزا ملی ان میں سے ایک تو معطّل ہوا اور ایک کا بیٹا دریا میں ڈوب کر مر گیا اور وہ اس غم میں نیم پاگل ہوگیا۔ اس پر اس واقعہ کا اتنا اثر تھا کہ ایک دفعہ میں دہلی جا رہا تھا کہ وہ لدھیانہ کے سٹیشن پر مجھے ملا اور بڑے الحاح سے کہنے لگا کہ دُعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے صبر کی توفیق دے مجھ سے بڑی بڑی غلطیاں ہوئی ہیں اور میری حالت ایسی ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں کہیں پاگل نہ ہو جاؤں۔ اب میرا ایک اور بیٹا ہے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے اور مجھے دونوں کو تباہی سے بچائے۔ غرض حضرت مسیح موعودؑ کی وہ بات پوری ہوئی کہ خدا تعالیٰ کے شیر پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے اور آریوں کو اُن کے مقصد میں ناکامی ہوئی۔

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 359)

سفر جہلم

1902ء کے آخر میں حضرت مسیح موعود پر ایک شخص کرم دین نے ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ کیا اور جہلم کے مقام پر عدالت میں حاضر ہونے کے لئے آپ کے نام سمن جاری ہوا۔ چنانچہ آپ جنوری 1903ء میں وہاں تشریف لے گئے۔ یہ سفر آپ کی کامیابی کے شروع ہونے کا پہلا نشان تھا کہ گو آپ ایک فوجداری مقدمہ کی جواب دہی کے لئے جا رہے تھے لیکن پھر بھی لوگوں کا یہ حال تھا کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں ہوسکتا۔ جس وقت آپ جہلم کے سٹیشن پر اترے ہیں اس وقت وہاں اس قدر انبوہِ کثیر تھا کہ پلیٹ فارم پر کھڑا ہونے کی جگہ نہ رہی تھی بلکہ اسٹیشن کے باہر بھی دورویہ سڑکوں پر لوگوں کی اتنی بھیڑ تھی کہ گاڑی کا گزرنا مشکل ہوگیا تھا۔ حتّٰی کہ افسرانِ ضلع کو انتظام کے لئے خاص اہتمام کرنا پڑا اور غلام حیدر صاحب تحصیلدار اس اسپیشل ڈیوٹی پر لگائے گئے۔ آپ حضرت صاحب کے ساتھ نہایت مشکل سے راستہ کراتے ہوئے گاڑی کو لے گئے کیونکہ شہر تک برابر ہجومِ خلائق کے سبب راستہ نہ ملتا تھا۔ اہل شہر کے علاوہ ہزاروں آدمی دیہات سے بھی آپ کی زیارت کے لئے آئے تھے۔ قریباً ایک ہزار آدمی نے اس جگہ بیعت کی اور جب آپ عدالت میں حاضر ہونے کے لئے گئے تو اس قدر مخلوق کارروائی مقدمہ سُننے کے لئے موجود تھی کہ عدالت کو انتظام کرنا مشکل ہوگیا۔ دُور میدان تک لوگ پھیلے ہوئے تھے۔ پہلی ہی پیشی میں آپ بَری کئے گئے اور مع الخیر واپس تشریف لے آئے۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 61)

جماعت کی ترقی

1903ء سے آپ کی ترقی حیرت انگیز طریق سے شروع ہوگئی اور بعض دفعہ ایک ایک دن میں پانچ پانچ سو آدمی بیعت کے خطوط لکھتے تھے اور آپ کے پیرو اپنی تعداد میں ہزاروں لاکھوں تک پہنچ گئے۔ ہر قسم کے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ سلسلہ بڑے زور سے پھیلنا شروع ہوگیا اور پنجاب سے نکل کر دوسرے صوبوں اور پھر دوسرے ملکوں میں بھی پھیلنا شروع ہوگیا۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 61)

خدائی نصرت

حضرت مسیح موعودؑ دہلی تشریف لائے تھے تو لکھنؤ کا ایک مولوی ایک دن آپ کے مکان پر آیا۔ حضرت مسیح موعودؑ اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ خادم نے کہا آپ ٹھہریئے حضرت صاحبؑ کھانا کھا رہے ہیں اس مولوی نے کہا نہیں انہیں کہو کہ ایک پولیس آفیسر باہر کھڑا ہے اور وہ ابھی بلاتا ہے۔ حضرت صاحبؑ نے یہ سُن لیا اور خود ہی باہر تشریف لے آئے۔ اتفاق سے اس وقت آپ کا پاؤں ایک مقام سے پھسل گیا اس پر اُس نے تمسخر کیا کہ اچھے مسیح ہیں کہ پولیس آفیسر کے ڈر سے پاؤں پھسل گیا لیکن ابھی تین دن بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ خود ہی چھت کے زینہ سے گر کر مر گیا اور خدا کے انبیاء کے ساتھ تمسخر کا انجام کیا ہوتا ہے، بہت سے لوگ ایسے تھے جو کہتے تھے مرزا صاحب کو کوڑھ ہو

جائے گا خدا نے انہیں کوڑھ میں مبتلا کر دیا بہت کہتے تھے مرزا صاحب کو طاعون ہو جائے گا خدا نے کہنے والوں کو طاعون سے ہلاک کیا، جب ہزاروں مثالیں اس قسم کی موجود ہیں اپنے اندر ایسی پاک تبدیلی پیدا کرو کہ دنیا اسے محسوس کرے تمہاری حالت یہ ہو کہ تمہارے تقویٰ و طہارت، تمہاری دعاؤں کی قبولیت اور تمہارے تعلق باللہ کو دیکھ کر لوگ اس طرف کھنچے چلے آویں۔ یاد رکھو کہ احمدیت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے ذریعہ ہوگی اور اگر آپ لوگ اس مقام یا اس کے قریب تک ہی پہنچ جائیں تو پھر اگر آپ باہر بھی قدم نہ نکالیں گے بلکہ کسی پوشیدہ گوشہ میں بھی جا بیٹھیں گے تو وہاں لوگ آپ کے گرد جمع ہو جائیں گے۔

(جماعت احمدیہ دہلی کے ایڈریس کا جواب۔ انوار العلوم جلد 12
صفحہ 86)

ہم ایک دفعہ لکھنؤ گئے۔ وہاں ایک سرحدی مولوی عبدالکریم تھا جو ہماری جماعت کا شدید مخالف تھا۔ اُس نے ہمارے آنے کے بعد ایک تقریر کی جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے ایک واقعہ کو اُس نے نہایت تحقیر کے طور پر بیان کیا۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ دِلّی گئے وہاں ہمارے ایک رشتہ دار کے ماموں مرزا حیرت دہلوی تھے۔ انہیں ایک دن شرارت سوجھی اور وہ جعلی انسپکٹر پولیس بن کر آ گئے اور حضرت مسیح موعودؑ کو ڈرانے کے لئے کہنے لگے کہ میں انسپکٹر پولیس ہوں اور مجھے حکومت کی طرف سے اِس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں آپ کو نوٹس دوں کہ آپ یہاں سے فوراً چلے جائیں ورنہ آپ کو سخت نقصان ہو گا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تو اس کی طرف توجہ نہ کی مگر جب بعض دوستوں نے تحقیق کرنی چاہی کہ یہ کون شخص ہے تو وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ اِس واقعہ کو مولوی عبدالکریم سرحدی نے اس رنگ میں بیان کیا کہ دیکھو وہ خدا کا نبی بنا پھرتا ہے مگر وہ دِلّی گیا تو مرزا حیرت انسپکٹر پولیس بن کر اُس کے پاس چلا گیا۔ وہ کوٹھے پر بیٹھا ہوا تھا۔ (حالانکہ یہ بات بالکل جھوٹ تھی حضرت مسیح موعودؑ نیچے دالان میں بیٹھے ہوئے تھے) جب اُس نے سُنا کہ انسپکٹر پولیس آیا ہے تو وہ ایسا گھبرایا کہ سیڑھیوں سے اُترتے وقت اس کا پیر پھسلا اور وہ مونہہ کے بل زمین پر آ گرا۔ لوگوں نے یہ تقریر سن کر بڑے قہقہے لگائے اور ہنستے رہے۔ لیکن اُسی رات مولوی عبدالکریم کو خدا تعالیٰ نے پکڑ لیا۔ وہ اپنے مکان کی چھت پر سویا ہوا تھا کہ رات کو وہ کسی کام کے لئے اُٹھا اور چونکہ اُس چھت کی کوئی منڈیر نہیں تھی اور نیند سے اُس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں اُس کا ایک پاؤں چھت سے باہر جا پڑا اور وہ دھڑام سے نیچے آ گِرا اور گرتے ہی مر گیا۔ اَب دیکھو اگر اُس کو غیب کا پردہ نہ ہونے کی صورت میں پتہ ہوتا کہ مجھے گستاخی کی یہ سزا ملے گی تو وہ کبھی گستاخی نہ کرتا بلکہ آپ پر ایمان لے آتا گو ایسا ایمان اُس کے کسی کام نہ آتا کیونکہ جب غیب ہی نہ رہا تو ایمان کا کیا فائدہ۔ ایمان تو وہی کارآمد ہو سکتا ہے جو غیب کی حالت میں ہو۔ ثواب یا عذاب سامنے نظر آنے پر تو ہر کوئی ایمان لا سکتا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ23)

حضور کی کشش

حضرت مسیح موعودؑ سیالکوٹ میں گئے تو مولویوں نے فتویٰ دیا کہ جو ان کے لیکچر میں جائے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا لیکن چونکہ مرزا صاحب کی کشش ایسی تھی کہ لوگوں نے اس فتویٰ کی بھی کوئی پرواہ نہ کی تو راستوں پر پہرے لگا دیئے تا کہ لوگوں کو جانے سے روکیں اور سڑکوں پر پتھر جمع کر لئے کہ جو نہ رکے گا اس کو ماریں گے۔ پھر جلسہ گاہ سے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر لے جاتے تا لیکچر نہ سُن سکیں۔

(تحریک شدھی۔ انوار العلوم جلد 7 صفحہ 192)

حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کی ثابت قدمی

حضرت مسیح موعودؑ جب سیالکوٹ تشریف لے گئے تو مولویوں نے یہ فتویٰ دیدیا کہ جو شخص مرزا صاحب کے پاس جائے گا یا اُن کی تقریروں میں شامل ہوگا اُس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ یہ کافر اور دجال ہیں ان سے بولنا اِن کی باتیں سننا اور ان کی کتابیں پڑھنا بالکل حرام ہے بلکہ ان کو مارنا اور قتل کرنا ثواب کا موجب ہے مگر آپ کی موجودگی میں انہیں فساد کی جرأت نہ ہوئی کیونکہ چاروں طرف سے احمدی جمع تھے۔ انہوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ اِن کے جانے کے بعد فساد کیا جائے۔ میں بھی اُس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ جب حضرت مسیح موعودؑ وہاں سے روانہ ہوئے اور گاڑی میں سوار ہوئے تو دُور تک

آدمی کھڑے تھے جنہوں نے پتھر مارنے شروع کر دیئے۔ مگر چلتی گاڑی پر پتھر کس طرح لگ سکتے تھے۔ شاذ و نادر ہی ہماری گاڑی کو کوئی پتھر لگتا۔ وہ مارتے ہم کو تھے اور لگتا اُن کے کسی اپنے آدمی کو تھا۔ پس اُن کا یہ منصوبہ تو پورا نہ ہوسکا۔ باقی احمدی جو حضرت مسیح موعودؑ کی وجہ سے وہاں جمع تھے اُن میں سے کچھ تو اردگرد کے دیہات کے رہنے والے تھے جو آپ کی واپسی کے بعد اِدھر اُدھر پھیل گئے اور جو تھوڑے سے مقامی احمدی رہ گئے یا باہر کی جماعتوں کے مہمان تھے اُن پر مخالفین نے اسٹیشن پر ہی حملے شروع کر دیئے۔ اُن لوگوں میں سے جن پر حملہ ہوا ایک مولوی برہان الدین صاحب جہلمی بھی تھے۔ مخالفوں نے ان کا تعاقب کیا۔ پتھر مارے اور بُرا بھلا کہا۔ اور آخر ایک دوکان میں انہیں گرالیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ گوبر لاؤ ہم اس کے مونہہ میں ڈالیں۔ چنانچہ وہ گوبر لائے اور انہوں نے مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کا منہ کھول کر اُس میں ڈال دیا۔ جب وہ انہیں مار رہے تھے اور گوبر اُن کے مونہہ میں ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے تو بجائے اِس کے مولوی صاحب انہیں گالیاں دیتے یا شور مچاتے جنہوں نے وہ نظارہ دیکھا ہے بیان کرتے ہیں کہ وہ بڑے اطمینان اور خوشی سے یہ کہتے جاتے تھے کہ سبحان اللہ! یہ دن کیسے نصیب ہوتا ہے یہ دن تو اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے آنے پر ہی نصیب ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے جس نے مجھے یہ دن دکھایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی دیر میں ہی جو لوگ حملہ کر رہے تھے اُن کے نفس نے انہیں ملامت کی اور وہ شرمندگی اور ذلت سے آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ تو بات یہ ہے کہ جب دشمن دیکھتا ہے کہ یہ لوگ موت سے ڈرتے ہیں تو کہتا ہے آؤ ہم انہیں ڈرائیں!

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ582)

مخلصین سے سلوک

میر حامد شاہ صاحب کے جماعت میں خصوصیت رکھنے کے علاوہ ان کے والد حکیم حسام الدین صاحب کے ساتھ حضرت مسیح موعود کو اس وقت سے واقفیت تھی جب کہ آپ اپنے والد کے بار بار کے تقاضے سے تنگ آ کر ملازمت کے لئے سیالکوٹ تشریف لے گئے اور وہاں کچہری کی چھوٹی سی ملازمت پر کئی سال تک رہے۔ انہی ایام میں حکیم حسام الدین صاحب سے تعلقات ہوئے اور آخر وقت تک تعلقات قائم رہے۔ یہ تعلقات صرف انہی کے ساتھ نہ رہے بلکہ ان کے خاندان کے ساتھ بھی رہے۔ ان کے بعد میر حامد شاہ صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ میں خاص لوگوں میں شمار ہوتے رہے تاہم حکیم حسام الدین صاحب کے ساتھ جو ابتداء کے تعلقات تھے۔ اس مثال سے ان کی خصوصیت نظر آتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ دعویٰ کے بعد سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ حکیم حسام الدین صاحب کو آپ کے تشریف لانے کی بہت خوشی ہوئی انہوں نے ایک مکان میں ٹھہرنے کا انتظام کیا لیکن جس مکان میں آپ کو ٹھہرایا گیا اس کے متعلق جب معلوم ہوا کہ اس کی چھت پر منڈیر کافی نہیں تو حضرت مسیح موعودؑ نے سیالکوٹ سے واپسی کا ارادہ فرمالیا اور اس وقت میرے ذریعہ ہی باہر مردوں کو لکھ دیا کہ کل ہم واپس قادیان چلے جائیں گے۔ نیز یہ بھی بتلا دیا کہ یہ مکان ٹھیک نہیں کیونکہ اس کی چھت پر منڈیر نہیں۔ اس خبر کے سننے پر احباب جن میں مولوی عبدالکریم صاحب وغیرہ تھے راضی بقضاء معلوم دیتے تھے لیکن جونہی حکیم حسام الدین صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کس طرح واپس جاتے ہیں چلے تو جائیں اور فوراً زنانہ دروازہ پر حاضر ہوئے اور اطلاع کرائی کہ حکیم حسام الدین حضرت صاحب سے ملنے آئے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فوراً باہر تشریف لے آئے۔ حکیم صاحب نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور اس لئے واپس تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں کہ یہ مکان مناسب نہیں مکان کے متعلق تو یہ ہے کہ تمام شہر میں جو مکان بھی پسند ہو اسی کا انتظام ہوسکتا ہے۔ رہا واپس جانا۔ تو کیا آپ اس لئے یہاں آئے تھے کہ فوراً واپس چلے جائیں اور لوگوں میں میری ناک کٹ جائے۔ اس بات کو ایسے لب ولہجہ میں انہوں نے ادا کیا اور اس زور کے ساتھ کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ بالکل خاموش ہوگئے اور آخر میں کہا۔ اچھا ہم نہیں جاتے۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ300-299)

خدا نے جس طرح سمجھایا اسی طرح میں نے کیا

ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ سے ایک شخص نے کہا کہ میں آپ کا بہت مداح ہوں لیکن ایک بہت بڑی غلطی آپ سے ہوئی۔ آپ جانتے ہیں علماء کسی کی بات نہیں مانا کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں اگر مان لی تو ہمارے لئے موجب

ہتک ہوگی۔ لوگ کہیں گے یہ بات فلاں کو سوجھی انہیں نہ سوجھی اس لئے ان سے منوانے کا یہ طریقہ ہے کہ ان کے مونہہ سے ہی بات نکلوائی جائے۔ جب آپ کو وفات مسیح کا مسئلہ معلوم ہوا تھا تو آپ کو چاہئے تھے چیدہ چیدہ علماء کی دعوت کرتے اور ایک میٹنگ کر کے یہ بات ان کے سامنے پیش کرتے کہ عیسائیوں کو حیات مسیح کے عقیدہ سے بہت مدد ملتی ہے اور وہ اعتراض کر کے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہارا نبی فوت ہو گیا اور ہمارے مذہب کا بانی آسمان پر ہے اس لئے وہ افضل بلکہ خود خدا ہے اس کا کیا جواب دیا جائے؟ اس وقت علماء یہی کہتے آپ ہی فرمایئے اس کا کیا جواب ہے آپ کہتے کہ رائے تو دراصل آپ لوگوں کی ہی صائب ہو سکتی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ فلاں آیت سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہو سکتی ہے۔ علماء فوراً کہہ دیتے کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ بسم اللہ کر کے اعلان کیجئے ہم تائید کے لئے تیار ہیں۔ پھر اس طرح یہ مسئلہ پیش ہو جاتا کہ حدیثوں میں مسیح کی دوبارہ آمد کا ذکر ہے مگر جب مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے تو اس کا کیا مطلب سمجھا جائے گا اس پر کوئی عالم آپ کے متعلق کہہ دیتا آپ ہی مسیح ہیں اور تمام علماء نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دینی تھی۔ یہ تجویز سن کر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا اگر میرا دعویٰ انسانی چال سے ہوتا تو میں بے شک ایسا ہی کرتا مگر یہ خدا کے حکم سے تھا۔ خدا نے جس طرح سمجھایا اسی طرح میں نے کیا۔ تو چالیں اور فریب انسانی چالوں کے مقابل میں ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کی جماعتیں ان سے ہرگز نہیں ڈر سکتیں یہ ہمارا کام نہیں خود خدا تعالیٰ کا کام ہے۔

(خطبات جمعہ جلد نمبر 12 صفحہ 196,197)

عفو اور درگزر

ایک دفعہ آپ کے کچھ مخالف پکڑے گئے تو مجسٹریٹ نے کہا کہ میں اس شرط پر مقدمہ چلاؤں گا کہ مرزا صاحب کی طرف سے سفارش نہ آئے کیونکہ اگر انہوں نے بعد میں معاف کر دیا تو پھر مجھے خواہ مخواہ ان کو گرفتار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر دوسرے دوستوں نے کہا کہ نہیں اب انہیں سزا ضرور ہی ملنی چاہئے۔ جب مجرموں نے سمجھ لیا کہ اب سزا ضرور ملے گی تو انہوں نے حضرت صاحب کے پاس آ کر معافی چاہی تو حضرت صاحب نے کام کرنے والوں کو بلا کر فرمایا کہ ان کو معاف کر دو۔ انہوں نے کہا ہم تو اب وعدہ کر چکے ہیں کہ ہم کسی قسم کی سفارش نہیں کریں گے تو حضرت اقدس فرمانے لگے کہ وہ جو معافی کے لئے کہتے ہیں تو ہم کیا کریں۔ مجسٹریٹ نے کہا دیکھا وہی بات ہوئی جو میں پہلے کہتا تھا مرزا صاحب نے معاف ہی کر دیا۔

(خطبات محمود جلد 10 صفحہ277)

مخالفین کی ایذا رسانی

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

میں ان لوگوں میں سے ہوں جو نہایت ٹھنڈے دل کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا کرتے ہیں۔ میں نے اپنے کانوں سے مخالفین کی گالیاں سنیں اور اپنے سامنے بٹھا کر سنیں مگر باوجود اس کے تہذیب اور متانت کے ساتھ ایسے لوگوں سے باتیں کرتا رہا۔ میں نے پتھر بھی کھائے اس وقت بھی جب حضرت مسیح موعودؑ پر امرتسر میں پتھر پھینکے گئے اس وقت میں بچہ تھا مگر اس وقت بھی خدا تعالیٰ نے مجھے حصہ دے دیا۔ لوگ بڑی کثرت سے اس گاڑی پر پتھر مار رہے تھے جس میں حضرت مسیح موعودؑ بیٹھے تھے۔ میری اس وقت چودہ پندرہ سال کی عمر ہو گی گاڑی کی ایک کھڑکی کھلی تھی میں نے وہ کھڑکی بند کرنے کی کوشش کی لیکن لوگ اس زور سے پتھر مار رہے تھے کہ کھڑکی میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور پتھر میرے ہاتھ پر لگے۔ پھر جب سیالکوٹ میں حضرت مسیح موعودؑ پر پتھر پھینکے گئے‘ اس وقت بھی مجھے لگے۔ پھر جب تھوڑا عرصہ ہوا میں سیالکوٹ گیا تو باوجود اس کے کہ جماعت کے لوگوں نے میرے اردگرد حلقہ بنا لیا تھا‘ مجھے چار پتھر لگے۔

(انوارالعلوم جلد 17 صفحہ 508)

مخالفین کو اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کی دعوت

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے مخالفین کو تحریک کی کہ ایسے جلسے منعقد کئے جائیں جن میں ہر شخص اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے۔ آپ نے یہ نہیں کیا کہ چونکہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں اس لئے باقی سب لوگ اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ بند کر دیں لیکن اگر آپ کانگرس کی پالیسی اختیار کرتے تو

کہتے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں تم سب گونگے ہو جاؤ مگر نہیں آپ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ باقی لوگوں کو بھی تبلیغ کا ویسا ہی حق ہے جیسا مجھے اس لئے آپ نے فرمایا کہ تم اپنی بات پیش کرو میں اپنی بات پیش کرتا ہوں اور جب تک یہ طریق پیش نہ کیا جائے امن کبھی نہیں ہو سکتا اور حق نہیں پھیل سکتا۔ دنیا میں کون ہے جو اپنے آپ کو حق پر نہیں سمجھتا لیکن جب خیالات میں اختلاف ہو تو ضروری ہے کہ اسے ظاہر کرنے کا موقع دیا جائے۔

(خطبات محمود جلد 12 صفحہ 418)

ملکہ کو دعوت حق

پہلے زمانوں میں کیا مجال تھی کہ کوئی بادشاہ کو تبلیغ تو کر سکے۔ یہ بہت بڑی گستاخی اور بے ادبی سمجھی جاتی تھی لیکن حضرت مسیح موعود نے ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کو ایک خط لکھا جس میں اسے اسلام کی طرف بلایا اور کہا کہ اگر اسے قبول کر لوگی تو آپ کا بھلا ہوگا۔ یہ سن کر بجائے اس کے کہ ان کی طرف سے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار کیا جاتا اس چٹھی کے متعلق اس طرح شکریہ ادا کیا گیا کہ ہم کو آپ کی چٹھی مل گئی جسے پڑھ کر خوشی ہوئی۔

(الفضل 19 / اگست 1916ء)

احمدیت کی برکات

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

مجھے اپنے بچپن کے زمانہ میں ضلع گجرات کے لوگوں کا یہاں آنا یاد ہے۔ اس وقت سیالکوٹ اور گجرات سلسلہ کے مرکز سمجھے جاتے تھے۔ گورداسپور بہت پیچھے تھا کیونکہ قاعدہ ہے کہ نبی کی اپنے وطن میں زیادہ قدر نہیں ہوتی۔ اس زمانہ میں سیالکوٹ اول نمبر پر تھا اور گجرات دوسرے نمبر پر۔ مجھے گجرات کے بہت سے آدمیوں کی شکلیں اب تک یاد ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ بہت سے اخلاص کی وجہ سے کہ تا وہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کو پورا کرنے والے بنیں کہ یَاْتُیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ نہ اس وجہ سے کہ انہیں مالی تنگی ہوتی' پیدل چل کر قادیان آتے۔ ان میں بڑے بڑے مخلص تھے جو حضرت مسیح موعودؑ کا قرب رکھتے۔ یہ بھی ضلع گجرات کے لوگوں کا ہی واقعہ ہے جو حافظ روشن علی صاحب مرحوم سنایا کرتے تھے اور میں بھی اس کا ذکر کر چکا ہوں کہ جلسہ سالانہ کے ایام میں ایک جماعت ایک طرف سے آ رہی تھی اور دوسری دوسری طرف سے۔ حافظ صاحب کہتے۔ میں نے دیکھا وہ دونوں گروہ ایک دوسرے سے ملے اور رونے لگ گئے۔ میں نے پوچھا۔ تم کیوں روتے ہو؟ وہ کہنے لگے ایک حصہ ہم میں سے وہ ہے جو پہلے ایمان لایا اور اس وجہ سے دوسرے حصہ کی طرف سے اسے اس قدر دکھ دیا گیا اور اتنی تکالیف پہنچائی گئیں کہ آخر وہ گاؤں چھوڑنے پر مجبور ہو گیا پھر ہمیں ان کی کوئی خبر نہ تھی کہ کہاں چلے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے احمدیت کا نور ہم میں بھی پھیلایا اور ہم جو احمدیوں کو اپنے گھروں سے نکالنے والے تھے خود احمدی ہو گئے۔ ہم یہاں جو پہنچے تو اتفاقاً اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت ہمارے وہ بھائی جنہیں ہم نے اپنے گھروں سے نکالا تھا دوسری طرف سے آ نکلے۔ جب ہم نے ان کو آتے دیکھا تو ہمارے دل اس درد کے جذبہ سے پر ہو گئے کہ یہ لوگ ہمیں ہدایت کی طرف کھینچتے تھے مگر ہم ان سے دشمنی اور عداوت کرتے تھے یہاں تک کہ ہم نے ان کو گھروں سے نکلنے پر مجبور کر دیا آج خدا نے اپنے فضل سے ہم سب کو اکٹھا کر دیا۔

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ 86)

لوگوں کو جگاؤ

حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تم جہاں جاؤ آگ لگا دو تا کہ لوگ جاگیں اور تمہاری باتیں سنیں۔ پس چاہئے کہ مبلغ کے اپنے جسم میں ایک ایسا جوش اور ولولہ پیدا ہو جائے کہ جو زلزلہ کی طرح اس کے جسم کو ہلا دے اور وہ دوسروں میں زلزلہ پیدا کر دے۔ مبلغ جس گاؤں یا شہر میں جائے وہ سو نہ سکے بلکہ بیدار ہو جائے۔

(ہدایات زریں۔ انوار العلوم جلد نمبر5 صفحہ599)

یہ مُنہ جھوٹوں کا نہیں ہو سکتا

جب شہدائے افغانستان پر پتھر پڑتے تھے تو وہ گھبراتے نہیں تھے بلکہ استقامت اور دلیری کے ساتھ ان کو قبول کرتے تھے اور جب بہت زیادہ ان پر پتھر پڑے تو صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید' نعمت اللہ خان صاحب اور

دوسرے شہداء نے یہی کہا کہ یا الٰہی ! ان لوگوں پر رحم کر اور انہیں ہدایت دے۔ بات یہ ہے کہ جب عشق کا جذبہ انسان کے اندر ہو تو اس کا رنگ ہی بدل جاتا ہے' اس کی بات میں تاثیر پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے چہرہ کی نورانی شعاعیں لوگوں کو کھینچ لیتی ہیں۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں یہاں ہزاروں لوگ آئے اور انہوں نے جب حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا تو یہی کہا کہ یہ منہ جھوٹوں کا نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے ایک لفظ بھی آپ کے منہ سے نہ سنا اور ایمان لے آئے۔

(انوار العلوم جلد نمبر13 صفحہ 96)

تین قسم کے لوگ ہماری جماعت میں ہیں

حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے۔ تین قسم کے لوگ ہماری جماعت میں ہیں۔ ایک وہ جو مجھے خدا کا مامور اور مرسل سمجھ کر ایمان لائے۔ دوسرے وہ جو اس لئے ایمان لائے کہ یہ ایک منظم جماعت ہے' وہ صدر انجمن سے تعلق رکھتے ہیں۔ تیسرے وہ جو مولوی نورالدین صاحبؓ سے حسن ظن رکھتے تھے اور ان کی وجہ سے جماعت میں داخل ہو گئے۔ پھر فرمایا نجات وہی پا سکتا ہے جسے ایمان عجائز نصیب ہو۔ سچا سمجھ کر وہ مانتا ہے' پھر خواہ جیئے یا مرے' اس ایمان پر قائم رہتا ہے۔

(انوار العلوم جلد نمبر13 صفحہ 529)

تعلیم الاسلام ہائی سکول کی بنیاد

یہ (تعلیم الاسلام ہائی سکول) حضرت مسیح موعودؑ نے اس لئے قائم فرمایا تھا کہ ہماری جماعت کے بچے (۔۔۔) کے اثر سے محفوظ رہیں۔ اس سے پہلے ایک آریہ سکول ہوا کرتا تھا اور ایک پرائمری سکول لوئر پرائمری تک ہوتا تھا جو اب بھی ریتی چھلہ کے قریب موجود ہے۔

سرکاری سکول لوئر پرائمری تک ہوتا تھا اور آریہ سکول میں اس سے اوپر کچھ جماعتیں ہوتی تھیں اس وجہ سے ...... کے لڑکے اس میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ آریہ مدرس ہمیشہ کچھ نہ کچھ باتیں اسلام کے خلاف طلباء کے کانوں میں ڈالتے رہتے تھے اور ان کی اطلاع حضرت مسیح موعودؑ کو پہنچتی رہتی۔ اس سے تحریک ہوئی اور اپنا سکول کھولا گیا چونکہ ان دنوں سکولوں کے جاری ہونے کے لئے زیادہ پابندیاں نہ تھیں اس واسطے جلد ہی یہ سکول جاری ہو گیا۔ اس کی عمارت بھی بہت بعد میں بنی۔ پہلے یہ سکول مدرسہ احمدیہ کی موجودہ عمارت میں ہی ہوتا تھا اور صرف وہاں تک تھا جہاں اب درزی خانہ ہے۔ اس وقت اس کے چار کمرے تھے۔

آریہ سکول میں طلباء پر جو اثر ڈالا جاتا تھا وہ تو بالکل ظاہر تھا کہ وہ خاص طور پر ہندو مذہب کی تبلیغ کرتے تھے لیکن سرکاری پرائمری سکول میں بھی آریہ مدرس اسلام پر حملے کرتے رہتے تھے۔ اس پرائمری سکول میں مَیں بھی کچھ عرصہ پڑھا ہوں۔ ان دنوں کا ایک واقعہ مجھے اب بھی خوب یاد ہے کہ ایک دن جب میرا کھانا آیا جس میں کلیجی کا سالن تھا تو اسے دیکھ کر ایک طالب علم نے حیرانی سے اپنی انگلی دانتوں میں دبا لی اور کہا یہ تو ماس ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔ اگرچہ آخر میں وہ شخص احمدی ہوا اور مخلص احمدی ہوا مگر اس وقت اس نے بڑی حیرانی کا اظہار کیا۔ بہر حال سرکاری سکول میں بھی اس قسم کا اثر ڈالا جاتا تھا۔

(الفضل 3 / اگست 1935ء ص5)

مہمان خانہ

قادیان آنے والوں کی مہمان داری کا بوجھ اٹھانا اور پھر اپنے مظلوم مہاجر بھائیوں کے اخراجات برداشت کرنا ایک حیرت انگیز بات ہے۔ سینکڑوں آدمی دونوں وقت جماعت کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے اور بعض غرباء کی دوسری ضروریات کا بھی انتظام کرنا پڑتا تھا۔ ہجرت کر کے آنے والوں کی کثرت اور مہمانوں کی زیادتی سے مہمان خانے کے علاوہ ہر ایک گھر مہمان خانہ بنا ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود کے گھر کی ہر ایک کوٹھڑی ایک مستقل مکان تھا جس میں کوئی نہ کوئی مہمان یا مہاجر خاندان رہتا تھا' غرض بوجھ انسانی طاقت برداشت سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ ہر صبح جو چڑھتی اپنے ساتھ تازہ ابتلاء اور تازہ ذمہ داریاں لاتی اور ہر شام جو پڑتی اپنے ساتھ تازہ ابتلاء اور تازہ ذمہ داریاں لاتی مگر ''اَلَیۡسَ اللّٰہُ '' کی نسیم سب فکروں کو خس و خاشاک کی طرح اڑا کر پھینک دیتی اور وہ بادل جو ابتداء سلسلہ کی عمارت کی بنیادوں کو اکھاڑ کر پھینک دینے کی دھمکی دیتے تھے تھوڑی ہی دیر میں رحمت اور فضل کے بادل ہو

جاتے اوران کی ایک ایک بوند کے گرتے وقت ”اَلَیْسَ اللّٰہُ “کی ہمت افزا آواز پیدا ہوتی۔

(دعوت الامیر۔ انوارالعلوم جلد 7صفحہ 565)

حفاظت الٰہی کا معجزہ

ایک مثال حفاظت الٰہی کی میں حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں سے پیش کرتا ہوں کنورسین صاحب جولاء کالج لاہور کے پرنسپل ہیں ان کے والد صاحب سے حضرت صاحب کو بڑا تعلق تھا حتّٰی کہ حضرت مسیح موعودؑ کو کبھی روپیہ کی ضرورت ہوتی تو بعض دفعہ ان سے قرض بھی لے لیا کرتے تھے ان کو بھی حضرت صاحب سے بڑا اخلاص تھا۔ جہلم کے مقدمہ میں انہوں نے اپنے بیٹے کو تار دی تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے وکالت کریں۔ اس اخلاص کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ایام جوانی میں جب وہ اور حضرت مسیح موعودؑ مع چند اور دوستوں کے سیالکوٹ میں اکٹھے رہتے تھے حضرت مسیح موعودؑ کے کئی نشانات دیکھے تھے چنانچہ ان نشانات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک رات آپ دوستوں سمیت سو رہے تھے کہ آپ کی آنکھ کھلی اور دل میں ڈالا گیا کہ مکان خطرہ میں ہے۔ آپ نے سب دوستوں کو جگایا اور کہا کہ مکان خطرہ میں ہے اس میں سے نکل چلنا چاہئے سب دوستوں نے نیند کی وجہ سے پرواہ نہ کی اور یہ کہہ کر سو گئے کہ آپ کو وہم ہو گیا ہے مگر آپ کا احساس برابر ترقی کرتا چلا گیا آخر آپ نے پھر ان کو جگایا اور توجہ دلائی کہ چھت میں سے چرچراہٹ کی آواز آتی ہے مکان خالی کر دینا چاہئے انہوں نے کہا معمولی بات ہے ایسی آواز بعض جگہ لکڑی میں کیڑا لگ جانے سے آیا ہی کرتی ہے۔ آپ ہماری نیند کیوں خراب کرتے ہیں مگر آپ نے اصرار کیا کہ اچھا آپ لوگ میری بات مان کر ہی نکل چلیں آخر مجبور ہو کر وہ لوگ نکلنے پر رضامند ہوئے۔ حضرت صاحب کو چونکہ یقین تھا کہ خدا میری حفاظت کے لئے مکان گرنے کو روکے ہوئے ہے اس لئے آپ نے انہیں کہا کہ پہلے آپ نکلو پیچھے میں نکلوں گا۔ جب وہ نکل گئے اور بعد میں حضرت صاحب نکلے تو آپ نے ابھی ایک ہی قدم سیڑھی پر رکھا تھا کہ چھت گر گئی۔ دیکھو آپ انجینئر نہ تھے کہ چھت کی حالت کو دیکھ کر سمجھ لیا ہو کہ گرنے والی ہے نہ چھت کی حالت اس قسم کی تھی نہ آواز ایسی تھی کہ ہر اک شخص اندازہ لگا سکے کہ یہ گرنے کو تیار ہے علاوہ ازیں جب تک آپ اصرار کر کے لوگوں کو اُٹھاتے رہے اس وقت تک چھت اپنی جگہ پر قائم رہی اور جب تک آپ نہ نکل گئے تب تک بھی نہ گری مگر جونہی کہ آپ نے پاؤں اُٹھایا چھت زمین پر آ گری یہ امر ثابت کرتا ہے کہ یہ بات کوئی اتفاقی بات نہ تھی بلکہ اس مکان کو حفیظ ہستی اس وقت تک روکے رہی جب تک کہ حضرت مسیح موعود جن کی حفاظت اس حفیظ کے مدنظر تھی اس مکان سے نہ نکل آئے۔ پس صفت حفیظ کا وجود ایک بالا رادہ ہستی پر شاہد ہے اور اس کا ایک زندہ گواہ ہے۔

(ہستی باری تعالیٰ۔ انوار العلوم جلد نمبر 6 صفحہ 324)

غیبی مدد

حضرت صاحب (حضرت مسیح موعودؑ) ایک مرتبہ امرتسر سے آ رہے تھے بٹالہ کے راستہ میں دھوپ تھی، سخت تکلیف تھی، یکہ میں بیٹھنے لگے (ریل نہیں تھی) تو ایک اور آدمی جو ہندو تھا وہ کود کر پہلے اندر جا بیٹھا اور اپنے موٹاپے سے تمام یکہ کو اندر سے روک لیا۔ اب حضرت صاحب کو دھوپ میں بیٹھنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً ایک بادل بھیج دیا جو امرتسر سے لے کر بٹالہ تک برابر آپ کے سر پر سایہ کرتا آیا۔

(الفضل 17 جون 1914ء)

کرتہ پر سرخ چھینٹے پڑنے کا معجزہ

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

ایک دفعہ آپ (حضرت مسیح موعودؑ) نے رؤیا میں دیکھا کہ میں خدا کے سامنے کچھ کاغذات لے کر گیا ہوں اور ان کو خدا کے سامنے پیش کیا ہے۔ خدا نے ان پر دستخط کرتے وقت قلم چھڑکا ہے اور اس کے قطرے میرے کپڑوں پر پڑے ہیں۔ حضرت صاحب کو جب یہ کشف ہوا اس وقت مولوی عبداللہ صاحب سنوری آپ کے پاؤں دبا رہے تھے۔ دباتے دباتے انہوں نے دیکھا کہ حضرت صاحب کے ٹخنے پر سرخ رنگ کا چھینٹا پڑا ہے جب اس کو ہاتھ لگایا تو وہ گیلا تھا جس سے وہ حیران ہوئے کہ یہ کیا ہے؟ میں نے ان سے سوال کیا تھا کہ کیا آپ کو خیال نہ آیا کہ یہ چھینٹے غیر معمولی نہ تھے بلکہ کسی ظاہری سبب کے

باعث تھے انہوں نے کہا مجھے اس وقت خیال آیا تھا اور میں نے اِدھر اُدھر اور چھت کی طرف دیکھا تھا کہ شاید چھپکلی کی دم کٹ گئی ہو اور اس میں سے خون گرا ہو مگر چھت بالکل صاف تھی اور ایسی کوئی علامت نہ تھی جس سے چھینٹوں کو کسی اور سبب کی طرف منسوب کیا جا سکتا۔ اس لئے جب حضرت صاحب اٹھے تو اس کے متعلق میں نے آپ سے پوچھا۔ آپ نے پہلے تو ٹالنا چاہا لیکن پھر ساری حقیقت سنائی۔

(تقدیر الٰہی۔ انوار العلوم جلد چہارم صفحہ 510)

الہام کی تائید

موجودہ زمانہ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کو سُرخی کے چھینٹوں والا کشف دکھایا گیا تو سُرخی کے چھینٹے نہ صرف آپ کی قمیص پر پائے گئے بلکہ ایک قطرہ میاں عبداللہ صاحب سنوری کی ٹوپی پر بھی آ گرا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس نشان میں اُن کو بھی شریک کر لیا۔ اِسی طرح ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مجھے بتایا گیا کہ آج رات حضرت مسیح موعودؑ پر یہ الہام نازل ہوا ہے۔ کہ

اِنِّی مَعَ الْاَفْوَاجِ ۔

صبح حضرت مسیح موعودؑ نے اشاعت کے لئے اپنے الہامات لکھ کر دیئے تو اتفاقاً آپ کو یہ الہام لکھنا یاد نہ رہا۔ میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے کہا کہ مجھے تو آج رات ایک فرشتہ نے بتایا تھا کہ آپ کو یہ الہام ہوا ہے کہ اِنِّی مَعَ الْاَفْوَاجِ۔ مگر آپ نے جو الہامات لکھے ہیں اُن میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے مجھے یہ الہام ہوا تھا مگر لکھنا یاد نہیں رہا۔ پھر آپ اندر سے اپنے الہامات کی کاپی اٹھا لائے اور مجھے فرمایا کہ دیکھو اس میں مَیں نے یہ الہام درج کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اُس الہام کو بھی اخبار میں شائع کروا دیا۔ اب دیکھو ادھر ایک الہام حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہوا ہے اور اُدھر اللہ تعالیٰ مجھے بھی بتا دیتا ہے کہ ان الفاظ میں آپ پر الہام نازل ہوا ہے اور صبح معلوم ہوتا ہے کہ بات بالکل درست تھی۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ116-115)

آگ سے ہمیں مت ڈراؤ

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

مجھے یاد ہے 1903ء میں جب ایک شخص عبدالغفور نے جو اسلام سے مرتد ہو کر آریہ ہو گیا تھا اور اس نے اپنا نام دھرم پال رکھ لیا تھا ’’ترک اسلام‘‘ نامی کتاب لکھی۔ تو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے اس کا جواب لکھا۔ جو ’’نورالدین‘‘ کے نام سے شائع ہوا۔ یہ کتاب روزانہ حضرت مسیح موعودؑ کو سنائی جاتی تھی۔ جب دھرم پال کا یہ اعتراض آیا کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ ٹھنڈی ہوئی تھی تو دوسروں کے لئے کیوں نہیں ہوتی اور اس پر حضرت خلیفہ اوّلؓ کا یہ جواب سنایا گیا کہ اس جگہ ’’نار‘‘ سے ظاہری آگ مراد نہیں بلکہ مخالفت کی آگ مراد ہے تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ اس تاویل کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے بھی خدا تعالیٰ نے ابراہیم کہا ہے اگر لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آگ کس طرح ٹھنڈی ہوئی تو وہ مجھے آگ میں ڈال کر دیکھ لیں کہ آیا میں اس آگ میں سے سلامتی کے ساتھ نکل آتا ہوں یا نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد کی وجہ سے حضرت خلیفہ اولؓ نے اپنی کتاب ’’نورالدین‘‘ میں یہی جواب لکھا اور تحریر فرمایا کہ:

’’تم ہمارے امام کو آگ میں ڈال کر دیکھ لو۔ یقیناً خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق اسے اس آگ سے اسی طرح محفوظ رکھے گا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ہفتم ص614)

ترک سفیر کو نصائح

جب بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ زندہ تھے ایک ترکی سفیر یہاں آیا۔ ترکی حکومت کو مضبوط بنانے کے لئے اس نے مسلمانوں سے بہت سا چندہ لیا اور جب اس نے جماعت احمدیہ کا ذکر سُنا تو قادیان بھی آیا۔ حسین کامی اس کا نام تھا حضرت مسیح موعودؑ سے اس کی گفتگو ہوئی اس کا خیال تھا کہ مجھے یہاں سے زیادہ مدد ملے گی حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا وہ احترام کیا جو ایک مہمان کا کرنا چاہیے پھر کچھ مذہبی گفتگو بھی ہوگئی حضرت مسیح موعودؑ نے اسے کچھ نصائح کیں کہ دیانت و امانت پر قائم رہنا چاہیے لوگوں پر ظلم نہیں کرنا چاہئے اور فرمایا

کہ رومی سلطنت ایسے ہی لوگوں کی شامتِ اعمال سے خطرہ میں ہے کیونکہ وہ لوگ جو سلطنت کی اہم خدمات پر مامور ہیں اپنی خدمات کو دیانت سے ادا نہیں کرتے اور سلطنت کے سچے خیر خواہ نہیں بلکہ اپنی طرح طرح کی خیانتوں سے اس اسلامی سلطنت کو کمزور کرنا چاہتے ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ سلطانِ روم کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔ اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے ہیں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جب یہ نصیحتیں کیں تو اس سفیر کو بہت بُری لگیں۔ کیونکہ وہ تو اس خیال کے ماتحت آیا تھا کہ میں سفیر ہوں اور یہ لوگ میرے ہاتھ چومیں گے اور میری کسی بات کا انکار نہیں کریں گے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جب اس سے یہ کڑوی کڑوی باتیں کیں کہ تم حکومت سے بڑی بڑی تنخواہیں وصول کرکے اس کی غداری کرتے ہو تمہیں تقویٰ وطہارت سے کام لے کر اسلامی حکومت کو مضبوط کرنا چاہئیے تو وہ یہاں سے بڑے غصہ میں گیا۔

(روزنامہ الفضل 3ستمبر 1935ء)

مخالفت بھی ہدایت کا موجب ہو جاتی ہے

جب مخالفت ترقی کرتی ہے تو جماعت کو بھی ترقی حاصل ہوتی ہے اور جب مخالفت بڑھتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی معجزانہ تائیدات اور نصرتیں بھی بڑھ جاتی ہیں اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں جب کوئی دوست یہ ذکر کرتے کہ ہمارے ہاں بڑی مخالفت ہے تو آپ فرماتے یہ تمہاری ترقی کی علامت ہے۔ جہاں مخالفت ہوتی ہے وہاں جماعت بھی بڑھتی ہے کیونکہ مخالفت کے نتیجہ میں کئی ناواقف لوگوں کو بھی سلسلہ سے واقفیت ہو جاتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ اُن کے دل میں سلسلہ کی کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ کتابیں پڑھتے ہیں تو صداقت اُن کے دلوں کو موہ لیتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک دفعہ ایک دوست حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ بیعت لینے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے اُن سے دریافت فرمایا کہ آپ کو کس نے تبلیغ کی تھی وہ بے ساختہ کہنے لگے۔ مجھے تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے تبلیغ کی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے حیرت سے فرمایا وہ کس طرح؟ وہ کہنے لگے میں مولوی صاحب کا اخبار اور اُن کی کتابیں پڑھا کرتا تھا اور میں ہمیشہ دیکھتا کہ ان میں جماعت احمدیہ کی شدید مخالفت ہوتی تھی۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ میں خود بھی تو اس سلسلہ کی کتابیں دیکھوں کہ ان میں کیا لکھا ہے اور جب میں نے ان کتابوں کو پڑھنا شروع کیا تو میرا سینہ کھل گیا اور میں بیعت کے لئے تیار ہو گیا۔ تو مخالفت کا پہلا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے الٰہی سلسلہ کو ترقی حاصل ہوتی ہے اور کئی لوگوں کو ہدایت میسر آ جاتی ہے۔ پھر دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معجزانہ تائید اور نصرت کے نشانات ظاہر ہونے لگ جاتے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 487)

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ایک بڑے ادیب جو محاورات اردو کی کتاب بھی چالیس جلدوں میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اور جس کا کچھ حصہ نواب صاحب رامپور نے شائع بھی کرایا تھا، قادیان حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے آئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو سلسلہ کی تبلیغ کس نے کی؟ انہوں نے کہا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے۔ بچپن کی وجہ سے مجھے اس جواب پر بڑی حیرت ہوئی اور جب حضرت مسیح موعودؑ نے پوچھا کہ کس طرح؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے جب مولوی محمد حسین صاحب کی تحریریں پڑھیں تو مجھے ان میں اس قدر غصہ اور دیوانگی نظر آئی کہ جب تک حقیقی خطرہ سامنے نہ ہو اس وقت تک وہ غصہ اور دیوانگی پیدا نہیں ہو سکتی۔

(خطبات محمود جلد14 ص71,70)

میاں مبارک احمد صاحب کی وفات

یہاں رہنے والوں نے دیکھا ہوگا کہ مولوی عبدالکریم صاحب اور مبارک احمد کی بیماری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو علاج معالجہ کا کس قدر خیال تھا۔ دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ اپنے سلسلہ کی ترقی انہی کی زندگی پر سمجھتے تھے۔ ان ایام میں سوائے اس کے اور کوئی ذکر ہی نہ ہوتا تھا کہ کس طرح علاج ہو اور کیا علاج کیا جائے لیکن ان کی وفات کے وقت کیا ہؤا یہی کہ

یکلخت آپ کی ایسی حالت بدلی کہ حیرت ہی ہوگئی یا تو اتنا جوش کہ صبح سے لیکر شام تک انہی کے علاج معالجہ کا ذکر یا آپ اس بات پر ہنس ہنس کر اور نہایت بشاش چہرہ سے تقریر فرما رہے ہیں کہ ان کی وفات کے متعلق خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہی بتا دیا ہوُا تھا۔

جب مبارک احمد کی وفات ہوئی تو بعض اشخاص کو اس سے گھبراہٹ ہوئی مجھے خوب یاد ہے کہ جب مبارک کا دم نکلا تو حضرت مولوی نور الدینؓ، خلیفہ رشید الدین صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگؓ صاحب وہاں موجود تھے۔ حضرت مولوی صاحب نبض دیکھ رہے تھے۔ آپ نے نبض دیکھتے دیکھتے حضرت صاحب کو کہا حضور حالت نازک ہے مشک لائیں۔ حضرت صاحب ابھی مشک لائے بھی نہ تھے کہ دم نکل گیا۔ حضرت مولوی صاحب نے چونکہ حضرت صاحب کو مبارک احمد کی بیماری میں خاص محبت اور خاص جوش سے علاج کرتے اور خیال رکھتے دیکھا تھا اس لئے جہاں کھڑے تھے وہیں بیٹھ گئے اور منہ سے کچھ نہ کہہ سکے دوسرے لوگوں نے بھی یہی خیال کیا کہ حضرت صاحب کو اس سے بڑا صدمہ ہوگا لیکن حضرت صاحب کو دیکھو آپ نے جہاں مشک رکھی ہوئی تھی وہیں کارڈ اور لفافے بھی رکھے ہوئے تھے۔ جب آپ نے مبارک احمد کے فوت ہو جانے کے متعلق سنا تو وہیں سے مشک نکالنے کی بجائے کارڈ اور لفافے نکال کر خط لکھنے شروع کر دیئے کہ مبارک احمد فوت ہو گیا ہے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس وقت آپ کے چہرہ پر کسی قسم کی گھبراہٹ کا کوئی نشان نہ تھا بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو کوئی بہت بڑی فتح نصیب ہوئی ہے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے ابھی تک لوگوں کو معلوم نہ ہوُا تھا کہ مبارک احمد فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے رضا بالقدر کے متعلق ایک لمبی تقریر شروع فرما دی آپ کے چہرہ سے ایسی بشاشت ٹپکتی تھی کہ گویا کسی بڑے دشمن کو شکست دے کر آئے ہیں تو مؤمن پر جو مصائب اور ابتلاء آتے ہیں وہ اس کی ترقی کا باعث ہوتے ہیں کیونکہ خدا کی طرف سے اسے بتایا جاتا ہے اس لئے اس کے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔

(الفضل 9 ستمبر1916ء۔ انوار العلوم جلد نمبر 5 صفحہ 232-231)

میاں مبارک احمد صاحب کی ذہانت اور ذکاوت

میں احساس اور بے حسی کو مثال کے ذریعہ سمجھاتا ہوں۔ جنہوں نے حضرت صاحب کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت صاحب کو مبارک احمد سے کس قدر محبت تھی۔ اس محبت کی کئی وجہیں تھیں۔ اول یہ کہ وہ کمزور تھا اور کچھ نہ کچھ بیمار رہتا تھا اس لئے اس کی طرف خاص توجہ رکھتے تھے اور یہ لازمی بات ہے کہ جس کی طرف خاص توجہ ہو اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ دوسرے وہ اگرچہ ہم سب سے چھوٹا تھا اور اس کی عمر بھی بہت تھوڑی تھی مگر بہت ذہین اور ذکی تھا۔ اس کی عمر سات سال کی تھی مگر وہ اسی عمر میں شعر کہہ لیتا تھا۔ اور عام طور پر اس کے شعر کا وزن درست ہوتا تھا۔ اس کی ذہانت اور حافظہ کی مثال یہ ہے کہ حضرت صاحب نے وہ بڑی نظم جس کی ردیف ''یہی ہے'' لکھی۔ تو ہم سب کو فرمایا کہ تم قافیہ تلاش کرو۔ اس نے ہم سب سے زیادہ قافیہ بتلائے۔ جن میں بہت عمدہ قافیہ تھے۔

(خطبات محمود جلد اول صفحہ53-52)

اور مرغیاں ذبح ہوگئیں

ہمارا ایک چھوٹا بھائی تھا جس کا نام مبارک احمد تھا اس کی قبر بہشتی مقبرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار کے مشرق کی طرف موجود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ بہت ہی پیارا تھا مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے ہوتے تھے ہمیں مرغیاں پالنے کا شوق پیدا ہوُا۔ کچھ مرغیاں میں نے رکھیں، کچھ میر محمد اسحٰق صاحب مرحوم نے رکھیں اور کچھ میاں بشیر احمد صاحب نے رکھیں اور پھر فخر کے طور پر ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے کہ میری مرغی نے اتنے انڈے دیئے ہیں اور میری نے اتنے۔ ہمارے اس شوق میں مبارک احمد مرحوم بھی شامل ہو جاتا۔ اتفاقاً ایک دفعہ وہ بیمار ہوگیا۔ اس کی خبر گیری سیالکوٹ کی ایک خاتون کرتی تھیں جن کا عرف دادی پڑا ہوُا تھا ہم بھی اسے دادی ہی کہتے اور دوسرے سب لوگ بھی۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ اسے دادی کہنے پر بہت چڑا کرتے تھے۔ مگر اس لفظ کے سوا شناخت کا کوئی اور ذریعہ بھی نہ تھا اس لئے آپ بجائے دادی کے انہیں جگ دادی کہا کرتے تھے۔ جب مبارک احمد مرحوم بیمار ہوُا تو دادی نے کہہ دیا کہ یہ بیمار اس لئے ہوُا ہے کہ مرغیوں کے پیچھے جاتا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات سنی تو فوراً حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مرغیاں

گنوا کر ان بچوں کو قیمت دے دی جائے اور مرغیاں ذبح کر کے کھالی جائیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبارک احمد بہت پیارا تھا۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ553-552)

جلسہ شعائر اللہ میں سے ہے

جلسہ شعائر اللہ میں سے ہے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے اس میں صحیح طور پر شمولیت برکات اور انوار الٰہی کا موجب ہے اور اس میں نقص اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور روحانی زنگ کا موجب ہے اس لئے میں تمام دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جلسہ کے ایام میں جہاں تک ہو سکے اپنے اوقات کو صحیح طور پر استعمال کریں۔

(افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ 1931، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 389)

قادیان کی ترقی کی پیشگوئی

یہی علاقہ ہے جہاں جلسہ ہو رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رؤیا میں دیکھا کہ شمالی اور مشرقی طرف قادیان بڑھتی بڑھتی دریائے بیاس تک چلی گئی ہے۔ ادھر ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کرتے ہوئے تشریف لائے جہاں مدرسہ ہائی کی عمارت ہے اس جگہ کے قریب فرمایا لوگ کہتے ہیں یہاں جن رہتے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے مجھے جو خبر دی ہے اس کے ماتحت بتاتا ہوں کہ یہاں آبادی ہی آبادی ہوگی۔

(انوارالعلوم جلد نمبر 12 صفحہ 578)

قادیان کی ابتدائی حالت

میری پیدائش اور بیعت قریباً ایک ہی وقت سے چلتی ہے اور جب میں نے ہوش سنبھالا اس وقت کئی سال تبلیغ پر گزر چکے تھے لیکن مجھے اپنے ہوش کے زمانہ میں یہ بات یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس طرف سیر کے لئے آنا یاد ہے۔ میں اس وقت چونکہ چھوٹا بچہ تھا اس لئے میں نے اصرار کیا کہ میں بھی سیر کے لئے چلوں گا اس زمانہ میں یہاں جھاؤ کے پودے ہوا کرتے تھے اور یہ تمام علاقہ جہاں اب تعلیم الاسلام ہائی سکول بورڈنگ اور مسجد وغیرہ ہے ایک جنگل تھا اور اس میں جھاؤ کے سوا اور کوئی چیز نہ ہوا کرتی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرف سیر کے لئے تشریف لائے اور میرے اصرار پر مجھے بھی ساتھ لے لیا۔ مگر تھوڑی دور چلنے کے بعد میں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ میں تھک گیا ہوں اس پر کبھی مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھاتے اور کبھی حافظ حامد علی صاحب اور یہ نظارہ مجھے آج تک یاد ہے۔ تو وہ ایسا زمانہ تھا کہ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ تھا مگر آپ کے ماننے والے بہت قلیل لوگ تھے اور قادیان میں آنے والا تو کوئی کوئی تھا۔

(الفضل جلد 16 نمبر 30صفحہ4)

قادیان کی ترقی عظیم الشان نشان

ایسے نشان ہزاروں ہیں اور ایسی شہادتیں بے انداز ہیں جن سے یہ قسم ایمان کی پیدا ہوتی ہے۔ ان میں سے اس وقت میں ایک کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور وہ یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ اور یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ یعنی اور دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے دور دور سے تیرے پاس تحائف لائے جائیں گے اور ایسے ایسے سامان کئے جائیں گے جن سے مہمان نوازی کی جائے گی اور اس کثرت سے لوگ آئیں گے کہ وہ راستے گھس جائیں گے جن راستوں سے وہ آئیں گے۔

یہ ایک عظیم الشان نشان ہے اس عظیم الشان نشان کی خدا تعالیٰ نے خبر دی اس حالت کے دیکھنے والے اب بھی زندہ موجود ہیں۔ میری عمر تو چھوٹی تھی لیکن وہ نظارہ ڈھاب بھی یاد ہے جہاں اب مدرسہ ہے وہاں ڈھاب ہوتی تھی اور میلے کے ڈھیر لگے ہوتے تھے اور مدرسہ کی جگہ لوگ دن کو نہیں جایا کرتے تھے کہ یہ آسیب زدہ جگہ ہے۔ اول تو کوئی وہاں جاتا نہیں تھا اور جو جاتا بھی تو اکیلا کوئی نہ جاتا بلکہ دو تین مل کر جاتے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ یہاں جانے سے جن چڑھ جاتا ہے۔ جن چڑھتا یا نہیں۔ بہر حال یہ ویران جگہ تھی اور یہ ظاہر ہے کہ ویران جگہوں کے متعلق ہی لوگوں کا خیال ایسا ہوتا ہے کہ وہاں جانے سے جن چڑھ جاتا ہے۔ پھر یہ میرے تجربے سے تو باہر تھا لیکن بہت سے آدمی بیان کرتے ہیں کہ قادیان کی یہ حالت تھی کہ دو تین روپے کا آٹا بھی یہاں سے نہیں ملتا تھا۔ آخر گاؤں تھا زمیندار طرز کی رہائش تھی اپنی اپنی ضرورت کے

لئے لوگ خود ہی پیس لیا کرتے تھے۔ یہ تو ہمیں بھی یاد ہے کہ ہمیں جب کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی آدمی کو لاہور یا امرتسر بھیجا کرتے تھے۔ پھر آدمیوں کا یہ حال تھا کہ کوئی ادھر آتا نہ تھا۔ برات وغیرہ پر کوئی مہمان اس گاؤں میں آ جائے تو آ جائے لیکن عام طور پر کوئی آتا جاتا نہ تھا۔ مجھے وہ دن بھی یاد ہیں کہ میں چھوٹا تھا حضرت صاحب مجھے بھی ساتھ لے جاتے مجھے یاد ہے برسات کا موسم تھا ایک چھوٹے سے گڑھے میں پانی کھڑا تھا میں پھلانگ نہ سکا تو مجھے خود اٹھا کے آگے کیا گیا۔ پھر کبھی شیخ حامد علی صاحب اور کبھی حضرت صاحب خود مجھے اٹھا لیتے۔ اس وقت نہ تو مہمان تھا اور نہ یہ مکان تھے کوئی ترقی نہ تھی مگر ایک رنگ میں یہ بھی ترقی کا زمانہ تھا کیونکہ اس وقت حافظ حامد علی صاحب آ چکے تھے۔ اس سے بھی پہلے جب کہ قادیان میں کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کوئی شخص نہ جانتا تھا خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا کہ تیرے پاس دور دور سے لوگ آئیں گے اور دور دور سے تحائف لائے جائیں گے۔ اس وقت کی حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے خدا تعالیٰ کے اس وعدہ کو ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اے وہ شخص جس کو کہ اس کے محلے کے لوگ بھی نہیں جانتے، جس کو اس کے شہر سے باہر دوسرے شہروں کے انسان نہیں جانتے، جس کی گمنامی کی حالت سے لوگوں کو یہی خیال تھا کہ مرزا غلام قادر صاحب ہی اپنے باپ کے بیٹے ہیں میں تجھ جیسے کو عزت دوں گا، دنیا میں مشہور کروں گا، عزت چل کر پاس آئے گی میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے خود سنا آپ فرماتے تھے کہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو کافر بھی رحمت ہوتے ہیں۔ اگر ابوجہل نہ ہوتا تو اتنا قرآن کہاں اترتا۔ اگر سارے حضرت ابوبکرؓ ہی ہوتے تو صرف لَآ اِلٰـهَ اَلَّـه اللّٰهُ ہی نازل ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں ان کو ہر چیز میں بھلائی نظر آتی ہے۔ ایک دفعہ لاہور میں ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو زور سے دھکا دیکر گرا دیا دوسرے دوست ناراض ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھے جھوٹا سمجھ کر دھکا دیا ہے۔ اگر وہ سچا سمجھتا تو کیوں ایسا کرتا۔ اس نے تو اپنے خیال میں نیک کام کیا اور حق کی حمایت کی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22 اکتوبر 1926ء خطبات محمود جلد نمبر 10 صفحہ 247)

قادیان کا مستقبل

سب سے پہلے میں اس پیشگوئی کا ذکر کرتا ہوں جو قادیان کی ترقی کے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس کو بتایا گیا کہ قادیان کا گاؤں ترقی کرتے کرتے ایک بہت بڑا شہر ہو جائے گا جیسے کہ بمبئی اور کلکتہ کے شہر ہیں- گویا نو دس لاکھ کی آبادی تک پہنچ جائے گا اور اس کی آبادی شمالاً اور شرقاً پھیلتے ہوئے بیاس تک پہنچ جائے گی جو قادیان سے نو میل کے فاصلے پر بہنے والے ایک دریا کا نام ہے- یہ پیشگوئی جب شائع ہوئی اس وقت قادیان کی حالت یہ تھی کہ اس کی آبادی دو ہزار کے قریب تھی، سوائے چند ایک پختہ مکانات کے باقی سب مکانات کچے تھے، مکانوں کا کرایہ اتنا گراہوا تھا کہ چار پانچ آنے ماہوار پر مکان کرایہ پر مل جاتا تھا' مکانوں کی زمین اس قدر ارزاں تھی کہ دس بارہ روپے کو قابل سکونت مکان بنانے کے لئے زمین مل جاتی تھی' بازار کا یہ حال تھا کہ دو تین روپے کا آٹا ایک وقت میں نہیں مل سکتا تھا کیونکہ لوگ زمیندار طبقہ کے تھے اور خود دانے پیس کر روٹی پکاتے تھے، تعلیم کے لئے ایک مدرسہ سرکاری تھا جو پرائمری تک تھا اور اسی کا مدرس کچھ الاؤنس لے کر ڈاک خانے کا کام بھی کر دیا کرتا تھا' ڈاک ہفتے میں دو دفعہ آتی تھی' تمام عمارتیں فصیل قصبہ کے اندر تھیں اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے ظاہری کوئی سامان نہ تھے کیونکہ قادیان ریل سے گیارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور اس کی سڑک بالکل کچی ہے اور جن ملکوں میں ریل ہو ان میں اس کے کناروں پر جو شہر واقع ہوں انہیں کی آبادی بڑھتی ہے۔ کوئی کارخانہ قادیان میں نہ تھا کہ اس کی وجہ سے مزدوروں کی آبادی کے ساتھ شہر کی ترقی ہو جائے' کوئی سرکاری محکمہ قادیان میں نہ تھا کہ اس کی وجہ سے قادیان کی ترقی ہو' نہ ضلع کا مقام تھا نہ تحصیل کا حتّٰی کہ پولیس کی چوکی بھی نہ تھی' قادیان میں کوئی منڈی بھی نہ تھی جس کی وجہ سے یہاں کی آبادی ترقی کرتی -- جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی ہے اس وقت حضرت اقدس علیہ السلام کے مرید بھی چند سو سے زیادہ نہ تھے کہ ان کو حکماً لا کر یہاں بسا دیا جاتا تو شہر بڑھ جاتا-

(دعوت الامیر انوار العلوم جلد 7 صفحہ 560)

جلسہ سالانہ قادیان کی ابتدائی حالت

آج (دسمبر 1936ء) سے قریباً چالیس سال پہلے اس جگہ پر یہاں اب مدرسہ احمدیہ کے لڑکے پڑھتے ہیں ایک ٹوٹی پھوٹی فصیل ہوا کرتی تھی۔ ہمارے آباءواجداد کے زمانہ میں قادیان کی حفاظت کے لئے وہ کچی فصیل بنی ہوئی تھی جو خاصی چوڑی تھی اور ایک گڈا اس پر چل سکتا تھا۔ پھر انگریزی حکومت نے جب اسے تڑوا کر نیلام کر دیا تو اس کا کچھ ٹکڑا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہمان خانہ بنانے کی نیت سے لے لیا تھا۔ وہ ایک زمین لمبی سی چلی جاتی تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا، اس وقت 93ء تھا 94ء یا 95ء قریباً اسی قسم کا زمانہ تھا، یہی دن تھے، یہی موسم تھا، یہی (دسمبر) کا مہینہ تھا۔ کچھ لوگ جو ابھی احمدی نہیں کہلاتے تھے کیونکہ ابھی احمدی نام سے جماعت یاد نہیں کی جاتی تھی مگر یہی مقاصد اور یہی مدعا لے کر وہ قادیان میں جمع ہوئے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ آیا وہ ساری کارروائی اسی جگہ ہوئی۔ یا کارروائی کا بعض حصہ اس جگہ ہوا اور بعض مسجد میں کیونکہ میری عمر اس وقت سات آٹھ سال کی ہوگی اس لئے میں زیادہ تفصیلی طور پر اس بات کو یاد نہیں رکھ سکا۔ میں اس وقت اس اجتماع کی اہمیت کو نہیں سمجھتا تھا۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ میں وہاں جمع ہونے والے لوگوں کے اردگرد دوڑتا اور کھیلتا پھرتا تھا۔ میرے لئے اس زمانہ کے لحاظ سے یہ اچنبھے کی بات تھی کہ کچھ لوگ جمع ہیں۔ اس فصیل پر ایک دری بچھی ہوئی تھی۔ جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے اور اردگرد وہ دوست تھے جو جلسہ سالانہ کے اجتماع کے نام سے جمع تھے۔ ممکن ہے میرا حافظہ غلطی کرتا ہو اور دری ایک نہ ہو دو ہوں لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ایک ہی دری تھی۔ اس دری پر کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ ڈیڑھ سو ہوں گے یا دو سو، بچے ملا کر ان کی فہرست اڑھائی سو کی تعداد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شائع بھی کی تھی میں خیال کرتا ہوں۔ وہ ایک دری تھی یا دو دریاں۔ بہرحال ان کے لئے اتنی ہی جگہ تھی جتنی اس (جلسہ سالانہ 1936ء کی) سٹیج کی جگہ ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کیوں؟ مگر اتنا جانتا ہوں کہ وہ دری تین جگہ بدلی گئی۔ پہلے ایک جگہ بچھائی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے تبدیل کر کے ایک اور جگہ بچھائی گئی اور پھر تیسری دفعہ اس جگہ سے بھی اٹھا کر کچھ اور دور وہ دری بچھائی گئی۔ اپنی بچپن کی عمر کے لحاظ سے میں نہیں کہہ سکتا آیا ان جمع ہونے والوں کو لوگ روکتے تھے اور کہتے تھے کہ تمہارا حق نہیں کہ اس جگہ دری بچھاؤ۔ یا کوئی اور وجہ تھی۔ بہرحال مجھے یاد ہے کہ دو تین دفعہ اس دری کی جگہ بدلی گئی۔

(الفضل جلد24 نمبر154 صفحہ4.3)

حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیاں

سینکڑوں پیشگوئیاں ہیں جو بعد میں پوری ہوئیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا بین ثبوت بنیں۔ مثلاً میرے متعلق ہی آپ کی یہ پیشگوئی تھی کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت و دولت ہوگا۔ اب آپ لوگ دیکھ لیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی زندگی میں آپ کی کس قدر جائداد تھی۔ آپ نے مخالفین کو انعامی چیلنج کرتے ہوئے لکھا کہ میں اپنی جائیداد جو دس ہزار روپیہ مالیت کی ہے پیش کرتا ہوں گویا اس وقت آپ کی جائداد صرف دس ہزار روپیہ کی تھی لیکن اب لاکھوں روپے کی ہو چکی ہے۔ یہ دولت کہاں سے آئی ہے۔ یہ سب خدا تعالیٰ کا فضل ہے ورنہ مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد جب نانا جان نے ہماری زمینوں سے تعلق رکھنے والے کاغذات واپس کئے تو میں اپنے آپ کو اتنا بے بس محسوس کرتا تھا کہ میں حیران تھا کہ کیا کروں۔ اتفاق سے شیخ نور احمد صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کو ایک ملازم کی ضرورت ہے آپ مجھے رکھ لیں میں نے کہا میں تنخواہ کہاں سے دوں گا۔ میرے پاس تو نہ کوئی رقم ہے جس سے تنخواہ دے سکوں اور نہ جائیداد سے اتنی آمد کی توقع ہے۔ انہوں نے کہا آپ جو چھوٹی سے چھوٹی تنخواہ دینا چاہیں وہ دے دیں اور پھر انہوں نے خود ہی کہہ دیا کہ آپ مجھے دس روپے ماہوار دے دیں۔ چنانچہ میں نے انہیں ملازم رکھ لیا اور خیال کیا کہ چلو اس قدر تو آمد ہو ہی جائے گی لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ جوں جوں شہر ترقی کرتا گیا۔ اس جائیداد کی قیمت بھی بڑھتی چلی گئی۔ جب قرآن کریم کے پہلے ترجمہ کے چھپوانے کا سوال پیدا ہوا تو میں نے چاہا کہ اس ترجمہ کی اشاعت کا سارا خرچ ہمارا خاندان ہی برداشت کرے۔ میں نے اس وقت شیخ نور احمد صاحب کو بلوایا اور ان سے کہا کہ اس وقت مجھے دو ہزار روپے کی ضرورت ہے

کیا اس قدر روپیہ مہیا ہو سکے گا۔ انہوں نے کہا آپ زمین کا کچھ حصہ مکانات کے لئے فروخت کرنے کی اجازت دے دیں تو پھر جتنا چاہیں روپیہ آ جائے گا۔ چنانچہ میں نے کچھ زمین فروخت کرنے کی اجازت دے دی یہ زمین 50 کنال کے قریب تھی اور اس جگہ واقع تھی جہاں بعد میں محلہ دار الفضل آباد ہؤا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ صاحب واپس آئے اور ان کے ہاتھ میں روپوں کی ایک تھیلی تھی۔ انہوں نے کہا یہ دو ہزار روپیہ ہے اور اگر آپ کو دس ہزار کی بھی ضرورت ہو تو وہ بھی مل سکتا ہے۔ میں نے کہا اس وقت مجھے اتنے ہی روپیہ کی ضرورت تھی زیادہ کی ضرورت نہیں چنانچہ اس طرح محلّہ دار الفضل کی بنیاد پڑی اور وہ روپیہ اشاعت قرآن میں دے دیا گیا۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 621-620)

حضور علیہ السلام کا وصال

آپ کو ہمیشہ دستوں کی شکایت رہتی تھی۔ لاہور تشریف لانے پر یہ شکایت زیادہ ہو گئی اور چونکہ ملنے والوں کا ایک تانتا لگا رہتا تھا اس لئے طبیعت کو آرام بھی نہ ملا۔ آپ اُسی حالت میں تھے کہ الہام ہؤا اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ یعنی کوچ کرنے کا وقت آ گیا پھر کوچ کرنے کا وقت آ گیا۔ اس الہام پر لوگوں کو تشویش ہوئی لیکن فوراً قادیان سے ایک مخلص دوست کی وفات کی خبر پہنچی اور لوگوں نے یہ الہام اس کے متعلق سمجھا اور تسلی ہو گئی لیکن آپ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ یہ سلسلہ کے ایک بہت بڑے شخص کی نسبت ہے وہ شخص اس سے مراد نہیں۔ اس الہام سے والدہ صاحبہ نے گھبرا کر ایک دن فرمایا کہ چلو واپس قادیان چلیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اب واپس جانا ہمارے اختیار میں نہیں۔ اب اگر خدا ہی لے جائیگا تو جا سکیں گے۔ مگر باوجود ان الہامات اور بیماری کے آپ اپنے کام میں لگے رہے اور اس بیماری ہی میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں صلح و آشتی پیدا کرنے کے لئے آپ نے ایک لیکچر دینے کی تجویز فرمائی اور لیکچر لکھنا شروع کر دیا اور اس کا نام ''پیغام صلح'' رکھا۔ اس سے آپ کی طبیعت اور بھی کمزور ہو گئی اور دستوں کی بیماری بڑھ گئی۔ جس دن یہ لیکچر ختم ہونا تھا اس رات الہام ہؤا۔

''مکن تکیہ بَر عمر ناپائیدار''

یعنی نہ رہنے والی عمر پر بھروسہ نہ کرنا۔ آپ نے اسی وقت یہ الہام گھر میں سنا دیا اور فرمایا کہ ہمارے متعلق ہے۔ دن کو لیکچر ختم ہؤا اور چھپنے کے لئے دیدیا گیا۔ رات کے وقت آپ کو دست آیا اور سخت ضعف ہو گیا۔ والدہ صاحبہ کو جگایا وہ اٹھیں تو آپ کی حالت بہت کمزور تھی۔ انہوں نے گھبرا کر پوچھا کہ آپ کو کیا ہؤا ہے؟ فرمایا وہی جو میں کہا کرتا تھا۔ (یعنی بیماریٔ موت) اس کے بعد پھر ایک اور دست آیا۔ اس سے بہت ہی ضعف ہو گیا۔ فرمایا مولوی نور الدین صاحب کو بلواؤ (مولوی صاحب جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے بہت بڑے طبیب تھے) پھر فرمایا کہ محمود اور میر صاحب (حضرت میر ناصر نواب صاحب) کو جگاؤ۔ میری چارپائی آپ کی چارپائی سے تھوڑی ہی دور تھی مجھے جگایا گیا۔ اٹھ کر دیکھا تو آپ کو کرب بہت تھا۔ ڈاکٹر بھی آ گئے تھے۔ انہوں نے علاج شروع کیا لیکن آرام نہ ہؤا۔ آخر انجیکشن کے ذریعہ بعض ادویات دی گئیں۔ اس کے بعد آپ سو گئے۔ جب صبح کا وقت ہؤا اٹھے اور اُٹھ کر نماز پڑھی۔ گلا بالکل بیٹھ گیا تھا۔ کچھ فرمانا چاہا لیکن بول نہ سکے۔ اس پر قلم دوات طلب فرمائی لیکن لکھ بھی نہ سکے۔ قلم ہاتھ سے چھٹ گئی۔ اس کے بعد لیٹ گئے اور تھوڑی دیر تک غنودگی سی طاری ہو گئی اور قریباً ساڑھے دس بجے دن کے آپ کی روح پاک اس شہنشاہِ حقیقی کے حضور حاضر ہو گئی جس کے دین کی خدمت میں آپ نے اپنی ساری عمر صرف کر دی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ بیماری کے وقت صرف ایک ہی لفظ آپ کی زبان مبارک پر تھا اور وہ لفظ اللہ تھا۔

آپ کی وفات کی خبر بجلی کی طرح تمام لاہور میں پھیل گئی۔ مختلف مقامات کی جماعتوں کو تاریں دیدی گئیں اور اسی شام یا دوسرے دن صبح کے اخبارات کے ذریعہ کل ہندوستان کو اس عظیم الشان انسان کی وفات کی خبر مل گئی جہاں وہ شرافت جس کے ساتھ آپ اپنے مخالفوں کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے ہمیشہ یاد رہے گی وہاں وہ خوشی بھی کبھی نہیں بھلائی جا سکتی جس کا اظہار آپ کی وفات پر آپ کے مخالفوں نے کیا۔ لاہور کی پبلک کا ایک گروہ نصف گھنٹہ کے اندر ہی اس مکان کے سامنے اکٹھا ہو گیا جس میں آپ کا جسم مبارک پڑا تھا اور خوشی کے گیت گا گا کر اپنی کور باطنی کا ثبوت دینے لگا۔ بعضوں نے تو عجیب عجیب سوانگ بنا کر اپنی خباثت کا ثبوت دیا۔

آپ کے ساتھ جو محبت آپ کی جماعت کو تھی اس کا حال اس سے معلوم ہو سکتا

ہے کہ بہت تھے جو آپ کی نعشِ مبارک کو صریحاً اپنی آنکھوں کے سامنے پڑا دیکھتے تھے مگر وہ اس بات کے قبول کرنے کو تیار تھے کہ اپنے حواس کو تو مختل مان لیں لیکن یہ باور کرنا انہیں دشوار و ناگوار تھا کہ ان کا حبیب ان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا ہے۔ پہلے مسیح کے حواریوں کی اپنے مرشد کے ساتھ محبت میں یہ فرق ہے کہ وہ تو مسیح کے صلیب پر سے زندہ اتر آنے پر حیران تھے اور یہ اپنے مسیح کے وصال پر ششدر تھے۔ اُن کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مسیح زندہ کیونکر ہے اور اِن کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مسیح فوت کیونکہ کر ہوا۔ آج سے تیرہ سو سال پہلے ایک شخص جو خاتم النبیینؐ ہو کر آیا تھا اس کی وفات پر نہایت سچے دل سے ایک شاعر نے یہ شعر صداقت سے بھرا ہوا شعر کہا تھا کہ ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَیَّ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ فَعَلَیْکَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

ترجمہ:- ”کہ تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ تیری موت سے میری آنکھ اندھی ہو گئی۔ اب تیرے بعد کوئی شخص پڑا مرا کرے ہمیں اس کی پرواہ نہیں کیونکہ ہم تو تیری ہی موت سے ڈر رہے تھے۔“

آج تیرہ سو سال کے بعد اس نبیؐ کے ایک غلام کی وفات پر پھر وہی نظارہ چشم فلک نے دیکھا کہ جنہوں نے اسے پہچان لیا تھا ان کا یہ حال تھا کہ یہ دنیا ان کی نظروں میں حقیر ہو گئی اور ان کی تمام تر خوشی اگلے جہان میں چلی گئی بلکہ اب تک کہ آٹھ سال گذر گئے ہیں ان کا یہی حال ہے اور خواہ صدی بھی گذر جائے مگر وہ ان کو کبھی نہیں بھول سکتے جبکہ خدا تعالیٰ کا پیارا رسول ان کے درمیان چلتا پھرتا تھا۔

اُسی وقت آپ کے جسم مبارک کو قادیان میں پہنچانے کا انتظام کیا گیا اور شام کی گاڑی میں ایک نہایت بھاری دل کے ساتھ آپ کی جماعت نعش لیکر روانہ ہوئی اور آپ کا الہام پورا ہوا جو قبل از وقت مختلف اخبارات میں شائع ہو چکا تھا کہ ”ان کی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں“

بٹالہ پہنچ کر آپ کا جنازہ فوراً قادیان پہنچایا گیا اور قبل اس کے کہ آپ کو دفن کیا جاتا قادیان کی موجودہ جماعت نے (جن میں کئی سو قائم مقام باہر کی جماعتوں کا بھی شامل تھا) بالاتفاق آپ کا جانشین اور خلیفہ حضرت مولوی حاجی نورالدینؓ صاحب بھیروی کو تسلیم کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس طرح الوصیۃ کی وہ شائع شدہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ کھڑے کئے گئے تھے۔ میری جماعت کے لئے بھی خدا تعالیٰ اسی رنگ میں انتظام فرمائیگا۔ اس کے بعد خلیفۂ وقت نے آپ کا جنازہ پڑھا اور دوپہر کے بعد آپ دفن کئے گئے اور اس طرح آپ کا وہ الہام (کہ ”ستائیس کو ایک واقعہ ہمارے متعلق“) جو 1902ء میں ہوا اور مختلف اخبارات میں شائع ہو چکا تھا پورا ہوا۔ کیونکہ 26 مئی کو آپ فوت ہوئے اور 27 تاریخ کو آپ دفن کئے گئے اور اس الہام کے ساتھ ایک اور الہام بھی تھا جس سے اس الہام کے معنے واضح کر دیئے گئے تھے اور وہ الہام یہ تھا۔ ”وقت رسید“ یعنی تیری وفات کا وقت آ گیا ہے۔

آپ کی وفات پر انگریزی و دیسی ہندوستان کے سب اخبارات نے باوجود مخالفت کے اس بات کا اقرار کیا کہ اس زمانہ کے آپ ایک بہت بڑے شخص تھے۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ76تا80)

ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا آپ کے دیکھنے والوں کو آپ سے جو محبت تھی اس کا اندازہ وہ لوگ نہیں کر سکتے جو بعد میں آئے۔ یا جن کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں عمر چھوٹی تھی۔ مگر مجھے خدا تعالیٰ نے ایسا دل دیا تھا کہ میں بچپن سے ہی ان باتوں کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے ان لوگوں کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا اندازہ لگایا ہے جو آپ کی صحبت میں رہے۔ میں نے سالہا سال ان کے متعلق دیکھا کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی کی وجہ سے اپنی زندگی میں کوئی لطف محسوس نہ ہوتا تھا اور دنیا میں کوئی رونق نظر نہیں آتی تھی۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ جن کے حوصلہ کے متعلق جو لوگ واقف ہیں جانتے ہیں کہ کتنا مضبوط اور قوی تھا۔ وہ اپنے غموں اور فکروں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے مگر انہوں نے کئی دفعہ جب کہ آپ اکیلے ہوتے اور کوئی پاس نہ ہوتا۔ مجھے کہا۔ میاں! جب سے حضرت صاحب فوت ہوئے ہیں مجھے اپنا جسم خالی معلوم ہوتا ہے اور دنیا خالی خالی نظر آتی ہے۔ میں لوگوں میں چلتا پھرتا اور کام کرتا ہوں مگر پھر بھی یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

آپ کے علاوہ کئی اور لوگوں کو بھی میں نے دیکھا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہے۔ ان کی محبت اور عشق ایسا بڑھا ہوا تھا کہ کوئی چیز انہیں لطف نہ دیتی اور وہ چاہتے کہ کاش ہماری جان نکل جائے تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا ملیں۔

(خطبات محمود جلد اوّل صفحہ99)

حضرت منشی اروڑے خان صاحب کا آپ سے عشق

منشی اروڑے خان صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق تھا۔ وہ کپورتھلہ میں رہتے تھے۔ اور کپورتھلہ کی جماعت کے اخلاص کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر تعریف فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے انہیں ایک تحریر بھی لکھ دی تھی جو انہوں نے رکھی ہوئی ہے کہ اس جماعت نے ایسا اخلاص دکھایا ہے کہ یہ جنّت میں میرے ساتھ ہوں گے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بار بار درخواست کرتے کہ حضور کبھی کپورتھلہ تشریف لائیں۔ آپ نے بھی وعدہ کیا ہوا تھا کہ جب موقع ہوا آئیں گے۔ ایک بار جو فرصت ملی تو اطلاع دینے کا وقت نہ تھا۔ اس لئے آپ بغیر اطلاع دیئے ہی چل پڑے۔ اور کپورتھلہ کے سٹیشن پر جب اترے تو ایک شدید مخالف نے آپ کو دیکھا جو آپ کو پہچانتا تھا۔ اگرچہ وہ مخالف تھا مگر بڑے آدمیوں کا ایک اثر ہوتا ہے۔ منشی اروڑا صاحب سناتے ہیں کہ ہم ایک دکان پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ وہ دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا تمہارے مرزا صاحب آئے ہیں۔ یہ سن کر جوتی اور پگڑی وہیں پڑی رہی اور میں ننگے پاؤں اور ننگے سر سٹیشن کی طرف بھاگا۔ مگر تھوڑی دور جا کر خیال آیا کہ ہماری ایسی قسمت کہاں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ اطلاع دینے والا مخالف ہے، اس نے مخول نہ کیا ہو۔ اس پر میں نے کھڑے ہو کر اس کو ڈانٹنا شروع کر دیا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، مذاق اڑاتا ہے۔ مگر پھر خیال آیا کہ شاید آ ہی گئے ہوں اس لئے پھر بھاگا۔ پھر خیال آیا کہ ہماری ایسی قسمت نہیں ہو سکتی اور پھر اسے کوسنے لگا۔ وہ کہے مجھے برا بھلا نہ کہو۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں اس پر پھر چل پڑا۔ غرضیکہ میں کبھی دوڑتا اور کبھی کھڑا ہو جاتا۔ اسی حالت میں جا رہا تھا کہ سامنے کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لا رہے ہیں۔ تو یہ جنون والا عشق اور ان کے معشوق ہونے کا خیال آتا، تو دل کہتا کہ وہ ہمارے پاس کہاں آ سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے ہیں تو کچھ عرصہ بعد منشی اروڑے خان صاحب قادیان آ گئے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے مجھے پیغام بھیجا کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ میں جو ان سے ملنے کے لئے باہر آیا تو دیکھا ان کے ہاتھ میں دو تین اشرفیاں تھیں جو انہوں نے یہ کہتے ہوئے مجھے دیں کہ اماں جان کو دے دیں مجھے اس وقت یاد نہیں کہ وہ کیا کہا کرتے تھے۔ مگر اماں جان یا اماں جی بہرحال ماں کے مفہوم کا لفظ ضرور تھا۔ اس کے بعد انہوں نے رونا شروع کیا اور چیخیں مار مار کر اس شدت کے ساتھ رونے لگے کہ ان کا تمام جسم کانپ رہا تھا۔ اگرچہ مجھے خیال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد انہیں رلا رہی ہے مگر وہ کچھ اس بے اختیاری سے رو رہے تھے کہ میں نے سمجھا کہ اس میں کسی اور بات کا بھی دخل ہے۔ غرضیکہ وہ دیر تک کوئی پندرہ بیس منٹ بلکہ آدھ گھنٹہ تک روتے رہے۔ میں پوچھتا رہا کہ کیا بات ہے۔ وہ جواب دینا چاہتے مگر رقت کی وجہ سے جواب نہ دے سکتے۔ آخر جب ان کی طبیعت سنبھلی تو انہوں نے کہا کہ میں نے جب بیعت کی، اس وقت میری تنخواہ سات روپیہ تھی اور اپنے اخراجات میں ہر طرح سے تنگی کر کے اس کے لئے کچھ نہ کچھ بچاتا کہ خود قادیان جا کر حضور کی خدمت میں پیش کروں اور بہت سا رستہ میں پیدل طے کرتا تاکہ کم سے کم خرچ کر کے قادیان پہنچ سکوں۔ پھر ترقی ہو گئی اور ساتھ اس کے یہ حرص بھی بڑھتی گئی۔ آخر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں حضور کی خدمت میں سونا نذر کروں۔ جو تھوڑی سی تنخواہ میں سے علاوہ چندہ کے پیش کرنا چاہتا تھا لیکن جب تھوڑا تھوڑا کر کے کچھ جمع کر لیتا تو پھر گھبراہٹ سی پیدا ہوتی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھے اتنی مدت ہو گئی ہے، اس لئے قبل اس کے کہ سونا حاصل کرنے کے لئے رقم جمع ہو، قادیان چلا آتا اور جو کچھ پاس ہوتا، حضور کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ آخر یہ تین پونڈ جمع کئے تھے اور ارادہ تھا کہ خود حاضر ہو کر پیش کروں گا کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ گویا ان کے تیس سال اس حسرت میں گزر گئے۔ انہوں نے اس کے لئے محنت بھی کی لیکن جس وقت اس کی توفیق ملی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو چکے تھے۔

(خطبات محمود جلد 14صفحہ180-179)

والدہ مولانا داؤد احمد حنیف صاحب

”سچے احمدی کی ماں زندہ باد“

فرخ مشتاق چودھری

مَیں آج جس ہستی کا ذکر کرنا چاہتی ہوں وہ میری امّی ساس ہیں۔ نہایت ہی سادہ اور عاجزانہ رنگ میں زندگی گزارنے والی، بہت دعا گو ہستی جو اپنے پیارے خدا کے حضور 29 اگست 2007 کو حاضر ہوئیں۔ اماں جی کو اُن کے گاؤں اور اس کے بعد ربوہ میں جاننے والے ’امی جی ناصرہ‘ کے نام سے پکارتے تھے۔ اماں جی نہایت تشکرانہ عجز کے ساتھ والدہ داؤد احمد حنیف کہلانا پسند کرتی تھیں۔

میری شادی 1987 میں اماں جی کے سب سے چھوٹے بیٹے مشتاق احمد سے ہوئی۔ میں امریکہ سے ربوہ ایک سال کیلئے رہنے گئی تھی۔ اس عرصہ میں جو چیزیں روزمرہ کی میں نے دیکھیں وہ تحریر کر رہی ہوں۔ اماں جی روزانہ علی الصبح اٹھ کر تہجد کے نوافل ادا کرتی تھیں اور اس کے بعد دُرِّثمین کی مختلف نظمیں جن میں اولاد کیلئے دعائیہ نظمیں شامل ہیں اونچی آواز میں پڑھتی تھیں۔ پھر فجر اور اس کے بعد تلاوتِ قرآن کریم اور فوراً بعد ناشتہ کر کے وہ باہر محلے کے لوگوں کا حال احوال معلوم کرنے چلی جاتیں۔ وہاں سے فارغ ہو کر اماں جی اشراق کی نماز پڑھتیں۔ کچھ بچے قرآن مجید پڑھنے آتے تو اُنہیں سبق دیتیں۔ اماں جی چلتے پھرتے درود شریف، استغفار اور دُرِّثمین کے اشعار کا وِرد کیا کرتیں۔ چند ایک اشعار جو بہت کثرت سے پڑھتی تھیں ان کی مجھے بھی پختہ عادت پڑ گئی اور اب اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی ہوں اس سارے عرصے کا جو میں نے ان کے ساتھ گزارا۔ اماں جی نہایت سادہ مگر خوبصورت الفاظ میں اپنے خدا سے دعائیں کرتی تھیں۔

دُرِّثمین کی نظموں میں اپنے بیٹوں کے نام شامل کر کے دعائیں کرتیں۔ شام کے وقت صحن میں چلتے پھرتے خلیفۂ وقت، تمام دنیا کے کونوں میں پھیلے ہوئے واقفین کیلئے دعا کرنا اور بیماروں کیلئے دعا کرنا، غرض لگتا تھا کہ ہر ایک کیلئے دعا کرنا ان کا بہترین مشغلہ تھا۔ ہر روز نوافل ادا کرنے اور اس کے علاوہ خدمتِ خلق اُن کا روزانہ کا معمول تھا۔ خود نہایت سادہ لباس میں رہتیں مگر غریبوں، بیکسوں کی دل کھول کر مدد کرتیں۔ پورا ایک سال جو میں نے ربوہ میں گزارا اس میں یہی اُن کا دستور دیکھا۔ کہیں کسی بیروزگار کی نوکری کیلئے کوشاں ہیں تو کہیں کسی کی بچی کے رشتے کی فکر۔ اس کے علاوہ اماں جی ایک نہایت نڈر داعی الی اللہ تھیں۔ پہلی دفعہ جب غالباً 1990 میں میرے جیٹھ صاحب کے پاس لندن گئیں تو اُن سے کہنے لگیں کہ مجھے کچھ جماعت کا لٹریچر لا کر دو میں لوگوں میں بانٹنا چاہتی ہوں۔ بھائی جان نے کہا کہ آپ کو تو یہاں کی زبان نہیں آتی اور کہیں آپ گُم نہ جائیں مگر اماں جی نہ مانیں اس پر بھائی جان نے پمفلٹ لا دیئے۔ اماں جی نے گھر گھر جا کر وہ تقسیم کئے مگر واپسی میں راستہ بھول گئیں۔ ایک انگریز آدمی نے دیکھا اور ان کو گھر پہنچا گیا اور کہنے لگا میں نے صبح ان کو گھر سے نکلتے دیکھا تھا۔ غرض اماں جی ہمیشہ خدمتِ دین کیلئے تڑپ رکھتی تھیں۔ میرے ربوہ کے قیام کے دوران مجھے دار العلوم غربی حلقہ کی تنظیم لجنہ اماء اللہ کی جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے خدمت کا موقع ملا۔ میں جب رپورٹ تیار کر رہی ہوتی تو اماں جی پاس کھڑی ہو کر اونچی آواز میں یہ شعر پڑھا کرتی تھیں ؎

خدمتِ دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

اماں جی کے والد محترم ’حضرت چودھری فقیر محمدؓ‘ صحابی تھے۔ انہوں نے دوسرے صحابہ سے مل کر لوائے احمدیت تیار کروایا تھا۔ اماں جی بتایا کرتی تھیں کہ ان کے اباجان اپنے گاؤں سے پیدل قادیان جا کر خدمتِ اقدس حضرت مسیح موعودؑ پیش ہوا کرتے تھے جو ارشاد ہوتے جو کوئی تحریکات ہوتیں آ کر سب

کو بتاتے اور وہ فوراً ان پر عمل شروع کرتے پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا زمانہ اور اماں جی کی پیدائش کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا زمانہ دیکھا۔ اماں جی کہتی تھیں جونہی قادیان سے کوئی تحریک ہوتی ہم ایک لمحہ ضائع کئے بغیر نہایت شوق سے عمل شروع کر دیتے تھے۔ اماں جی اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک ایسی ہی رہیں' خلیفہء وقت کی آواز پر لبیک کہنے والی۔

اماں جی اپنے عزیز و اقارب، ہمسایوں، دوستوں، سب کیلئے ایک نہایت پُر شفقت اور دعا گو وجود تھیں۔ انہوں نے اولاد کو ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی تلقین کی۔ اُن کی ہر بات پر عمل اس بات کا مُنہ بولتا ثبوت تھا کہ وہ ایک نہایت عاجز انسان ہیں اُن کا اپنے خدا پر بہت کامل یقین تھا اور وہ اپنی اولاد کیلئے بھی یہی توقعات رکھتی تھیں اور اس کیلئے ان کو میں نے صبح سے شام تک اپنے خدا کے حضور گڑگڑاتے ہوئے پایا۔

اماں جی ہمیشہ اپنی اولاد اور پھر اُن کی اولاد کو نیک نصائح کرتیں۔ کبھی چندہ ادا کرنے کی تاکید ہے تو کبھی خلیفہء وقت کو خط لکھنے کی۔ جہاں محفل دیکھتیں تو فوراً خواتین کو نصائح کرتیں۔ بدعات کے خلاف، فیشن پرستی کے خلاف اور ایک دوسرے سے حسد کرنے کے خلاف مگر جو سب سے پیار سے تلقین ہوتی وہ تھی اولاد کی تربیت کے متعلق۔ غرض میں کیا کیا لکھوں اماں جی سرتاپا ایک دعا گو وجود تھیں۔ خدا اور اُس کے رسولؐ کی محبت سے اُن کا وجود پُر تھا۔ 1998 میں پہلی بار جب ہمارے پاس امریکہ آئیں تو صبح میں بچوں کو قرآن پاک پڑھا رہی تھی دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ جب میں شام کو بھی کچھ دینی کتب پڑھانے لگی تو مجھے پیار کر کے کہنے لگیں کہ مجھے تمہاری فکر تھی کہ امریکہ میں پلی بڑھی ہو خدا جانے اولاد کی کس طرح تربیت کرو گی مزید کہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جلسہ سالانہ میں خواتین سے تربیت اولاد کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

سچے احمدی کی ماں زندہ باد

اماں جی ہمیشہ اس بات پر زور دیتیں کہ عورت ماں کہلانے کا حق اس وقت پاتی ہے جب اپنی اولاد کو دیندار، تقویٰ شعار اور خادمِ دین بنائے۔ خدا کرے کہ ہم سب جو اماں جی کی اولاد ہیں، ان کی دعاؤں کی حقیقی وارث بنیں اور اماں جی کی اولاد دَر اولاد خادمِ دین اور ہمیشہ خلافت کے ساتھ وابستہ رہنے والی ہو، آمین۔

……☆……☆……☆……☆……

خلافت

چودھری مہدی علی

خورشید جو بجھا تو طلوعِ قمر ہوا
روشن خدا کے نور سے پھر ہر نگر ہوا

تکمیلِ فرض کرکے چلا خُلد کو جو ایک
تو دوسرا ستارا نویدِ سحر ہوا

احمدؑ تیری دعا سے ہم خوش نصیب ہیں
جب غم مِلا کوئی تو کوئی چارہ گر ہوا

نہ مشکلوں کا ڈر نہ اندھیروں کا خوف ہے
نورِ خدا یہ جب سے مِرا ہمسفر ہوا

آساں ہیں راستے اور منزل ہے زیرِ پا
جب راہنما خلیفۂ راشد خضر ہوا

یکجہتی و وفا کہ خلافت کے دم سے ہے
برکت سے جسکی حق کا شجر سبز تر ہوا

دیکھو اے مومنو کہ خلافت کے فیض سے
سر دین کا بلند بہ رشک و فخر ہوا

احمدؑ کے گلستاں پہ ہمیشہ رہے بہار
یہ آبِ مصطفیٰؐ سے بابرگ و ثمر ہوا

''سجدے کا اذن دے کے مجھے تاجور کیا''
قدموں میں تیرے خاک ہوا تو معتبر ہوا

ظہورِ مہدی کی صدی

لطف الرحمٰن محمود

1۔ موعودِ اقوام عالم

اس وقت گلوبل ولیج میں ایک عجیب ہلچل برپا ہے۔ خبروں میں جنگ وجدل اور اقتصادی مارکیٹ میں اُتار چڑھاؤ کی اطلاعات نمایاں ہیں۔ دینی میدان میں ہر بڑے مذہب کے پیروکار ایک عظیم ہادی اور مقتدا کی بعثت کے منتظر ہیں۔ یہود اپنے موعود مسیح کا انتظار کر رہے ہیں اور اُس کے ظہور کیلئے دعاؤں میں مشغول ہیں۔ مسیحی دین کے پیروکاروں نے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی بعثتِ ثانیہ کیلئے آسمان پر نظریں گاڑ رکھی ہیں۔ مسلمانوں کے تمام فرقے امام مہدی کے منتظر ہیں۔ اگرچہ امام مہدی کے بارے میں شیعہ اور سُنّی نظریات وعقائد میں بہت فرق ہے مگر انتظار کی کیفیت میں کوئی کمی بیشی نہیں۔ ہندو بھی، جو قدیم ترین الہامی مذہب سے وابستگی کے مدعی ہیں، کرشن جی مہاراج کی واپسی کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ حتّٰی کہ چند صدیاں پُرانے سکھ مذہب کے ماننے والے بھی جو دراصل ہندومت اور اسلام کا امتزاج ہے ایک گورو صاحب کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ یہ انتظار تو بجا ہے مگر یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک ہی وقت میں اس کائنات کا واحد خدا ان تمام مذاہب کے پیروکاروں کی توقعات کے مطابق چار پانچ ہادی اور روحانی راہ نُما مبعوث کر دے تا وہ دنیا میں تشریف لا کر ان مختلف عقائد ونظریات کے پیروکاروں کو ان پر مضبوطی سے قائم کرنے اور اُن کے جذبہء ایمان ویقین کو نئی جلا اور پختگی عطا کرنے میں کامیاب ہو جائیں اگر ایسا ہو جائے تو اتحاد و یگانگت کی بجائے اختلاف اور امن کی بجائے جنگ اور روحانی اقدار میں ترقی کی بجائے ہر طرف کدورت اور تلخی بڑھ جائے گی اور دنیا کو ''عدل سے بھر دینے'' اور ''شیر اور بکری کے ایک گھاٹ سے پانی پینے'' کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ اتحاد و یکجہتی اور امن وسلامتی کی فضا قائم کرنے کیلئے ایک ہی قابلِ عمل صورت سمجھ میں آتی ہے کہ صرف ایک ہی مُجدّد و مصلح مبعوث ہو جو سب کو ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع کر کے عدل وانصاف اور امنِ عالم کی بنیاد رکھ دے۔ یہی جماعت احمدیہ مسلمہ کا عقیدہ ومسلک ہے۔

2۔ ظہورِ امام مہدی کا تصور

اگرچہ مضمون کا امام مہدی کی بعثت سے تعلق ہے مگر ہم اس تحریر میں حسبِ موقع دوسرے مذاہب کے متوقع ہادیوں کا ذکر بھی کرتے رہیں گے تا موازنہ اور تقابل سے موضوعِ زیرِ بحث میں دلچسپی برقرار رہے۔ شیعہ اور سُنّی فرقے عقیدۂ امام مہدی کے قائل ہیں مگر تعبیر وتبیین میں اچھا خاصا فرق ہے۔

اہلِ سُنّت والجماعت کے عقیدہ کے برعکس، شیعہ حضرات کے ہاں امامت اور سلسلہء آئمہ کا ایک مخصوص تصوّر موجود ہے۔ اہلِ تشیع سیّدنا علیؓ کو حضرت رسول کریم ﷺ کا وصی اور خلیفہ بلافصل مانتے ہیں۔ اُن کے دیگر تمام آئمہ، حضرت علیؓ کی ذُرّیت ونسل سے ہیں۔ اسمٰعیلی مسلک کے لوگ بھی چھ اماموں تک اثنا عشری حضرات سے متفق ہیں مگر ساتویں امام، جناب اسماعیل سے وابستگی کے بعد انہوں نے اپنی راہیں ان سے جدا کر لیں۔

اہل تشیع کے گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکری کے صاحبزادے محمد مہدی بچپن میں سامرا کے ایک غار میں غائب ہو گئے۔ یہ سانحہ 876ء میں پیش آیا۔ اسی لئے صاحبزادہ صاحب ''امام غائب'' کہلاتے ہیں۔ انہی کو ''امام مہدی'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان حضرات کے عقیدہ کے مطابق یہ کسی بھی وقت اس حیثیت سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ چونکہ اہل تشیع صدیوں سے ان کا انتظار کر رہے ہیں اس لئے انہیں ''امام المنتظر'' بھی کہا جاتا ہے۔ انہیں ''صاحب العصر'' اور ''صاحب الزّمان'' بھی کہہ کر یاد کیا جاتا ہے۔ سُنّیوں کا خیال ہے کہ مہدی علیہ السلام کی عام انسانوں کی طرح شکمِ مادر سے ولادت ہو گی اور اللہ تعالیٰ کے منتخب اور برگزیدہ بندوں کی طرح پرورش

اورنشو ونما کے بعدٗ وقتِ مقررہ پرٗ اُمّہ کی ہدایت و اصلاح کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ شیعہ اور سُنّی دونوں کا، امام مہدی کے مقام، مقاصد، علامات وغیرہ بعض باتوں میں اتفاق بھی ہے مگر اختلافات بھی کافی ہیں۔ بظاہر تو یوں لگتا ہے عملاً دو الگ آئمہ مہدویت کی ضرورت پڑے گی بلکہ خدشہ ہے کہ کہیں یہ دونوں امام آپس میں لڑ نہ پڑیں۔ اگر مضمون میں کہیں گنجائش ہوئی تو اسبابِ نزاع کا مختصر ذکر کیا جائے گا۔ ایک خوش کن پہلو یہ ہے کہ دونوں مسالک کے لوگ مانتے ہیں کہ قتلِ دجّال و کُفّار غلبہءِ اسلام، دوسرے تمام ادیان کی مکمل تباہی، قیامِ عدل اور مسلمانوں میں اموال کی تقسیم کے کاموں میں امام مہدی علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی نصرت وتائید حاصل رہے گی جو اُس وقت تک آسمان سے نازل ہو چکے ہوں گے!

3۔ ماموریںِ ربّانی کیلئے پیشگوئیوں کی ماہیّت

انبیاء، رُسل، اور عظیم مصلحین ومجدّ دین کے حق میں سابقہ پیشگوئیوں کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مُعیّن رنگ میں اُن کی بعثت کی صدی اور سال وغیرہ کا ذکر کرنے کی بجائے اُن کے وقت کی علامات اور ایسے وجودوں کی اپنی خصوصیات کا ذکر کیا جاتا رہا ہے ایسی پیشگوئیوں میں بھی اخفاء کے باریک پہلو لازماً موجود رہتے ہیں۔ اور ان کی حکمت یہی ہے کہ قبول کرنے والوں کو حُسنِ ظن اور غیب پر ایمان لانے کا اجر وثواب بھی دیا جائے۔ اگر ایسی ہر پیشگوئی بالکل دو اَور دو چار کی طرح کے واضح حسابی تخمینہ یا گنتی (Calculation) ہوتی تو کسے انکار کی جرأت ہوتی؟ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جن قوموں کو ایسی پیشگوئیاں سنائی گئیں بلکہ اُن کے نبیوں نے ان ماموروں کو قبول کرنے کیلئے عہد وپیمان اور میثاق لئے ان میں سے بہت سے لوگ اُن کی شناخت سے محروم رہے اور ان کتابوں کے ماننے والے آج بھی ان پیشگوئیوں کو اصل مصداق کی بجائے، تکلف کرکے دوسروں پر چسپاں کرتے پھرتے ہیں۔ میں آگے چل کر ایک دو مثالیں دے کر یہ پہلو واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کی یہ بھی سُنّت ہے کہ اولیاء اور مُقرّ بین پر آنے والے ماموروں کے بارے میں مکاشفات میں اطلاعات دیتا رہتا ہے۔ یہ اضافی معلومات اُن کے اقوال، ملفوظات اور کتابوں کے ذریعے خواص وعوام تک پہنچتے رہتے ہیں۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے بارے میں دعائے خلیلؑ اور نویدِ مسیحاؑ تو بہت مشہور ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کے حوالے سے حضرت موسیٰ، یسعیاہ اور حبقوق اور دیگر انبیاء کی پیشگوئیاں اور الہامات وکشوف بھی ہیں۔ ان کے علاوہ بنی اسرائیل کے مُلہم بزرگوں پر وقتاً فوقتاً مزید انکشافات ہوتے رہے۔ جن کا اہل علم میں چرچا بھی ہوا۔ چنانچہ حضور ﷺ کی بعثت سے کافی عرصہ قبل، بنی اسرائیل کے کئی خاندان، ان بشارات وتوقعات کی روشنی میں یثرب اور اردگرد کے علاقوں میں آکر آباد ہوگئے۔ ان آنے والوں میں حضرت ہارونؑ کی نسل کے لوگ بھی تھے۔ اُم المومنین حضرت صفیہؓ اسی خاندان سے تھیں۔ ان لوگوں نے علاقے کے عرب مشرک قبائل کو بھی یہ باتیں سُنائیں۔ جب حضورؐ مبعوث ہوئے تو ان عرب قبائل کو تو قبولِ حق کی توفیق مل گئی مگر یہود کی بھاری اکثریت اس نورِ مجسّم کی شناخت سے محروم رہی۔ بد قسمتی سے یہی علم حجاب اکبر بن گیا۔ پیشگوئیوں کا معاملہ ایک نازک مرحلہ ہوتا ہے۔ بعض سعادت مند تو کنارے لگ جاتے ہیں مگر بہت سے مشّاق تیراک اس بھنور میں ڈوب جاتے ہیں۔

تورات میں حضرت نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بارے میں متعدّد پیشگوئیاں موجود ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی یہ پیشگوئی ملاحظہ فرمایئے۔ بنی اسحاقؑ یعنی یہود کو یہ بتایا جارہا ہے کہ مثیلِ موسیٰؑ بنی اسماعیل میں سے آئے گا:

> ’’میں اُن کیلئے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا۔‘‘

(استثناء باب 18 آیت 18)

پھر اسی کتاب میں یہ پیشگوئی بھی موجود ہے:

’’خداوند سینا سے آیا
اور شعیر سے اُن پر آشکار ہوا
وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا
اسکے داہنے ہاتھ پر ان کیلئے آتشیں شریعت تھی۔‘‘

(استثناء بات 33 آیت 2)

اگرچہ تورات ہی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے آباد ہونے کی جگہ کا نام

فاران لکھا ہوا موجود ہے۔

(پیدائش باب 21 آیت 21)

مگر یہود اور عیسائی مندرجہ بالا اور دوسری پیشگوئیوں کو حضورؐ پر چسپاں نہ کرنے کیلئے رکیک اور مضحکہ خیز تاویلیں کرتے ہیں۔ اگر تورات میں فاران کی جگہ ''مکہ'' درج ہوتا اور ''دس ہزار قدوسیوں'' کی جگہ ''مدینہ سے آنے والے دس ہزار صحابہؓ'' کے الفاظ ہوتے تو کس میں تاویل کرنے کی ہمت تھی؟ اگر استثناء باب 18 کی آیت میں ''ساتویں صدی'' میلادی میں آنے والے، مثیل موسیٰ علیہ السلام کا نام ''محمد بن عبداللہ'' موجود ہوتا اور اُن کے بھائیوں کی جگہ ''بنی اسماعیل'' درج ہوتا تو کتنی آسانی ہو جاتی! مگر اللہ تعالیٰ کی سنّت اور حکمت یہی ہے کہ پیشگوئی میں اخفاء کا پہلو رکھا جاتا ہے۔ یہ پیشگوئیاں اپنی موجودہ حالت میں بھی واضح ہیں اگر طالب حق تقویٰ اور انصاف سے کام لے تو اصل مصداق کی شناخت مشکل نہیں۔ مگر بدنیّتی اور تعصب کے نتیجے میں انسان سے عجیب و غریب حرکتیں صادر ہوتی ہیں۔ اب بائبل کے نئے اردو ایڈیشن سے ''دس ہزار قدوسیوں'' والی آیت کی جگہ ''لاکھوں قدوسیوں میں سے آیا'' لکھ دیا گیا ہے۔

(کتاب مقدس۔ ناشر بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور، ایڈیشن 1994)

یہ تحریف صرف اُردو بائبل میں کی گئی ہے۔ میرے پاس عربی، فارسی اور انگریزی کے جو ایڈیشن موجود ہیں اُن میں دس ہزار قدوسی/ملائکہ/ Saints ہی درج ہے۔ یہی کیفیت ہمیں بعثت مہدی اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث اور روایات میں ملتی ہے۔ متلاشیانِ حق کے امتحان کیلئے ان پیش خبریوں میں اخفاء کے باریک پہلو موجود ہیں۔ ظہور مہدی کی علامات اور امام موعود کے وجود کی خصوصیات کا مطالعہ اور تجزیہ کر کے ہم سچے مصداق کی آسانی سے شناخت کر سکتے ہیں۔ مگر آپ کو کوئی پیشگوئی ان الفاظ میں نہیں ملے گی کہ خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد، ملک ہند کے صوبہ پنجاب کے گاؤں قادیان میں تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے سنگم پر دعویٰ مہدویت کریں گے!

4۔ ظہورِ مہدی کی خبر پر مُشتمل پیشگوئیاں

شیعہ اور سُنّی، دونوں فرقوں کی کتابوں میں ایسی پیشگوئیوں کی کمی نہیں بلکہ اس مواد کی کثرت، تنوع اور تضاد کی موجودگی کی وجہ سے سچے موعود کی شناخت میں بعض مشکلات حائل ہو سکتی ہیں۔ مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی کے ایک محترم استاد، فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن العباد نے اپنے مقالہ ''عقیدہ اہل السّنۃ والاطہار فی المہدی المنتظر'' میں ان 26 صحابہ کرام اور صحابیات کے اسمائے گرامی دیئے ہیں۔ جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور محمدی پر مشتمل بشارات کی روایت کی ہے۔ اس فہرست میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حُذیفہ بن الیمان بھی شامل ہیں۔ اس مقالہ میں موصوف نے 38 آئمہ حدیث اور علماء کے نام بھی درج کئے ہیں۔ جنہوں نے اپنی تالیفات و تصنیفات میں مہدی کے بارے میں احادیث اور روایات درج کی ہیں۔ ان حضرات کی فہرست میں ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ، نسائی، حاکم (صاحب مستدرک) اور نعیم بن حماد (صاحب کتاب الفتن) بھی شامل ہیں۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں کتاب "Imam AL-Mahdi" ناشر البلاغ فاؤنڈیشن، ایڈیشن 2000 صفحہ 31,30) شیعہ مصنف نے اپنی کتاب میں اس سُنّی عالم کی ریسرچ کا ذکر عقیدۂ ظہور، مہدی کی تقویت کیلئے کیا ہے ورنہ شیعہ علماء کی کتابوں میں ایسی احادیث و روایات کی تعداد 150 سے زائد ہے۔ اور بعض کتابوں میں اس مواد کو دو تین ابواب میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جناب عبدالمُحسن نے اپنے مقالے کی اس فہرست میں شیخین (امام بخاری، امام مسلم) کو شامل نہیں کیا۔ جماعت احمدیہ مسلمہ، ابن ماجہ کی حدیث **لا المہدی الا عیسیٰ** کی روشنی میں امام مہدی اور آخری زمانے میں ''نازل'' ہونے والے عیسیٰ بن مریم کو ایک ہی فرد سمجھتی ہے اس لئے نزول ابن مریم سے ظہور مہدی ہی مراد لیتی ہے۔ دوسرے ممالک کے روشن خیال علماء پر بھی یہ حقیقت منکشف ہو رہی ہے۔ ایک شامی عالم، جناب عبدالرحمٰن عیسیٰ نے اپنی کتاب ''المہدی'' میں صحیح بخاری کی حدیث **کیف انتم اذا نزل ابن مریم منکم** کے بارے میں لکھا ہے کہ بعض شارحین حدیث نے اسے امام مہدی پر چسپاں کیا ہے۔

(المہدی، ناشر دارالکتب النفیس، حلب، سُوریہ/ شام)، ایڈیشن 1406 ہجری، صفحہ 24)

صاف ظاہر ہے کہ امام مہدی کے حوالے سے معلومات کے اس وسیع ذخیرے کی چھان بین میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے تا ظہور مہدی کی صدی کی تعیین

اور امام الزمانؑ کی شناخت کرنے میں ہم سے کوئی غلطی سرزد نہ ہو جائے۔ بہتر تجزیہ کیلئے ان معلومات کو درجِ ذیل ترتیب سے یکجا کرنا مناسب ہوگا:

۱۔ ذاتی علامات: نام٬نسب٬ خاندان، قبیلہ٬نسل، جسمانی خدوخال، سیرت۔

۲۔ علاقائی تفصیلات: ظہور کا مقام، علاقہ، ملک، یعنی جغرافیائی کوائف، دعویٰ اور بیعت کا مقام٬نقلِ مکانی۔

۳۔ عصری علامات: جس صدی میں حضرتؑ کا ظہور مقدر ہے۔ اس دور/عہد کے حالات، کیفیات، یعنی علائمِ زمانہ۔

۴۔ بعثت اور ظہور کے مقاصد: یہ سوال بھی خاص اہمیت کا حامل ہے کہ امام مہدی کن مقاصد کے حصول کیلئے مبعوث ہوں گے اور تشریف لا کر کون سی خدمات سرانجام دیں گے۔ ان مقاصد و خدمات کا اُن کے ظہور کی صدی سے گہرا تعلق ہے۔ مہدی کے زمانہ میں ان ضروریات کو محسوس کیا جائے گا۔ اگر حضرتؑ نے کسی فساد کا تدارک کرنا ہے۔ اُس کے آثار و اضلال اس وقت تک ظاہر ہو چکے ہوں گے۔

۵۔ نزولِ عیسیٰ بن مریمؑ: ابن ماجہ کی حدیث کے برعکس، بہت سے مسلمان اب بھی اس عقیدہ پر جمے ہوئے ہیں کہ مہدی کے ظہور کے وقت عیسیٰ بن مریمؑ آسمان سے نازل ہوں گے اور دونوں بزرگ مل کر بعض مقاصد حاصل کریں گے۔ اس حوالے سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثتِ ثانیہ (Second Coming) کی علامات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کیونکہ وہ علامات بھی مہدی ہی کے زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔

انجیل میں دی گئی چند علامات ملاحظہ فرمایئے:

- ......لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہیں
- ......جنگیں، سلطنتوں کی سلطنتوں پر چڑھائی
- ......بیماریاں اور وبائیں
- ......قحط
- ......زلزلے اور بھونچال
- ......جھوٹے مدعیان نبوت و رسالت
- ......بے دینی میں اضافہ اور محبت و مروت میں کمی

(متی٬ باب 24 آیات 6 تا 14)

ان میں سے بعض علامات کا احادیث میں بھی ذکر ملتا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ظہورِ مہدی اور نزول ابن مریم دراصل ایک ہی واقعہ ہے۔

اب ہم ان نشانات، علامات اور خصوصیات کو اسی ترتیب سے لکھتے ہیں۔

① ذاتی علامات اور کوائف

مہدی کا نام حضور کے اسم گرامی پر ہوگا یعنی محمد، قبلہ خاندان کے حوالے سے قریش، بنی ہاشم، بنی فاطمہ، آلِ علی، آل حُسین، آلِ حسن، اہل بیت، یہ سب اشارات مذکور ہیں۔ روشن پیشانی، ستواں ناک، گال پر سیاہ رنگ کا تِل، عربی النسل، رجلِ فارس، سلمان فارسیؓ کی قوم کا فرد گندم گوں رنگ مگر بنی اسرائیل کی طرح دراز قامت، سیرت محمدیہؐ کا کامل ظِل مگر اسی فقرے میں یہ بھی درج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جسمانی مشابہت نہ ہوگی۔

(سید صدرالدین صدر کی کتاب ''المہدی''کا انگریزی ترجمہ از جلیل دُرّانی صفحہ 122)

② جغرافیائی تفصیلات

مہدی کے ظہور و خروج کے حوالے سے کئی مقامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مہدی مدینہ سے نکلے گا، مکہ معظّمہ کی مسجد بیت الحرام میں اپنے دعویٰ اور قیام حکومت کا اعلان کرے گا۔ رُکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت ہوگی (المصنف، ابوبکر عبدالرزاق) سب سے پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے بعد حضرت علیؓ بیعت کریں گے۔ (حق الیقین صفحہ 327) امام مہدی کے 313 صحابہ، جن میں 4 نبی (عیسیٰ بن مریم، الیاس، ادریس اور خضر) بھی شامل ہوں گے راتوں رات مکہ حاضر ہو جائیں گے۔ ہر صحابی کے پاس ایک تلوار ہوگی جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوگا (عرفان امامت)۔ اصحاب کہف، اور بعض اصحاب النبیؐ بھی زندہ کر کے پیش کئے جائیں گے۔ عیسیٰ بن مریم دمشق کے مینارۂ بیضا پر نازل ہوں گے۔ پھر بیت المقدس پہنچیں گے۔ وہاں مسجد کے محراب میں امام مہدی سے ملاقات ہوگی۔

(کلمةُ الامام المہدی، حسن شیرازی)

مہدی انطاکیہ، قسطنطنیہ اور بلادِ روم کو فتح کرے گا۔ اور خزانے جمع کرے گا

(تذکرہ فی احوال الموتٰی و امور الاخرہ امام حافظ القرطبی)۔

مہدی کی تائید ونصرت کیلئے سیاہ جھنڈوں والے خُراسان سے نکلیں گے۔

(کتاب البلاء و التاریخ ابی زید سہیل بلخی)

مہدی کا کدعہ بستی سے خروج ہوگا

(جواہر الاسرار بحوالہ ذکر المہدی فی القرآن)

اس بستی کا نام کدعہ بھی بیان کیا گیا

(الحاوی للفتاوی)۔

مشکوٰۃ کی خبر کے مطابق مہدی کا ''وراءالنہر'' سے تعلق ہوگا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک جماعت مہدی کے ساتھ ہندوستان میں جہاد کرے گی۔

(النجم الثاقب جلد2)

سُنن ابن ماجہ میں یہ بھی ذکر ہے کہ ''مشرق'' سے سیاہ جھنڈوں والے لوگ نکلیں گے۔ ایک اور کتاب میں مہدی کے خروج کی بستی کا نام کریمہ دیا گیا ہے۔

(الامام المہدی عند اہل السُّنۃ جلد دوم صفحہ 18)

سنن ابوداؤد میں مہدی کے خاندان کا زمینداری سے تعلق بتایا گیا ہے۔ ایک روایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مہدی مغرب اقصیٰ یعنی شمالی افریقہ سے آئے گا۔

امام مہدی کی عالمگیر سلطنت کا دارالحکومت کوفہ ہوگا جہاں وہ دنیا کی سب سے بڑی مسجد تعمیر کریں گے۔ اس مسجد کا رقبہ ایک کروڑ پانچ لاکھ باسٹھ ہزار اور پانچ سو مربع گز ہوگا۔ اس میں داخل ہونے کیلئے ایک ہزار دروازے ہوں گے۔

(عرفانِ امامت)

③ مہدی کے عہد اور زمانے کی علامات

یمانی اور سفیانی کا خروج، عجیب الخلقت گدھے پر دجال کا ظہور، دابۃ الارض کا ظہور، قتلِ دجّال، (الیواقیت الجواہر) رمضان میں سورج اور چاند کا گرہن (بیہقی، الفتاوی الحدیثیہ) مغرب سے سورج کا طلوع ہونا، اونٹنیوں کا بیکار ہو جانا، ''سرخ موت'' (جنگ و جدل) اور ''سفید موت'' (طاعون) میں غیر معمولی جانی نقصان نیز یہ کہ آسمان سے ندا آئے گی جسے سب سنیں گے اور اپنی اپنی زبانوں میں سمجھیں گے۔

(الامام المہدی من ولادۃ الی الظہور، علی محمد دخیل)

④ بعثت اور ظہور کے مقاصد

احیائے دین، قیامِ شریعت، کسرِ صلیب، قتلِ خنزیر، استحکامِ اسلام کیلئے کفار کا قتل اور دوسری اقوام وملل کا خاتمہ، امام مہدی دولت تقسیم کریں گے لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے مزید لینے سے انکار کر دیں گے، حَکَم کی حیثیت سے اختلافات کا فیصلہ، قرآن مجید کی غلط تفسیروں کی تصحیح، انطاکیہ یا بحیرہ طبریہ سے بنی اسرائیل کا تابوتِ سکینہ نکالیں گے۔

(الحاوی للفتاوی)

جسے دیکھ کر یہود ایمان لے آئیں گے۔ مسیح بن مریم کو امام مہدی کی امامت میں نماز پڑھتے دیکھ کر نصاریٰ کو بلاقتال قبولِ اسلام کی توفیق ملے گی۔ جو نہیں مانیں گے اُنہیں بزورِ شمشیر راہِ راست پر لایا جائے گا۔ ''جزیہ موقوف کرنے'' کا یہی مطلب ہے کہ امام مہدی کسی سے جزیہ قبول نہیں کریں گے۔ صرف اسلام قبول کریں گے۔

نزولِ ابن مریم کے حوالے سے انجیل کی علامات کا ذکر کیا جا چکا ہے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

یہ ہے بعض علامات کا مختصر سا سکیچ یا خاکہ۔ امام مہدی کے بعض اور ''کام'' جو شیعہ کتب میں درج ہیں، عاجز نے عمداً اُن کا ذکر نہیں کیا کیونکہ ایسا کرنے سے دوسرے مسلمانوں کی شدید دلآزاری ہوتی۔ صاف ظاہر ہے کہ ان سب علامات کی تطبیق کیلئے قرآن وحدیث کی معرفت کے علاوہ، روحانی بصیرت اور تاریخ اسلام سے واقفیت کی بھی ضرورت ہے۔ بعض روایات میں استعارات بھی ہوں گے۔ بعض اقوال عقل ونقل کے شکنجے میں دم توڑ دیں گے۔ بعض روایات وضعی اور مصنوعی ثابت ہوں گی۔ پھر اُمّت میں کئی حضرات کو اپنے اپنے وقت میں تجدید اور اصلاح کا کام کرنے کی توفیق ملی ہے۔ جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز اور دوسرے مجدّدینِ اُمّت بعض علامات ونشانات ان پر چسپاں

ہوتے ہوں گے۔ مثلاً خُراسان سے سیاہ پرچموں کے ساتھ یلغار کرنے والوں نے بنواُمیہ کی حکومت کمزور کرکے آل عباس کے اقتدار کی راہ ہموار کی۔ ابن کثیر نے بھی خراسان کے پرچم برداروں کی روایت کو بنی عباس کی حکومت کا سیاق قرار دیا ہے۔

(کتاب النہایہ بحوالہ الامام المہدی عند اہل السُّنہ، صفحہ 300)

بنوعباس میں مہدی نام کا ایک بادشاہ گزرا ہے جسے احیائے سنت سے بڑی دلچسپی تھی۔ ان تمام علامات وخصوصیات کے تجزیہ واطلاق کیلئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ مثلاً اگر دجّال ایک آنکھ والا فردِ واحد ہے تو فلسطین میں بابِ لُدّ پر مسیح ابن مریم کے ہاتھ سے ضرور قتل ہوگا۔ لیکن اگر اُسے ایک خاص قوم کیلئے ایک معنی خیز علامت (Symbol) کے طور پر استعمال کیا گیا ہے تو یہ سارا منظر ہی بدل جائے گا۔ ''امام مہدی'' سے مہدیٔ آخر زمان مراد ہے جو ابن قیّم الجوزیہ کے الفاظ میں ''مہدیٔ اعظم'' ہے۔ آسمانی اور زمینی نشانات، دلائل و بینات وتائیداتِ الٰہیہ کا ایک لشکر اس امام مہدی کی تصدیق وتوثیق کرے گا!

⑤ علامات کی تطبیق کی راہ میں حائل مشکلات

ظہور مہدی کے حوالے سے دی گئی علامات کو Literally چسپاں کرنے سے بہت سی مشکلات سے واسطہ پڑے گا۔ نام ہی کو لے لیجئے۔

اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی

(سنن ابو داؤد کتاب المہدی)

کے مطابق مہدی کا نام ''محمد بن عبداللہ'' ہونا چاہیئے۔ تاریخ اسلام سے ہمیں بہت سے مدعیانِ مہدویت کے نام ملتے ہیں۔ بعض کا نام 'محمد بن عبداللہ' بھی تھا۔ محمد احمد سوڈانی نے تو اپنے گال کے تِل کا بھی حوالہ دیا تھا۔

پھر سادات یعنی بنی فاطمہؓ اور آلِ علیؓ سے کئی حضرات نے عباسی بادشاہوں کے زمانے میں مہدی کے دعویٰ کے ساتھ خروج کیا۔ اُن سے بڑھ کر قریشی، ہاشمی، بنی فاطمہؓ اور عربی النسل اور کون ہوسکتا ہے؟ اکثر بے رحمی سے شہید کردیئے گئے یا قیدوبند میں اُن کی عمرِ عزیز بسر ہوگئی۔ محمد بن عبداللہ القحطانی نے 1979 میں مکہ کی مسجد بیت الحرام میں مہدی ہونے کا اعلان کیا۔ اُس کے مسلح داعیوں نے رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہوکر لوگوں کو بیعت کی دعوت دی مگر یہ سب لوگ قتل کردیئے گئے۔ یہ لوگ اسلام کی کوئی خدمت نہ کرسکے مگر بیت اللہ اور مسجد حرام کی بے حرمتی کر گئے۔ دمشق، بغداد، کوفہ، مکہ، مدینہ، خُراسان اور مغرب اقصیٰ وغیرہ سے ایسے مہدی یا اُن کے داعی اٹھے مگر روحانی انقلاب اور غلبہء اسلام کا خواب ادھورا ہی رہا۔ امام غائب جن کے ظہور کا تقریباً 1200 سال سے انتظار کیا جارہا ہے اُن کے والد ماجد کا اسمِ گرامی بھی ''عبداللہ'' نہیں ''حسن عسکری'' ہے۔

قرآن مجید کی 30 آیات حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی طبعی وفات کا اعلان کررہی ہیں۔ آسمان سے بجسدِ عنصری ان کا نزول خارج از امکان ہے۔ اب تک بیس پچیس افراد مختلف صدیوں میں مہدی ہونے کا دعوٰی کر چکے ہیں مگر ان مدعیوں سے کسی نے یہ پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ حضرت آپ کی امامت میں مسیح ابن مریمؑ نے نماز ادا کی اور نہ ہی اُنہیں آپ کی نصرت وتائید کا موقع ملا؟ قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے جسم عنصری کے ساتھ نزول کا عقیدہ بعد میں آنے والے عیسائی نومسلم اپنے ساتھ لائے۔ لیکن یہاں صورتِ حال زیادہ گمبھیر ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے علاوہ 'حضرت ادریسؑ' حضرت الیاسؑ اور حضرت خضرؑ بھی امام مہدی کے ''صحابہ'' میں شامل ہوں گے۔ بلکہ حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ، یوشع بن نُون بھی نیز سورۃ الکہف میں مذکور اصحابِ کہف کے علاوہ، سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاری، عمار بن یاسرؓ بعض اور صحابہ بھی زندہ ہوکر مہدی علیہ السلام کی رفاقت کا شرف حاصل کریں گے۔ سب سے بڑی بے ادبی اور توہین رسالت تو یہ ہے کہ سب سے پہلے امام مہدی کی بیعت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے اور اس کے بعد حضرت علیؓ (حق الیقین صفحہ 327 بحوالہ تحریک خمینی اور امام مہدی، مجاہد الحسینی صفحہ 108) ان روایات کو کشفی مناظر اور استعارہ قرار دے کر ان کی تطبیق وتاویل ہوسکتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل'' یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں۔ اللہ تعالیٰ مہدی علیہ السلام کو ایسے ربانی علماء کی تائید ونصرت عطا کرے گا۔ اسی طرح صحابہ کرام کی صفات اور ایمان و

یقین کے حامل لوگ امام مہدی کی شناخت کی توفیق پائیں گے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنا ہاتھ قرار دیا ہے۔ معرکہء بدر اور بیعتِ رضوان کے موقع پر اسی تجلّی کا ذکر ہے۔ تمثیلی زبان میں اس کشفی نظارے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات اور فیضان نبوت امام مہدی کے شاملِ حال ہوگا۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام مہدی تک پہنچانے کے حکم میں بھی یہی حکمت پوشیدہ ہے۔

تطبیق کے حوالے سے ان دو پہلوؤں پر بھی غور کر لیجئے۔ کوفہ کے مقام پر امام مہدی کی مجوزّہ مسجد کے رقبے کا حقیقت پسندانہ جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی اس مسجد کا رقبہ ایک کروڑ پانچ لاکھ باسٹھ ہزار پانچ سو مربع گز ہوگا۔ نجفِ اشرف، بلکہ دُور دُور تک کے علاقوں کے مزار، مساجد، مُقدّس مقامات، زیارات اور مکانات سب اس وسیع وعریض مسجد کی نذر ہو جائیں گی! غلبہء اسلام کیلئے مہدی علیہ السلام کی جنگی کارروائیوں کے حوالے سے اگر شیخ طوسی کا فارمولہ دنیا کی موجودہ آبادی پر لاگو کیا جائے تو 6 بلین (Billion) میں سے 4 بلین (Billion) لوگ قتل کر دیئے جائیں گے! (شیخ طُوسی نے اپنی کتاب ''غَیبَہ'' میں محمد بن سلیم اور ابو بصیر کی روایات کی روشنی میں لکھا ہے کہ دنیا کی آبادی کا 2/3 قتل ہو جائے گا باقی 1/3 امام مہدی کا مطیع ہو جائے گا (بحواله "Imam Mahdi" صفحه 72) بچ جانے والے 2 بلین (Billion) میں سے 1.4 بلین (Billion) مسلمان ہیں۔ باقی آبادی پر سچائی واضح کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ حدیث میں تو زمین کو عدل اور امن سے پُر کرنے کا ذکر ہے مگر یہ تو کُرّہ ارض کو خُون سے رنگین کرنے کی تصویر بنتی ہے!!!

⑥ ظہورِ مہدی کی صدی کی تعیین

جماعتِ احمدیہ کا عقیدہ ہے کہ ظہورِ مہدی اور ابن مریمؑ کے نزول کی پیشگوئی، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے وجود میں پوری ہوگئی ہے۔ وہی مہدیٔ آخرالزمان اور مسیح موعود ہیں۔ وہی موعودِ اقوامِ عالم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم کی جانے والی حضرتؑ کی جماعت دنیا بھر کی سعادت مند روحوں کو اسلام کے نور سے منور کرے گی اور کرتی رہے گی۔ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ پوچھے کہ ہم نے حضرت اقدسؑ کے دعویٰ کو کیوں تسلیم کیا ہے؟ حضورؑ کی صداقت کے سینکڑوں دلائل دیئے جا سکتے ہیں اور صداقت کے متلاشیوں کو اپنی تسلی کیلئے ہر قسم کے سوال کا حق حاصل ہے۔ اس مختصر مقالے میں تو تمام دلائل پیش نہیں کئے جاسکتے لیکن اس میں دو تین ایسی دلیلیں پیش کی جاسکتی ہیں جو مدعی یا مریدوں کی بنائی ہوئی نہیں ہیں، انسانی طاقت سازش یا منصوبہ بندی کا نتیجہ نہیں ہیں، اور یقیناً صداقت کا ثبوت ہیں۔ لیکن ان نشانوں کا ذکر کرنے سے قبل میں چند اور باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

مدعی کا نام اور خاندان

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ولادت کے وقت وہ اپنا نام خود تجویز نہیں کرتا۔ اس کے والدین یا بزرگ اس کا نام رکھتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ کا نام ''غلام احمد'' تجویز کیا گیا۔ ''غلام'' کا لفظ خاندانی نام کا سابقہ سمجھ لیجئے۔ غلام مرتضٰی، غلام قادر، غلام مصطفٰی، غلام حیدر، غلام محی الدین، غلام حسین، اسی طرح غلام احمد، اصل امتیازی نام ''احمد'' ہی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صفاتی نام ہیں مگر ذاتی نام دو ہی ہیں، محمدؐ اور احمدؐ اور یہی دو نام قرآن مجید میں بھی وارد ہوئے ہیں۔ محمدؐ چار مرتبہ اور احمدؐ ایک مرتبہ اس لحاظ سے اسمہٗ احمد والی پیشگوئی کا حضورؑ پر بھی اطلاق ہوگیا ہے۔ حضورؑ کے خاندان کے بزرگوں کی رشتہ داری سادات سے ہوتی رہی ہے اس لحاظ سے مقدس فاطمی خون کی آمیزش بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ ویسے بھی ''آل'' اور ''اہل بیت'' کی اصطلاح ایسی ہے کہ ظلّی طور پر یہ خاصانِ اُمّت، عاشقانِ رسولؐ اور فدائیان اسلام پر چسپاں ہوتی رہی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے سلمان فارسیؓ کو ''اہل بیت'' میں شمار فرمایا۔ ''آل'' کا لفظ جو قرآن مجید میں فرعون کے لشکر کیلئے بھی استعمال ہوا ہے۔ رحمۃ اللعالمینؐ کی امت کے مخلصین کا احاطہ کیوں نہیں کر سکتا؟ اُمّتی مہدی فنا فی الرسولؐ کا مقام حاصل کرنے کے اعتبار سے ''آل رسولؐ'' ہی ہے!

یہ بھی نوٹ فرمالیں کہ ''ماوراء النہر'' سے کتب احادیث کی تدوین کے زمانے

میں' سمرقند کا علاقہ مراد لیا جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے بزرگ، 1526 میں سمرقند سے بابر کی معیت میں ہندوستان آئے۔ اس طرح ماوراء النہر سے مہدی کے تعلق کی شق بھی پوری ہو جاتی ہے۔ نام، نسل اور علاقے کی تطبیق کے بعد علائم زمانہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

''ضرورتِ زمانہ'' بعثتِ مہدی کی سب سے بڑی علامت ہے۔ ظہور، مہدی کے حوالے سے مذہبی لٹریچر میں ایمانی گمراہیوں، اخلاقی کمزوریوں، علمی کوتاہیوں اور سماجی برائیوں اور دینی ناسپاسیوں کا ذکر موجود ہے۔ مہدی علیہ السلام نے ان خرابیوں کا علاج اور تدارک کرنا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کی صدی میں یہ سب علامات ظاہر ہو چکی تھیں۔ علماء، قومی زعماء اور اُمت کے دانش وروں نے اپنے خطبات، منظومات اور تصنیفات میں گریہ و ماتم کیا ہے۔

ہم مولانا حالؔی کی مُسدّس اور علامہ اقبالؔ کے شکوہ اور جواب شکوہ کو امت مرحومہ کا مرثیہ اور نوحہ کہہ سکتے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ سے تعصّب کی وجہ سے یہ تمام ثبوت اب ضائع نہیں کئے جا سکتے۔ یہ سب کسی مجدد اور مصلح کے منتظر نظر آتے ہیں۔ صرف برّصغیر پاک و ہند ہی اس مصیبت میں مبتلا نہیں تھا بلکہ سارا عالمِ اسلام اس زبوں حالی کا شکار تھا۔ بقول اقبالؔ

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَآ اِلٰـہَ اِلَّـا اللہ

اکثر اسلامی ممالک سامراجی طاقتوں کے محکوم تھے۔ یورپ اور امریکہ کے پادریوں نے ارتداد کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ دجال کے اس ہراول دستے کے عزائم کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے۔ جان ہنری بیروز (John Henry Barrows) نے اپنی کتاب

Christianity, The Worldwide Religion

میں لکھا (ترجمہ):

''صلیب کی چمکار سے جگمگانے والے مسلم ممالک میں تبلیغی تحریک کی کامیابی کا ایک خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ لبنان اور ایران کے پہاڑ اور آبنائے باسفورس کی لہریں اس نور سے چمک رہی ہیں۔ وہ وقت قریب ہے جب قاہرہ، دمشق اور تہران خداوند یسوع کی غلامی کا دم بھریں گے بلکہ وہ وقت بھی زیادہ دُور نہیں جب عیسیٰ مسیح صحرائے عرب کا سکوت چیر کر، اپنے شاگردوں کے رُوپ میں مکہ میں واقع خانہ کعبہ میں داخل ہوگا۔ خداوند کی ابدی صداقت کا بول بالا ہوگا۔'' (صفحہ 42)

ظہورِ مہدی کی صدی کے حوالے سے ''کسرِ صلیب'' اور ''قتل، خنزیر'' کے الفاظ میں اس مصیبت کے روحانی اور علمی تدارک کی خبر دی گئی ہے۔ حضرت اقدسؑ نے اس تند و تیز سیلاب کے آگے بند باندھ دیا۔ جماعت احمدیہ کے پیش کردہ لٹریچر کا یہ اثر ہوا کہ انجیل سے کئی آیات نکال دی گئیں۔ بعض کے الفاظ تبدیل کر دیئے گئے۔ مسیح علیہ السلام کی ''صلیبی موت'' اور ''جی اُٹھنے پر'' عیسائیت کا دارومدار ہے۔ حضورؑ نے اپنی کتابوں میں ''وفات مسیح'' کے مسئلہ پر زور دیا ہے۔ قبرِ مسیح کی نشان دہی تو ایک زلزلے سے کم نہ تھی۔ ان عناوین پر اب مغرب میں بھی کتابیں لکھی جا چکی ہیں بلکہ فلمیں بھی بن گئی ہیں۔ احرارِ یورپ کا مزاج ادھر آ رہا ہے۔ عقیدۂ حیاتِ مسیحؑ میں دراڑیں پڑتی نظر آتی ہیں۔ حضورؑ نے اس روحانی اور علمی انقلاب کو ''تخم ریزی'' قرار دیا ہے۔ یہ بیج ایک تناور اور گھنا درخت بن کر رہے گا!

حضرت اقدسؑ کے دعویٰ کی تائید میں سینکڑوں دلائل دیئے جا سکتے ہیں مگر عاجز صرف اُن 3 نشانات کا ذکر کرے گا جن میں مدعی اور اس کے پیروکاروں کا عمل دخل ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نشانات کسی ساز باز، سکیم یا کوشش کا نتیجہ نہیں ہیں۔ ان تینوں نشانات کا احادیث میں ذکر موجود ہے بلکہ قرآن مجید میں بھی آیات موجود ہیں:

۱ سورج اور چاند گرہن
۲ طاعون (سرخ موت کے علاوہ 'سفید موت' کا نشان)
۳ نئے ذرائع آمد و رفت کا اجراء اور اونٹنیوں کا بے کار ہو جانا

ان نشانات و علامات کے پورا ہو جانے کا مختصر سا ذکر یہاں بے جا نہ ہوگا۔

کسوف و خسوف کا نشان

امام دارقطنی کی کتاب میں مذکور یہ حدیث ہم تک حضرت امام حسینؓ کے

پوتے، امام محمد باقر کے ذریعے پہنچی ہے اور اسے خاص طور پر امام مہدی کی نشانی قرار دیا گیا اور جو تخلیقِ کائنات کے وقت سے اس وقت کیلئے مخصوص تھی۔ قانونِ قدرت میں چاند گرہن کیلئے تین راتیں مخصوص ہیں اور سورج گرہن کیلئے تین دن مقرر ہیں۔ ان راتوں اور دنوں کے علاوہ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں۔ یہ قدرتی مناظر اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب سورج، چاند، زمین ایک خاص ترتیب سے ایک سیدھی لائن میں ایک دوسرے کے مد مقابل ہوتے ہیں۔ ایسا کرنے پر کون سا انسان قادر ہے؟ مزید برآں حدیث میں اس نشان کو درج ذیل پابندیوں نے جکڑ رکھا ہے:

- ......رمضان کا مہینہ
- ......چاند گرہن کیلئے مخصوص راتوں میں سے پہلی رات
- ......سورج گرہن کیلئے مخصوص دنوں میں سے دوسرا دن
- ......اس دوہرے نشان کے وقت مدعی مہدویت کی موجودگی

مدعی مہدویت کی ''موجودگی'' میں یہ بات بھی شامل ہے کہ امام مہدی اسے اپنی صداقت کا نشان قرار دے اور اللہ تعالیٰ الہاماً اس کی تصدیق و توثیق بھی کرے۔ 1894 میں صحابہ کرام نے قادیان میں حضرت مسیح موعودؑ کی معیت میں یہ دونوں گرہن دیکھے۔ چاند گرہن 13 رمضان 1311 ہجری بمطابق 21 مارچ 1894 اور سورج گرہن 28 رمضان 1311 ہجری بمطابق 16 اپریل 1894 کو لگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی معجز نمائی کی عجیب شان ہے کہ 1895 میں یہی دوہرا نشان امریکہ میں دکھایا۔ حضرت اقدسؑ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس دوہرے گرہن کو اپنے دعویٰ کا تائیدی نشان قرار دیا اور اس کا کئی کتابوں میں ذکر فرمایا۔ حضورؑ تحفہ گولڑویہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''ان تیرہ سو برسوں میں بہتیرے لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر کسی کیلئے یہ آسمانی نشان ظاہر نہ ہوا۔ بادشاہوں جن کو مہدی بننے کا شوق تھا یہ طاقت نہ ہوئی کہ کسی حیلہ سے اپنے لئے رمضان کے مہینہ میں خسوف و کسوف کرا لیتے۔۔۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُس نے میری تصدیق کیلئے آسمان پر یہ نشان ظاہر کیا اور اُس وقت ظاہر کیا جب کہ مولویوں نے میرا نام دجال اور کذّاب اور کافر بلکہ اکفر رکھا تھا''

(روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 142, 143)

الازہر یونیورسٹی کے ایک ریسرچ سکالر، جناب محمد حسین نے اپنی کتاب ''المہدویہ فی الاسلام'' کے صفحہ 271 پر یہ اعتراف کیا ہے کہ تمام مدعیان مہدویت میں سے کسوف و خسوف کا نشان بانی جماعت احمدیہ کے علاوہ کسی اور مدعی کے وقت میں پورا نہیں ہوا۔

(بحوالہ ذکرِ المہدی فی القرآن ، پیر معین الدین ، ناشر پیر پبلی کیشنز کینیڈا، صفحہ 244)

طاعون کا نشان

''طاعون'' کو امام مہدی کے ظہور کی علامات میں شمار کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر روشن گر اپنی کتاب ''شیعہ گری و امام زماں'' میں (فارسی زبان میں ہے) 'مرگِ سرخ' اور 'مرگِ سفید' دو قسم کی اموات کا ذکر کرتے ہیں۔ مرگِ سرخ سے جنگ اور قتال مراد ہے مگر مرگ سفید سے طاعون۔ اس روایت کو وہ حضرت امام جعفر صادق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ علی محمد دخیّل البحار کے حوالے سے ''الموت الابیض'' سے یہی مراد لیا ہے۔ (الامام المہدی من الولادۃ الی الظہور، ناشر دارالمرتضیٰ، بیروت لبنان۔ ایڈیشن 2002 صفحہ 242) انجیل میں بھی نزول مسیح کے حوالے سے بیماریوں اور وباؤں کے پھیلنے کا ذکر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے الہامات اور رویاء کے ذریعے حضرت اقدسؑ کو طاعون پھوٹنے اور اس کے ذریعے تباہی پھیلنے کی خبر دی۔ حضورؑ نے اس وعید کی خبر بھی قبل از وقت اپنی کتابوں میں درج فرما دی۔ مخالفین نے کہا کہ یہ طاعون مرزا صاحب اور ان کے ماننے والوں کو ختم کرنے کیلئے آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو اطلاع دی کہ جو شخص حضورؑ کے مکان میں بود و باش رکھے گا اور جو فرد حضورؑ کی تعلیمات کی کشتی میں سوار ہوگا وہ طاعون سے محفوظ رہے گا اور اُسے حفاظتی ٹیکا بھی لگوانے کی ضرورت نہیں۔ ہزاروں متکبر مخالفوں کا طاعون نے صفایا کر دیا۔ بعض بڑے بڑے سرغنے مارے گئے۔ سعد اللہ لدھیانوی، رُسُل بابا امرتسری، اور چراغ الدین جمونی چند مثالیں ہیں۔ بعض گاؤں کے گاؤں اور شہروں کی گلیاں کوچے ویران ہو گئے۔ ڈاکٹر روشن گر نے لکھا ہے اس طاعون سے سات میں سے پانچ نفر ہلاک ہو جائیں گے۔

(شیعہ گری و امام زماں ، ناشر انتشاراتِ پارس، سان فرانسسکو)

پنجاب کے بعض مقامات پر ایسی ہی تباہی آئی۔ یہ عذابِ الٰہی بہت سے سعادت مندوں کی ہدایت کا باعث بنا۔ حضورؑ نے ''نزول المسیح ''میں تحریر فرمایا ہے۔ '' طاعون کا خوفناک نظارہ دیکھ کر بڑے بڑے متعصب اس سلسلہ میں داخل ہوگئے ہیں۔ اور اس وقت تک بذریعہ طاعون دو ہزار سے زیادہ مخالف ہمارے سلسلہ میں داخل ہو چکا ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 18صفحہ 399,398)

اُونٹنیوں کا بے کار ہو جانا

اس نشان کا بھی پہلے دو نشانوں کی طرح قرآن وحدیث میں ذکر ہے

واذالعشار عطلت

(سورہ التکویر آیت 5)

اور صحیح مسلم کی حدیث

و لیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا۔

یہ نشان بھی بڑی شان سے پورا ہوا۔ ریلوے ٹرین کی نئی تیز رفتار اور آرام دہ ایجاد نے اونٹ جیسی سواری کی قدر و قیمت ختم کر دی۔ اس ایجاد کو بعض لوگوں نے 'خرِ دجّال' بھی لکھا ہے۔ ترکوں کے زمانے میں عربی علاقوں میں بھی حجاز ریلوے کا آغاز ہو گیا۔ دمشق سے مدینہ تک حجاج کرام نے ریلوے کے ذریعے سفر کرنا شروع کر دیا۔ میں نے ایک کتاب میں مدینہ منورہ کے اس زمانے کے ریلوے سٹیشن کی تصویر دیکھی ہے۔ اس ابتدائی دور کے بعد سے اب تک بہت سی نئی ایجادات کے ذریعے رسل و رسائل اور مواصلات کی دنیا میں حیران کُن تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ بحر و برّ بلکہ فضا و خلاء میں سفر میں ایسے انقلابات برپا ہو چکے ہیں کہ بلا مبالغہ ع

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں

یہ تینوں نشان غیر معمولی عظمت کے حامل ہیں۔ آلاتِ نجوم و رمل یا جنّات کے زور پر کسی نے قادیان میں بیٹھ کر نظامِ شمسی کے ثوابت و سیّار کے مدار نہیں بدلے۔ نہ ہی وہاں کسی لیباریٹری میں طاعون کے جرثومے تیار کر کے ملک میں پھیلا دیئے گئے۔ نہ ہی اونٹوں کو بے کار کرنے کیلئے ریلوے کا نظام قادیان کے انجینیئروں نے ایجاد کیا اور ترک حکومت سے ساز باز کر کے حجاز مقدس پہنچا دیا۔ ہاں بخدا یہ سب کچھ مالکِ ارض و سمٰوٰت نے قادیان میں مبعوث ہونے والے مہدیٔ آخرالزمان کی تائید و تصدیق کیلئے کیا!!

ان نشانات و علامات کے ظاہر ہونے سے بعثتِ مہدی کی صدی کی تعیین ہو جاتی ہے اور جب اس کی تصدیق توثیق الہامِ الٰہی بھی کر دے تو پھر تو سونے پر سہاگہ ہے۔ حضرت اقدسؑ نے اپنی تصنیفات میں بار بار ان علامات کے حوالے سے تیرہویں اور چودہویں صدی کے سنگم کو ظہور مہدی کا وقت قرار دیا ہے۔

(ے) ناقدینِ احمدیت کا طریقۂ واردات

خدا کا مامور جری اللہ ہوتا ہے۔ وہ تنقید سے نہیں ڈرتا۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی سے اس کی زندگی عبارت ہوتی ہے۔ کاش مخالفین و معاندین نے حضورؑ کے دعویٰ کا تقویٰ اور نیک نیتی سے جائزہ لیا ہوتا!! مسلمان متلاشیٔ حق کا معاملہ تو بہت آسان ہے۔ اُسے اپنا اعتراض پیش کر کے قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب کا مطالبہ کرنا چاہیئے۔ اس مقصد کیلئے جھوٹ اور بددیانتی کا سہارا لینے کی کیا ضرورت ہے؟ ناقدین نے جن میں مشہور علماء بھی شامل ہیں' ایک شرمناک مسئلہ گھڑ لیا ہے کہ دین کے مفاد اور سربلندی کیلئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ اس مقصد کیلئے علمی خیانت (Intellectual Dishonesty) کو جائز بلکہ مُستحسن سمجھا جاتا ہے۔ مخالفین نے حضورؑ کی تحریروں کو سیاق و سباق سے جدا کر کے' ایک دو سطریں اُٹھا کر اعتراض اور فتویٰ صادر کرنے کی پالیسی اپنا رکھی ہے۔ سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی، حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہان پوری کو اکثر یہ فرماتے سُنا کہ حضرت اقدسؑ کی جس تحریر پر مخالف کو اعتراض ہوتا ہے وہیں اُس کا جواب بھی موجود ہوتا ہے اُس اقتباس سے اوپر اور نیچے کی 10 سطریں پڑھ لیجئے۔ آپ کو جواب مل جائے گا۔ عاجز نے اس کا بارہا تجربہ کیا ہے۔ یہ بڑے کام کا نسخہ ہے۔ ہمارے دوستوں کو بوقتِ ضرورت اس نسخہ کو آزمانا چاہیئے۔ حضرت حافظ صاحب کی مجلس میں جب بھی کسی ایسے مُعاند کا اعتراض پیش ہوتا تو حضرت ہنس کر فرماتے کہ آؤ اسے ''اخلاقی پھانسی'' دیں۔ یعنی اس کی علمی بددیانتی ثابت کریں۔ اوّل تو اس حوالہ میں کتر بیونت پائی جاتی۔

بصورت دیگر اوپر یا نیچے کی چند سطروں میں اس کا جواب موجود ہوتا۔ ہم نے حضرت حافظ صاحب کے علمی دیوانِ عام کے اس ”پھانسی گھاٹ“ میں بڑے بڑے ”فاتحین قادیان“ کو سرِ دار دیکھا ہے ع

واعظ نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت

ظہور مہدی کی صدی کے حوالے سے ناقدینِ احمدیت حضرت اقدس کے اس قسم کے حوالوں کا بڑے طمطراق سے ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تیرہویں یا چودہویں صدی کا ذکر کسی ”حدیث“ میں موجود نہیں۔ حالانکہ حضورؑ کے ایسے تمام اقتباسات کا واضح مفہوم یہی ہے کہ تمام مذکور نشانات اور علامات پورا ہونے سے صدی کی تعیین ہوگئی ہے۔ احسن ملک صاحب کا ایک پمفلٹ میری نظر سے گزرا ہے۔ انہوں نے بھی یہی بات دُہرائی ہے۔ اس پمفلٹ کے پوائنٹ نمبر (9.4.3) کے تحت براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 کے صفحہ 359 کے درج ذیل حوالہ کا ترجمہ دیا ہے۔

”ایسا ہی حدیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا۔ اور وہ چودہویں صدی کا مجدّد ہوگا۔

"It is mentioned in the True Traditions that the Promised Messiah will appear at the beginning of a century and will be a renewer for the fourteenth century."

موصوف یہ حوالہ درج کرکے لکھتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے۔ صحاحِ ستہ کی کسی حدیث میں چودھویں صدی میں مسیح موعود کے آنے کا کوئی ذکر موجود نہیں۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ 358 اور 359 پر حضورؑ نے رمضان میں سورج اور چاند کے گرہن لگنے نیز اونٹنیوں کے بے کار ہو جانے کے نشانات کی تفصیل کے ساتھ وضاحت فرمائی۔ بعض اور نشانات کے پورا ہونے کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ احسن ملک صاحب نے جو حوالہ دیا ہے اس کے اگلے فقرہ میں یہ الفاظ ہیں ”سو یہ تمام علامات بھی اس زمانہ میں پوری ہوگئیں۔ اور لکھا تھا کہ وہ اپنی پیدائش کی رُو سے دو صدیوں کا اشتراک رکھے گا۔ اور دو نام پائے گا۔“

(صفحہ 359)

اس ایک مقامی مثال سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارا واسطہ کیسے کیسے ”ریسرچ سکالرز“ سے پڑا ہوا ہے؟ احسن ملک صاحب یا تو اُردو سے عدم واقفیت کی بنا پر یا اس زبان میں سطحی دسترس کی وجہ سے اس عبارت کا مفہوم نہیں سمجھ پائے یا پھر عدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے خود اس کتاب اور حضرت اقدسؑ کی دوسری تصانیف کا مطالعہ نہیں کر سکے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے بھی ”ناقدین“ کی نئی کھیپ کا طریقہ واردات اپنایا ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ ایسے عالم فاضل سنی سنائی باتوں کو، ذاتی دیانت دارانہ تحقیق و تفتیش کی کھٹالی میں ڈالے بغیر آگے چلا دیتے ہیں اور مکھی پر مکھی مارنے کو ریسرچ سمجھتے ہیں۔

امام مہدی کی ذات میں ذُوالقرنین کا عکس

براہین احمدیہ کی محولہ بالا عبارت میں حضرت اقدسؑ نے ”دو صدیوں کے اشتراک“ کا ذکر فرمایا ہے۔ عاجز اس کی تھوڑی سی وضاحت پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہے۔ خورس (Cyrus) ایران کا ایک رعایا پرور موحد اور صاحب الہام بادشاہ گزرا ہے۔ اس کا زمانہ 521 قبل مسیح سے 485 قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔ اس کی سلطنت دریائے سندھ سے دریائے نیل تک وسیع تھی۔ اس بادشاہ کا تورات اور قرآن مجید میں ذکر موجود ہے۔ بعض مفسرین نے مشرک اور خدائی کے مدعی سکندرِ اعظم کو ”ذوالقرنین“ قرار دیا ہے۔ ”قرن“ کے معانی میں سینگ، صدی، جانب، نسل وغیرہ شامل ہیں۔ دو سابقہ عظیم سلطنتوں کا مالک ہونے کی وجہ سے اس کے تاج میں دو سینگ بطور علامت موجود تھے۔ سورہ الکہف میں اس کے شرق و غرب میں سفر کرنے، حفاظتی دیوار بنانے اور توحید سے وابستگی کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ ”ذوالقرنین“ کا ظاہری مطلب تو دو سینگوں والا ہے۔ مگر اس سے دو صدیوں سے حصہ پانے والا، دو صدیوں کے سنگم پر مامور ہونے والا، دو صدیوں کو متاثر کرنے والا بھی ہیں۔ اصل اور عظیم ذوالقرنین حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ کی 570 میں ولادت ہوئی اور 632 میں رفیقِ اعلیٰ سے وصال ہوا چھٹی اور ساتویں دونوں صدیوں کو پایا۔ حضورؐ کی حیات بخش انقلابی تعلیمات ہر صدی کو قیامت تک متاثر کرتی رہیں گی۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان نبوت کی تجلی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا وجود بھی مہدیٔ آخر الزمان ہونے کی حیثیت سے ”ذوالقرنین“ ہے۔ آپ نے ہجری تقویم کی تیرہویں اور چودہویں دونوں صدیوں کو پایا۔ اسی طرح عیسوی تقویم کی

انیسویں اور بیسویں صدی بھی دیکھی۔ اس حوالے سے حضورؑ فرماتے ہیں:

’’یہ تو ظاہر ہے کہ ذوالقرنین وہ ہوتا ہے جو دو صدیوں کو پانے والا ہو۔ اور میری نسبت یہ عجیب بات ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں نے جس قدر اپنے طور پر صدیوں کی تقسیم کر رکھی ہے ان تمام تقسیموں کے لحاظ سے جب دیکھا جائے تو ظاہر ہوگا کہ میں نے ہر ایک قسم کی دو صدیوں کو پالیا ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21صفحہ 118)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی تحقیق عارفانہ

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ بھی حضرت اقدسؑ کو اس زمانے کا ’’ذوالقرنین‘‘ قرار دیتے تھے۔ آپ نے دنیا کے مختلف ممالک، اقوام اور معاشروں میں رائج 32 تقویموں سے حضورؑ کی حیات طیبہ کے مختلف مراحل کا حوالہ دے کر، موازنہ کرنے کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ اس ذوالقرنین نے ہر تقویم کی دو صدیوں سے حصہ پایا ہے۔ یہ تحقیق ایک ایمان افروز علمی معجزہ ہے۔ حضورؓ نے اپنی تصنیف ’’نورالدین‘‘ کے صفحات 189, 190 پر ایک تفصیلی نقشہ بنا کر ان تقویموں کا ذکر محفوظ کیا ہے۔ اس فہرست میں ہجری، عبرانی (یہودی)، عیسوی، رومی، بکرمی، عیسوی انطاکیہ، ہسپانوی، ابراہیمی، جیولین، مقدومی، فصلی، سکندری وغیرہ کیلینڈر شامل ہیں۔ یہ جدول یا نقشہ حضورؓ کے درس قرآن کے تفسیری نوٹس پر مشتمل تالیف، حقائق الفرقان جلد سوم کے صفحات 35 اور 36 پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ میں یہاں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے اس موضوع پر ریمارکس نقل کرنا چاہتا ہوں:

’’اب ہم اپنے عہد مبارک میں جو دیکھتے ہیں تو اس میں ایک امامِ ہمام اور مہدیٔ آخرالزماں عیسیٔ دوراں کو پاتے ہیں کہ وہ بلحاظ اس معنے قرن کے جس میں سو برس قرن کے معنے لئے گئے ہیں ذوالقرنین ہے۔ جیسے ہمارے نقشہ سے ظاہر ہے اور اس قدر دونوں صدیوں کو اس ذوالقرنین نے لیا ہے کہ ایک سعادت مند کو اعتراض کا موقع نہیں رہتا بلکہ حیرت اور یقین ہوتا ہے کہ یہ کیسی آیت بیّنہ اور دلیلِ نیّر اس امام کیلئے ہے۔ اور اس ذوالقرنین نے بھی نہایت مستحکم دیوار دعاؤں اور حجج و دلائل نیّرہ کی بلکہ یوں کہیں کہ مسئلہ وفاتِ مسیح اور ابطالِ الوہیت مسیح کی بنا دی ہے کہ اب ممکن ہی نہیں یاجوج ماجوج ہماری جنتِ اسلام پر حملہ کر سکے اور کبھی اس میں داخل ہو۔‘‘

(حقائق الفرقان حصہ سوم صفحہ 35)

یہ کتنا ایمان افروز منظر ہے جس امام موعود کیلئے اللہ تعالیٰ اتنے عظیم الشان ارضی اور سماوی نشانات دکھائے، اُسے دنیا بھر کی اہم 32 تقویم کی دونوں صدیوں کو دیکھنے کا بھی موقعہ عطا فرمایا یا یُوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان صدیوں کو اس ذوالقرنین کے قدم چومنے اور اس کے انفاسِ قدسیہ سے معطّر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ہمارے کم نظر مخالفین چودہویں صدی کی تعیین پر واویلا کر رہے ہیں۔ یہاں ربّ کریم نے 64 صدیوں کو امام الزمان کا مصدق بنا دیا ہے۔ کیا یہ ایک معمولی نشان ہے؟ کیا اسے ایک اتفاق کہہ کر نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟

(جاری ہے، دوسری قسط آئندہ ایشوع میں ملاحظہ فرمائیے)

سادگی کی شان کا ایک جلوہ تصویر کے وقت

1899 میں یورپ میں تبلیغ کے نکتہ خیال اور ضرورت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو لینے کی ضرورت پیش آئی۔ لاہور سے ایک مصور بلایا گیا اور فوٹو کا انتظام کیا گیا۔ فوٹو گرافر اپنے علم کے لحاظ سے اور تصویر کی خوبی کے پہلو کو مدنظر رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی نشست اور سامنے کی طرف دیکھنے کے متعلق کچھ ہدایات دینا چاہتا تھا۔ بلکہ اس نے نہایت ادب سے عرض بھی کر دیا۔ جو ہستی تکلفات اور تصنع کی خوگر نہ ہو اس سے یہ قطعی ناممکن تھا کہ وہ ان ہدایتوں کی پابندیاں کر سکتی۔ ہر چند کوشش کی چند مرتبہ اس نے آپ کے لباس اور نشست وغیرہ کے متعلق عرض کیا۔ آخر وہ عاجز آ گیا اس لئے وہ انتظام قائم نہ رہ سکتا تھا۔ چنانچہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ فوٹو اس شان سادگی کی ایک نمایاں تصویر آج بھی ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اور اپنی پوری سادگی کے ساتھ حقیقی جلال اور شان آپ کے چہرے پر ہویدا ہے۔

(از سیرت حضرت مسیح موعودؑ مرتبہ حضرت یعقوب علی عرفانیؓ
صفحہ نمبر322 تا 327)

آمدِ مہدئ موعود علیہ السلام

صادق باجوہ

ظلم کی رات کٹی صبح نمودار ہوئی
ایک موعودِ زمانہ کی طلبگار ہوئی

کفر و اِلحاد تُلے تھے کہ مٹا دیں اسلام
ان گنت سیلِ حوادث کی تھی یلغار ہوئی

رہنماؤں کو تو تکفیر سے فرصت نہ ملی
پنجہءِ یاس میں امّت تھی گرفتار ہوئی

کنجِ تنہائی میں خاموش، جدا دنیا سے
ایک بے چین سی روح حاضرِ دربار ہوئی

رات دن محوِ دعا عظمتِ دیں کی خاطر
آرزو جس کی فقط دیدِ رُخِ یار ہوئی

چن لیا جس کا فدا رہتا تھا لمحہ لمحہ
زندگی حُبِّ پیمبرؐ سے تھی سرشار ہوئی

پھر سے عالم میں چمک نیّرِ تاباں سے ہوئی
آمدِ مہدئِ دوراں کی سزاوار ہوئی

درشان امام آخرزمان

حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام

محمد ظفراللہ خان

اے حریم قُدس میں روشن صداقت کے چراغ
تیری اک ضو کو ترستے تھے زمانے کے ایاغ
منتظر تھے جانے کب سے ساکنانِ قعرِ شب
صبح تازہ کا ملے شاید کسی جانب سراغ
گنبد افلاک میں گونجی صدا جاء المسیح
جب ملائک نے ثریا سے کہا جاء المسیح
اک جری اللہ نے پہنی رسولوں کی قبا
پھر ہوا مُردوں میں اک حاشر بپا جاء المسیح
آتشِ دجال جس سے چاہتے تھے سب اماں
پھونکنے کو تھی وہ سارا خرمن آخر زماں
رحمتِ حق کا ہوا یوں مستقل ہم پر ظہور
نہرِ کوثر تیری صورت میں ہوئی ہر دم رواں
کتنی صدیوں کی دعاؤں کا فقط حاصل ہے تو
اس بھنور میں موجہءِ غم کا بس اک ساحل ہے تو
نورِ عشقِ مصطفیٰؐ کا مظہرِ کامل ہے تو
درد اُمتؔ جس میں خوں بن کر گھلے وہ دل ہے تو
مصطفیٰؐ کے رنگ میں رنگیں تیری قامت جمیل
دلبرا تیری اداؤں کے ہوئے ہم سب قتیل
پھر چلے رِندوں میں تیرا دور جام زنجبیل
تا بنے تیری مکمل پیروی کی کچھ سبیل
اے خدا اک ریزہءِ خاشاک سے کمتر ہوں میں
جس میں چنگاری دبی ہو ایسی خاکستر ہوں میں
میرے سینے کو بنا دے طور عشق انبیاء
بیکلی میں سرنگوں دائم تیرے در پر ہوں میں

وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا
إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا
امام جماعت احمدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُهُ وَ نُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
وعلیٰ عبدہِ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو النّاصر

لندن

30-1-2008

مکرم کریم اللہ زیروی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے احمدیہ گزٹ امریکہ کا ماہ جنوری کا شمارہ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ میں نے دیکھ لیا ہے۔ ماشاء اللہ اچھے مضامین پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا معیار بڑھاتے چلے جانے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام کارکنان کی خدمات کو قبول فرماتے ہوئے انہیں اپنی دائمی رضا اور خوشنودی عطا فرمائے۔ آمین۔

سب ساتھیوں کو سلام کہیں۔ اللہ آپ سب کا نگہبان ہو۔

والسلام
خاکسار

خلیفة المسیح الخامس